صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

غوثِ زمانؒ، سلطانِ نیروی
حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین غزنوی صاحب
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
دربارِ فیضبار نیریاںؒ شریفؒ (آزاد کشمیر)

آفتابِ علم وحکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ



آفتابِ علم وحکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کے

ملفوظات کا مجموعہ

جلد اوّل

# مفتاح الکنز

مرتّب

خلیفہ محمد انیس صدیقی

خادم دربار عالیہ نیریاں شریف

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

ان شاء اللہ

## فیضانِ صدیقی جاری رہے گا




نام کتاب: مفتاح الکنز

ملفوظات: حضرت علاؔ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب مدظلہ

مرتب: خلیفہ محمد انیس صدیقی (خادم دربار نیریاں شریف)

پروف ریڈنگ: حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی (فیصل آباد)

سرورق: محمد کلیم رضا

کمپوزنگ: کاشف محمود

اشاعت اوّل: دسمبر 2012ء تعداد 1100

اشاعت دوم: مئی 2013ء تعداد 1500

اشاعت سوم: دسمبر 2013ء تعداد 1100

اشاعت چہارم: فروری 2014ء تعداد 2200

مطبع: البغداد پرنٹرز گلی نمبر 5 مصطفیٰ آباد فیصل آباد

Tell:+92-41-8788807 E-mail: ab_printers007@yahoo.com

ملنے کے پتے

☆ دربار شریف محلّہ ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی 051-4450987

☆ مرکزی جامع مسجد محی الدین سدھار جھنگ روڈ فیصل آباد

ناشر: صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد 0321-7611417




## فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## دیباچہ

انسان کا یہ فطری میلان ہے کہ وہ معاشرے کا حصہ بن کر رہتا ہے کہ اسی سے اُس کی تعمیر ذات کے مراحل طے ہوتے ہیں، ارسطو نے اگرچہ اپنے دیومالائی ماحول کے پیشِ نظر کہا تھا مگر اُس کا کہنا حقیقتِ حال کا جزوی ہی سہی اظہار ضرور تھا، ''جو انسان کسی معاشرے کا حصہ بن کر نہ رہ سکے یا تو وہ دیوتا ہے یا حیوان۔''۔ ارسطو کے دور میں دیوتا کا تصور اسی طرح کا تھا اس لئے یہ انسانی سوچ کا ایک مظہر تھا مگر تاریخ انسانی اس کی عمومی حیثیت سے انکار نہیں کرتی ہے، غور کیجئے ایک انسانی وجود جب دنیا میں آتا ہے تو وہ دو مضبوط اور باشعور وجود اُس کو سایہ ءتربیت مہیا کرتے ہیں کس قدر قیمتی ہے یہ ایک وجود جس کو محبت وحفاظت کی پناہ پہلے دن سے ہی فراہم کر دی جاتی ہے پھر اُس کی نشوونما کا اہتمام بھی حالیت کے مظاہر میں سے ہے مثلاً وہ کمزور ہے توانائی کی مطلوبہ حد نہیں رکھتا تو خوراک کا انتظام بھی کرم خالق کی دلیل بنتا ہے۔ جوں جوں صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں ذمہ داریاں بھی تفویض ہونے لگتی ہیں۔ کتنا رحیم وکریم ہے وہ خالق جو جسمانی نشوونما کی ہر صورت کی کفالت کرتا ہے، ربوبیت کا یہ منظر واضح کر رہا ہے کہ اُس خالق نے اگر جسم کو بے سہارا نہیں چھوڑا تو وہ روح جو اصل وجود ہے بے توفیق کیسے چھوڑ دے گا۔ تاریخ انسانی کا اولین حوالہ ہی اس حقیقت کو واشگاف کر رہا ہے کہ اُس مالکِ جسم وروح نے روزِ اول سے ہی ہر دو پہلوؤں کو رحمتوں کے سایوں میں رکھا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ انسان اول پہلا نبی بھی تھا۔

بظاہر ابھی تو پیغام رشد و ہدایت کا میدان ہی نہ لگا تھا مگر تقدیر کا فیصلہ تھا کہ انسان کا ایک سانس بھی ہدایت کے نور سے محروم نہ رہے، یہ وہ مظہرِ تخلیق ہے جس کی پاسداری ہر دور میں، ہر ماحول میں اور ہر انسان کے لئے ہوئی، برملا اعلان کیا گیا کہ:

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ (سورت نمبر 35 آیت نمبر 24)

ترجمہ: ''اور جو کوئی گروہ تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا۔''

انبیاء کرام علیہم السلام اس کرم بے حد کے مظہر بن کر آئے۔ اگر نسل انسانی کی ابتداء ہے تو اس کا پیغام خود انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ذرا وسعتِ خلق کا مرحلہ آیا ہے تو نوح علیہ السلام داعی برحق بن کر تشریف لائے ہیں، عاد جیسی بے مثال قوم عروج کی انتہاؤں کو چھونے لگی ہے تو حضرت ہود علیہ السلام راستے کی نشان دہی کر رہے ہیں، قوت و طاقت کی حامل قوم ثمود نے پتھروں کے جگر کاٹ دیئے ہیں تو صالح علیہ السلام کا معجزہ اونٹنی پتھر ہی سے ہویدا ہوا ہے اور سنگ تراشوں کو عبرت آشنا بنا رہا ہے۔ اقتدار کا خمار جب نمرود کی شکل میں ڈرانے لگتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام جلتے آلاؤں میں کود کر قدرت خالق کا پیغام دے رہے ہوتے ہیں، آباد و شاداب سرزمین کی ملکیت اگر ربِ اعلیٰ ہونے کا مغالطہ پیدا کر رہی ہے تو موسیٰ علیہ السلام انہیں پانیوں کو جو مصر کے لئے چشمہ ہائے رحمت تھے، ہلاکت کا طوفان بنانے کے لئے تشریف لے آتے ہیں، علم و حکمت جب موت و حیات کو اپنا کارنامہ سمجھنے لگتی ہے تو عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو جلا کر حیی و قیوم ذات کی قدرت کو تسلیم کرنے کا پیغام دیتے ہیں اور جب انانیت تمام محاسن سے فیض یاب ہو کر بھی اعتراف خالق کی سعادت نہیں پاتی اور حرف و صوت کے جادو جگانے لگتی ہے تو افصح العرب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حیات بخش پیغام دلوں پر دستک دینے لگتا ہے۔



کیا یہ تاریخی تناظر انسان کے لئے لمحہ فکر نہیں؟ کیا صدیوں کا سفر تجربات کا محرک نہیں؟ حراء کے خلوت نشین کا اعلان ہو یا جبل رحمت پر ناقہ سوار کا خطبہ وداع، کیا تاریخ ان خطبات کی ہمہ گیری سے انکار کر سکتی ہے؟ کیا ہدایات راستی کا کوئی خطبہ یا مکالمہ اُن ارشادات کی مثل پیدا کر سکتا ہے؟ کوئی مانے یا نہ مانے تاریخ اپنا فیصلہ دے چکی ہے، حق سر بلند ہو چکا، باطل کو پہلے بھی پسپائی تھی اور اب بھی یہی اُس کا مقدر ہے، نبوت مکمل ہوئی رسالت نے زندگی کا ہر موجود یا موعود رُخ آشکار کر دیا اب کسی فرشتہ رشد کی حاجت نہیں رہی، کس قدر خوش قسمت ہے یہ امت کہ غیر کی محتاجی سے بے نیاز ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے تمام جزئیات محفوظ ہیں اور روشنی کا مینار ہیں۔ یہ قدرت کا فیصلہ بھی تھا اور اس فیصلے کے نفاذ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے بدل مساعی بھی شامل رہی کہ عمل ہی نہیں، حرف و لفظ بھی دوام آشنا رہے، تریسٹھ سالہ حیات ظاہرہ کا ہر پہلو اسوۂ حسنہ بن کر زندہ ہے۔ حیات وجود کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ لمحہ لمحہ جاوداں ہے، حیات انسانی نے کتنے روپ بدلے، کتنی صدیاں ہویدا ہوتی رہیں۔ تریسٹھ سالوں سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔

رسول اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس انہماک اور خلوص سے نبوی مہ و سال کو رُخ حیات کا نور بنایا یہ بھی تاریخ انسانی کا بے مثل کارنامہ ہے۔ اولیاء کرام رضی اللہ عنہم بھی لگا تار اسی کاوش میں مصروف رہے کہ روشنی کا یہ بہاؤ برقرار رہے، اس برقراری میں جس جس نے بھی حصہ ڈالا وہ خود بھی جاودانی کی خلعت کا اہل ٹھہرا۔ اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے ارشادات کو متواتر روایت کرتے رہے اور زبان و عمل کو محو حکایت رکھنے سے یہ فیضان جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ رُشد، ہدایت کا یہ

چشمہ کبھی ملفوظات کے لباس میں رہا تو کبھی خطبات و مکتوبات کے پیراہن میں آواز حق بلند کرتا رہا۔ مشائخ کرام کے ملفوظات کو محفوظ کرنا۔ سلیقے سے ترتیب دینا اور واقعات کو سیاق کلام سے مربوط کرتے رہنا ہر دور کا طریقہ رہا ہے خطبات چونکہ ادبی شاہکار بھی ہوتے ہیں اس لئے پیغام ہدایت ہونے کے ساتھ ادبی حوالے بھی بنے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع سے لے کر نہج البلاغۃ تک ایک سیلِ خیر رواں ہے مکتوبات میں مخاطب کا قد و قامت بھی ملحوظ رہا اور اُس کی علمی منزلت کا بھی خیال رہا اس لئے یہ رابطوں کے قربُ کا ذریعہ ہے۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ﷫ نے تو ایک انقلاب بپا کیا کہ ان کا حرف حرف قرب کا گداز بھی رکھتا تھا اور دلوں پر دستک دینے کی صلاحیت بھی پاتا تھا۔ الحمد للہ ہدایت کی ترسیل کا ہر مظہر اخلاص کی قوت سے بہرہ مند رہا اس لئے اثر آفرین رہا، اسی تسلسل کا ایک مظہر وہ مواعظ و ملفوظات بھی ہیں جو خلیفہ محمد انیس صدیقی کی توجہ اور محنت سے مرتب ہوئے ہیں۔

عصر حاضر میں خانقاہوں کی بھی کثرت ہے اور سجادہ نشینوں کی بھی بہتات ہے اگر چہ بعض مسند نشین اپنی بساط بھر تعلیماتِ اسلام اور پیغامات رسالت کو عام کرنے کا فرض نبھا رہے ہیں مگر شکوہ بھی عام ہے کہ مسندیں حق نعمت ادا نہیں کر رہی ہیں، کہیں علمی قدروں کا فقدان ہے تو کہیں عملی ثروت ناپید ہے اس لئے دیدہ وران میخانوں کے بند ہو جانے کا شکوہ کرتے ہیں، اس عمومی بے توفیقی میں جہاں توفیق کے مظاہر اب بھی ملی و قومی راہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان میں پہاڑ کی سربلند چوٹی پر ایک مرکز نیریاں شریف ہے، اس سر بفلک چوٹی سے پیر محمد علاؤالدین صدیقی مدظلہ کا چشمہ فیض اب بھی پوری قوت سے رواں ہے۔ یہ فیضان کا دھارا قرب و جوار ہی میں



نہیں دور دراز کے علاقوں میں بھی نورانیت کی افزائش کر رہا ہے اس مرکز ہدایت نے وطن عزیز سے باہر یورپ تک کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ پیر صاحب مدظلہ ایک عالم ہیں جن پر علمی دنیا اعتماد کر سکتی ہے۔ ایک ایسے صوفی ہیں جن سے طلب فیض کی امید رکھی جا سکتی ہے ایک ایسے واعظ خوش بیان ہیں جن کے کلمات سماعتوں کو نوازتے ہیں اور سامعین کے کانوں میں رس گھولتے ہیں، جولانی پر ہوں تو سماعتیں چٹخارے لینے لگتی ہیں۔ خلیفہ محمد انیس صدیقی نے الفاظ و کلمات کی آبشار کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مختصر مجموعہ کو پیر صاحب کے بحرِ مواج کا بھرپور خروش تو نہیں کہا جا سکتا مگر جو بھی ہے غنیمت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے صاحبِ علم مرشدِ طریقت کا ہر سانس محفوظ کر لیا جائے، میں اس محدود کاوش کا خیر مقدم کرتا ہوں اور مزید پیش رفت کی تمنا رکھتا ہوں۔

اس چشمہ ہدایت سے چند قطرے قارئین کی پیاس بجھانے کے لئے پیش کر رہا ہوں ان سے اس دریا کی روانی کا بھی اندازہ ہو گا اور اس کی گہرائی کا بھی۔

○ جب علم و عمل دونوں ملیں، علم جذبے دیتا ہے اور عمل نشان منزل دیتا چلا جائے اور تقوی نشہ صبح گاہی دے تو محبوب کی بارگاہ سے آواز آتی ہے
اُدْنُ مِنِّیْ ۔ میرے قریب ہو جاؤ۔

○ اگر چاہتے ہو تو کہ شکر کی توفیق ملے تو اپنے سے کمزور پر نظر رکھو گے تو شکر کی توفیق نصیب ہوگی۔
"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ" نعمتوں میں اضافہ بھی ہو جائے گا۔

○ ایک سوٹ کی بجائے دس سوٹ سلاؤ مگر پہننے کے بعد نظر عطاء کرنے والے

پرہی رہنی چاہیے، جو مال بندے اور بندہ نواز کے درمیان حجاب بنے اس سے غربت بدرجہا بہتر ہے جو بھوک دیتی ہے مگر دوزخ کی آگ تو نہیں دیتی

○ تصوف اسلام کی روح ہے مثلاً نماز کو لیجئے اچھی طرح وضو کرو صاف ستھرا لباس پہنو جگہ صاف ہو، وقت صحیح ہو، قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کیساتھ ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لو رکوع، سجود وغیرہ تمام ارکان کی تکمیل کرو، یہ سب لوازمات ہیں نیت یہ ہے کہ اللہ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ شریعت آپ کو نمازی کہہ رہی ہے تصوف یہ کہتا ہے کہ جو فعل جس کے لئے ہے اس کے تصور میں اس قدر گم ہو جاؤ کہ اس کے جلوے دل وروح میں اُتر کر آپ کو سرور کی کیفیت عطا کردیں، یہ سرور وقرب کی کیفیت تصوف ہے گویا ارکان کی تکمیل شریعت ہے ان کے نور وسرور کی کیفیت تک رسائی تصوف ہے۔

لوازمات حیات اور مقاصد حیات دونوں کے درمیان فرق ہے، مکان، بیوی، بچے، کاروبار، مال و دولت، عزت وشہرت، جاہ وحشمت یہ سب لوازمات حیات ہیں اور ایک ہیں مقاصد حیات:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ''

(ترجمہ: اور میں نے جنّوں اور آدمیوں کو اس لئے بنایا کہ وہ میری بندگی کریں) دونوں جدا جدا چیزیں ہیں، لوگوں نے لوازمات حیات کو مقاصد حیات سمجھ لیا ہے، جوان دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتا وہ کامیاب انسان نہیں ہوسکتا، انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم نے ہمیشہ اپنی توجہ مقاصد حیات پر مرکوز رکھی لوازمات حیات کے لئے اتنا ہی حکم ہے کہ انسان



اتنا کمائے جس سے ضروریات زندگی پوری ہوتی رہیں، محتاجی قریب نہ آئے اور صبر شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، صبر شکر کا اس مقام پر مطلب یہ ہے کہ جو مل گیا اس پر صبر کرو اور جس کے پانے کی تمنا ہے اُس کے ملنے تک صبر کرو اور یہ مسئلہ وعظ وتقریر سے حل نہیں ہوتا جس کا دل اللہ کریم اپنی توفیق سے اس طرف پھیر دے یا کسی صاحب نظر کی نظر کے نشانے میں آجائے۔

○ دنیا کی دوستی صرف صحت وتندرستی کی حد تک ہے انسان محتاج ہو جائے تو دنیا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، بنیاد بہت ہی مضبوط ہو تو بھی قبر سے آگے رفاقت نہیں، دنیا کی رفاقت عزت ووقار یہ بے وفا ہیں ایسا بے وفا ہے کہ انسان معذور ہو جائے تو یہ تمام چیزیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں لیکن طریقت اور ذکر فکر والے انسان کی معیت ایسی نعمت ہے کہ انسان معذور ہو جائے یا اس دنیا سے چلا جائے عزت ووقار ساتھ ساتھ رہتے ہیں، قبر سے حشر کے میدان تک عزت انسان کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنا دل و دماغ اور سوچ وفکر اپنے مالک سے دور نہ لے جائے، ایسے قرب کی منزل میں رہو کہ مالک سے آشنائی اول اور دنیا سے آشنائی دوم رہے، یہ ایک حقیقت ہے انسان کا دل ودماغ آج نہیں تو کل اس حقیقت کو تسلیم کرلے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
فیصل آباد

# اعلیٰ حضرت غوث الامت حضرت
# پیر خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حکمت ودانائی، علم وحلم تقویٰ وطہارت، استقامت وسخاوت، صبر، شکر وذکر ایک وجود میں دیکھنا ہو تو وہ اعلیٰ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے آپ 1322ء بمطابق 1902ء میں افغانستان کے شہر غزنی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام حضرت مولانا محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ ہے جو غزنی کے مشہور قبیلہ خلجی سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے اس علاقہ کے مشہور علماء سے استفادہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تجارت کے لیے پنجاب (راولپنڈی) گوجر خان اور کشمیر کا رخ کیا۔ اسی دوران آپ کی حاضری دربارِ عالیہ موہڑہ شریف میں ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی نظر میں فرمایا آپ ایسی تجارت کریں گے کہ جس کا دائرہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک وسیع ہوگا اور ایک جہاں آپ سے فیضیاب ہوگا۔
حضرت خواجہ محمد قاسم صادق موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد 12 سال تک اپنے شیخ کے حکم پر لنگر کی خدمت کی اور خلافت کے اعزاز سے معزز ہوکر کشمیر پونچھ کے علاقہ ڈنہ پوٹھی میرکان موجودہ نیریاں شریف کے مقام پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضور باباجی موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ کے فرزند ارجمند پیر محمد زاھد خان صاحب آپ کے ہمراہ اس مقام پر تشریف لائے اور اپنی موجودگی میں ایک ہی دن میں ایک



چھوٹی سی مسجد بنوا کر دونوں بھائیوں کو بٹھایا اور عشق ومحبت کے مے خانے کی چابی ان کے حوالے کر کے واپس تشریف لے گئے۔ صبر واستقامت، ذکر وفکر کی مستی میں ایسا وقت گزارا کہ کئی کئی دن فاقہ کشی کے باوجود آپ کے پایۂ استقلال میں تزلزل نہ آیا۔
آپ نے لاکھوں بھٹکے انسانوں کو اپنے مالک ومولیٰ کے دَر کی رہنمائی فرمائی۔ درجنوں خلفاء ملک کے طول وعرض سے شریعت وطریقت کے جام تقسیم کرنے پر مامور کیے جو پوری استقامت کے ساتھ اندرونِ ملک و بیرونِ ملک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیضان کو عام کرنے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ یوں تو آپ کی بے شمار کرامات زبان زدِ عام وخاص ہیں مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کے جانشین اوّل آفتاب علم وحکمت دانائے رموز حقیقت فخر المشائخ حضرت پیر علاؤالدین صاحب صدیقی کا وجود ہے جو نہ صرف سلسلہ نقشبندی بلکہ اربع سلاسل کے فیضان کو پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ آپ فلکِ طریقت کے وہ نیّرِ تاباں ہیں جن پر شریعت فخر کرتی ہے اور طریقت ناز کرتی ہے۔ شریعت وطریقت کا فیض پوری ہمہ گیریت کے ساتھ چاردانگِ عالم میں پھیلانا اسی مردِ حق آگاہ کے شایانِ شان ہے۔ عقائد کی سرحدوں کی پہرے داری سے لے کر تصوف کے نور کو اس کے اصل رنگ میں پھیلانے اور ملک وملت کے مستقبل سے وابستہ چیلنجوں پر حکیمانہ نظر رکھتے ہوئے ان کا عملی طور پر حل پیش کرنے کی قربانیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

نوجوان نسل کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا، بدعقیدگی اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر دہلیز رسول ﷺ کی راہنمائی کرنا، ملک، ملت ومذہب کے مستقبل کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے نوجوان نسل کو باصلاحیت بنانا آپ کا ترجیحی

مشن ہے۔ آپ کا ظاہر و باطن اپنے شیخ و مربی کا آئینہ دار ہے۔ میں پورے اعتماد
کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ہم جب بھی مزار پر انوار پر حاضری دیتے ہیں وہاں
خواجہ محی الدین غزنوی نظر آتے ہیں اور جب دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو وہی
جلوے ہمیں پیر علاؤ الدین صدیقی کے وجود میں نظر آتے ہیں۔ دست بدعا ہوں کہ
اللہ کریم اس شیخِ کامل کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور آپ کا سایہ ملتِ اسلامیہ پر تادیر قائم رکھے

حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد پابندِ شرع اور
اپنے پیر کے مشن کو جاری رکھنے میں ہمہ تن مصروف ہے۔ آپ کے تفصیلی حالات
زندگی حضرت مولانا ریاض احمد صمدانی صاحب کی کتاب ''حیاتِ محی الدین'' میں
ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔
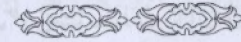
## تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بزرگانِ دین کا ہمیشہ سے معمول رہا کہ وہ لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے
لیے تربیت کا سادہ انداز اپناتے رہے اور قلوب کے علاج کے لیے جس حکمتِ عملی کی
ضرورت پیش آتی اسی کو اختیار کرتے رہے۔ انہیں عوامی نفسیات کا ادراک ہوتا ہے
اور باطن کی بیماریوں سے بھی بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔

اس لیے اصلاحِ احوال کے لیے وہ عوامی اسلوبِ تعلیم کو ہی ترجیح دیتے ہیں
اور ہر سطح کے لوگوں کو یکساں فیضیاب کرتے ہیں۔

ان کی صحبتوں کے اثرات، ان کی نگاہوں کی تاثیر اور زبان و قلم کا
فیض وصلِ حق کا سبب بنتا ہے وہ بندے اور شیطان کے درمیان حدِ فاصل بن کر
بھولے بھٹکوں کو تباہی و بربادی سے بچاتے ہیں اور مردود کو محبوب بننے کا گر سکھاتے
ہیں۔ وہ خود بھی اللہ کے محبوب ہوتے ہیں اور انہیں تائیدِ ربانی نصیب ہوتی ہے اور ان
کے کام میں برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے ان غلاموں کی تعلیمات کو کبھی ضائع نہیں
ہونے دیتا۔ بلکہ رہتی دنیا کے لیے انہیں نشانِ منزل کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ وہ اس قدر
اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں کہ اگر دورانِ سفر کہیں بیٹھ کر آرام کر لیں تو وہ جگہ
بھی مرجع خلائق بن جاتی ہے۔ ان کے خطبات و ملفوظات، مواعظ اور تحریریں ہمیشہ
یادگار رہتی ہیں ان کے علمِ باطن کا نور سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے اور کبھی

کلمات بن کر زبانوں سے جاری ہوتا ہے پھر اوراق میں محفوظ ہوتا ہے اور غافل دلوں پر ہمیشہ دستک دے کر انہیں بیدار کرتا ہے اور طالبانِ حق کو راہِ ہدایت پر چلا دیتا ہے۔

دورِ حاضر کے عظیم بزرگ، مصلح و راہنما اور شیخ طریقت حضرت علامہ پیر علاؤالدین صدیقی صاحب (دامت فیوضهم الی یوم القیامة) انہی پاکباز ہستیوں میں سے ہیں، ان کے کارہائے نمایاں اور دین حق کے لیے خدمات کا سلسلہ بہت طویل ہے ان کے ارشادات و نصائح سینوں میں محفوظ ہیں ان کا نیٹ ورک مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے ان کے خطبے اور مواعظ عربی، انگریزی، اردو، فارسی، پنجابی، پشتو، پوٹھوہاری اور دیگر کی زبانوں میں ہیں۔ بہت کم ریکارڈ ہوئے اور بے شمار حافظوں میں محفوظ ہیں۔ ہم شکر گزار ہیں جناب خلیفہ محمد انیس صدیقی صاحب کے کہ جنہوں نے انتہائی محنت اور محبت سے حال ہی میں حضرت صاحب کے کچھ ملفوظات جمع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جو ''مفتاح الکنز'' کے نام سے موسوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت پر انہیں عظمتیں عطا فرمائے۔ میں نے ملفوظات کو پڑھا تو انتہائی لطف اندوز ہوا اور محسوس ہوا کہ قبلہ پیر صاحب نے اصلاح احوال کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

ترجمہ: (لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق بات کرو)۔

آپ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ دعوتِ فکر دیتا ہے اور قاری کو دین حق کی طرف راغب کرتا ہے۔



آپ نے جو کلمات ارشاد فرمائے ہیں وہ قرآن و سنت کے مضبوط دلائل پر مبنی ہیں اور عقل کے پیمانے پر بھی پورے اترتے ہیں۔ اگر میں ان ملفوظات پر تبصرہ کروں تو ہر جملے پر کئی صفحات بن جائیں مگر پھر بھی حق ادا نہ ہوگا کیونکہ اللہ کے ولی کی زبان سے جو کلمات جاری ہوتے ہیں وہ عام فہم ہونے کی وجہ سے بظاہر آسان معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں اس طرح کا کلام کرنے یا اس کی تشریح کرنے کے لیے ہر کسی کا قلم حق ادا نہیں کر سکتا بلکہ یہ انہی کا حق تھا اور انہی کو زیبا ہے۔

''مفتاح الکنز'' میں مخاطبین کو مختلف سوالات کرنے والوں اور نئے مریدین کو جس طرح سمجھایا گیا ہے اور تعلیم دی گئی ہے وہ ان میں سے ہر ایک کے حال کے مطابق ہے اور اس تعلیم و تربیت کا ہر پہلو نبی اکرم ﷺ کی سچی غلامی، اطاعت اور والہانہ عشق و محبت کے ساتھ مربوط ہے۔

خاکپائے اولیاء

**مفتی ضمیر احمد ساجد**

فاضل درس نظامی تنظیم المدارس

ایم اے۔ عربی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

اسلام آباد

## عرضِ مؤلف

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے وجود خلقِ خدا کے لیے نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے فیض کا سلسلہ ان کی ظاہری زندگی تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کی فیض رسانی کا سلسلہ اُن کی زندگی ختم ہوجانے کے بعد بھی مختلف صورتوں میں جاری رہتا ہے۔ ان میں ایک ذریعہ اُن کا کلام ہے جو کتابی صورت میں جمع کیا گیا ہو یا اُن کی تصانیف کی صورت میں موجود ہو۔ نہ جانے کتنی تعداد میں آج تک اولیائے کرام کے ملفوظات، مکتوبات اور تصانیف ہر دور کی ضرورت کے مطابق خلقِ خدا کی راہنمائی کا سامان مہیا کررہے ہیں۔ ملفوظات کی صورت میں جمع کیا گیا کلام کسی ایک عنوان پر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ایک درجے کے لوگوں سے خطاب ہوتا ہے بلکہ اس میں ہر قسم اور موقع کی مناسبت سے مختلف درجات کے لوگ مخاطب ہوتے ہیں۔

میں نے جب سے حضرت صاحب کی غلامی میں اپنے سفر کا آغاز کیا مجھے مختلف مجالس اور مواقع پر حضرت صاحب کی گفتگو کے اقتباسات لکھنے کا شوق تھا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ حضرت صاحب کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے جملوں کو من وعن لکھ سکوں کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر لکھی تحریروں کے مجموعے کو اپنے بچوں کے لیے جمع کر کے رکھنے کا ارادہ تھا۔ اُس وقت یہ ارادہ نہیں تھا کہ کسی دور میں ان تحریروں کو کتابی شکل دی جاسکے گی۔

جس طرح ہم نے اپنے والدین سے حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے



ارشادات سنے تھے۔ اسی طرح میں صرف اپنے بچوں کو حضرت صاحب کے ملفوظات پہنچانا چاہتا تھا۔ اللہ کا شکر ہے یہ خزانہ میرے بچوں کے علاوہ ہر پیر بھائی اور اُمت مسلمہ کے ہر اُس فرد جو معرفت خداوندی اور قرب رسول ﷺ کی تڑپ رکھتا ہے، کیلئے کام آ گیا ہے۔

یہ کتاب علماء کرام کے علم میں اضافہ کا باعث شاید نہ بن سکے۔ میرے جیسے عام آدمی کے شوق میں اضافہ ضرور کرے گی۔ اور یہی میرا مقصد بھی ہے۔ تصوف کی کتابوں میں یہ جملہ میں نے پڑھا ہے کہ مشائخ کے ملفوظات اہلِ محبت کے لیے صحبت معنوی کا حکم رکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری مہروی قدس سرہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے مریدین کو یہ حکم دیتے تھے کہ ہر ایک پیر کا کوئی کلام یاد کرلو۔ اگر ایسا نہ کرسکو تو اُن کا نام ہی یاد کرلو تاکہ اس سے فائدہ اٹھا سکو۔ اور شہنشاہِ نقشبند حضرت خواجہ بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ محمد پارساء رحمۃ اللہ علیہ ظاہری کمالات کے باوجود حضرت خواجگان قدس اللہ ورحمہم کے رسالوں کو ہمیشہ ساتھ رکھا کرتے تھے اور فرماتے کہ ان کلماتِ قدسیہ کا ہمیشہ ساتھ رکھنا اور ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

مجھے اہلِ علم حضرات سے یہ امید ہے کہ وہ اس کتاب کے اندر پائی جانے والی غلطیوں کو میرے ساتھ ہی منسوب رکھیں گے اور ہر قدم پر میری اصلاح کے لیے مجھے آگاہ کرتے رہیں گے۔ میں نے چونکہ زندگی کا ایک حصہ حضرت صاحب کے ساتھ گزارا ہے۔ اس لیے میں اپنے اوپر یہ ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ کل نہ سہی کچھ تو نئے آنے والے ساتھیوں کے لیے لکھ دوں۔ اگر آپ حضرات کا تعاون میرے حوصلوں کی توانائی کا باعث بنتا رہا اور آپ کی نشاندہی اور تجاویز کا سلسلہ جاری رکھنے پر

ہم دوسرے ایڈیشن میں وہ غلطیاں درست کرلیں گے۔ کتاب کی معمولی غلطی بھی ''محرم'' کو ''مجرم'' بناسکتی ہے۔اس کارِخیر میں خصوصی طور پر میں حضرت علامہ مولانا محمد الطاف نیروی صاحب (امام و نائب خطیب مسجد داتا دربار رحمۃ اللہ علیہ، ) حضرت مولانا محمد عدیل یوسف صدیقی صاحب (خطیب جامع مسجد محی الدین) فیصل آباد اور اپنے انتہائی محبت والے ساتھی محمد شریف ڈار صاحب اور چوہدری محمد واجد صاحب کا بے حد شکرگزار ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور مالی تعاون فراہم کیا اور ان علمائے کرام کا احسان مند ہوں جنہوں نے تقاریظ کی صورت میں اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔ اپنے دربار کے جمیع عالی قدر پیران عظام کی دعا وتوجہ کی ہرلحہ ضرورت ہے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ عالم پیر ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی لکھنے کا کام جاری ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اُن کے حالاتِ زندگی شامل کر دیئے جائیں گے۔اپنی تجاویز تحریری طور پر بھیجیں مجھے انتظار رہے گا۔

طالب دعا: خلیفہ محمد انیس صدیقی

سجادہ نشین دربار عالیہ لہڑی شریف

خادمِ دربار عالیہ نیریاں شریف

آزاد کشمیر



# نیریاں کا نیّرِ طریقت

براعظم ایشیاء میں جموں کشمیر کو بڑی شہرت و اہمیت حاصل ہے۔ یہ جنت نظیر علاقہ بین الاقوامی سیاحوں کا مرکز ہے۔ یہاں کے باشندے صوری ومعنوی، حسن و جمال کے مرقع اور علوم جدیدہ وقدیمہ سے مرصع ہیں تاریخی اعتبار سے یہ علاقہ اسلام کے لئے بڑا زرخیز ثابت ہوا ہے۔

اس پر پہاڑ وادیاں اولیاء کرام کے مزارات، خانقاہیں، مدارس اور مساجد شاھد و عادل ہیں۔علمائے اسلام نے تمام وادی کشمیر کو اپنے علوم وفنون سے خوب مستفیض فرمایا ہے یہاں کے لوگ نہایت محنتی اور جفاکش ہیں زیادہ تر تجارت سے وابستہ ہیں یہی وجہ ہے کہ بیرونی ممالک میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہے جو اپنی معیشت کو بڑی استقامت سے ٹھوس بنیادیں مہیا کر چکی ہے۔ ریاست جموں کشمیر کے اکناف واطراف میں متعدد ملک پائے جاتے ہیں۔ 1947ء میں اس پرسکون خطہ کو دوحصوں میں تقسیم کر دیا گیا جو مقبوضہ اور آزاد کشمیر کے نام سے معروف ہیں مقبوضہ کشمیر کے لوگ بھارت سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لاکھوں مسلمان شہادت کا جام نوش کر چکے ہیں۔ دیکھئے ان مظلوموں کے لئے آزادی کا سورج کب طلوع ہوتا ہے۔

بہرحال ایک نہ ایک دن رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو

آزاد کشمیر میں ایک ایسا مقام بھی ہے جسے اب ''نیریاں شریف'' کے نام سے شہرت تامہ حاصل ہے جسے کل تک کوئی جانتا بھی نہ تھا آج اپنی بلند وبالا پہاڑیوں

کی طرح تاریخ میں روحانیت کے بلند مقام پر فائز ہو چکا ہے۔ اس کی شہرت و ناموری کا باعث قدوۃ العارفین، برہان الواصلین، عارف باللہ، حضرت پیر خواجہ غلام محی الدین غزنوی قدس سرہ العزیز تاجدار اعلیٰ آستانہ عالیہ نقشبندیہ، نیریاں شریف کی ذات ستودہ صفات ہے، جن کے قدوم میمنت لزوم نے اسے روحانیت کا بحرِ بے کنار بنا دیا، تین لاکھ سے زائد بندگان خدا کو آپ سے بیعت و ارادت کا شرف نصیب ہوا بکثرت اہلیت کے حامل مریدوں کو خلافت و اجازت کی دولت روحانی سے شاد کام کیا۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی ﷫ کے وصال کے بعد بالاتفاق شاہزادگان، متعلقین خاص نے حضرت پیر طریقت، رہبر شریعت صاحبزادہ والا شان خواجہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی نقشبندی مجددی غزنوی دامت برکاتہم العالیہ کو مسند سجادگی کا شرف بخشا، پھر اپنے والد ماجد اور مرشد حقانی کے فیوض و برکات کی اس نہج سے تقسیم شروع کی کہ نہ صرف کشمیر پاکستان بلکہ بین الاقوامی سطح پر حلقہ ارادت وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ ممالک اسلامیہ کے علاوہ مغربی ممالک خصوصاً برطانیہ، جرمنی، فرانس، امریکہ، ڈنمارک وغیرہ میں آپ کی روحانیت سے نہ صرف مسلمان مستفیض ہو رہے ہیں بلکہ بے شمار غیر مسلم بھی آپ کی شخصیت جمالی و مثالی سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

پیر طریقت حضرت صاحبزادہ علاؤ الدین صدیقی دامت برکاتہم العالیہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ غزنویہ نیریاں شریف، جملہ علوم و فنون جدید و قدیمہ کے جلیل القدر عالم و فاضل ہیں آپ کے اساتذہ کرام میں پاک و ہند کے نامور علمی شخصیات شامل ہیں۔ جن سے آپ نے درس نظامی کی جملہ کتب معقول و



منقول، اصول و فروع، احادیث اور تفاسیر کو بڑی مستعدی اور کامیابی سے پڑھ کر دستار ہائے فضیلت اور اسناد ہائے مبارک حاصل کیں، یہاں صرف بطور تبرک صرف دو عظیم المرتبت ہستیوں کے نام درج کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ جن کی علمی وجاہت و ثقاہت کا شہرہ چہار دانگ عالم میں گونج رہا ہے۔

(1) حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی ﷫ جنہوں نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وزیر آباد ضلع گجرات کو علمی مستقر بنائے رکھا اور پھر ایک حادثہ میں شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے آپ کا مزار پُر انوار وزیر آباد میں مرجع انام ہے۔

(2) دوسری بڑی شخصیت محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب چشتی قادری رضوی ﷫ ہے جن کے قدم میمنت لزوم سے فیصل آباد کی تقدیر بدلی سنیت کا علمی مرکز ظہور پذیر ہوا۔ حضرت قبلہ صدیقی صاحب مدظلہ کو محدث اعظم پاکستان ﷫ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے کی سعادتِ ابدی نصیب ہوئی اور فراغت کی دستار انور و سند منور سے بہرہ مند ہوئے۔ محدث اعظم پاکستان کا مزار پُر انور فیصل آباد میں فیوض و برکات روحانی سے نواز رہا ہے۔

## ملفوظاتِ طیبات

تاریخِ اسلام میں ملفوظات مشائخ عظام کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ سلسلہ آغازِ تصوف کے وقت سے ہی چلا آرہا ہے۔ بزرگانِ دین جنہیں قرآن کریم میں صالحین، صادقین، یا مومنین، صدیقین، عابدین، زاہدین، ساجدین، ذاکرین، صابرین، متقین اور اولیائے کرام کے اوصافِ حمیدہ سے متعارف کرادیا ہے یہی وہ پاکباز، انعام یافتگان ہیں، جن کے نقشِ قدم پر چلنے کی تحریک دلائی گئی ہے۔

ان کا سایہ ایک تجلی، ان کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر سے گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

انہیں کے نقشِ قدوم کو صراطِ مستقیم قرار دیا گیا اور ارشاد ہوا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: (ہم کو سیدھا راستہ پر چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا)۔

انہیں انعام یافتگان کی قیل وقال، بات چیت، گفتگو، بیانات، خطبات، پند ونصائح، کلمات مبارکہ کو ملفوظات طیبات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خطبات، ملفوظات اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان کے نام ہی درج کرنا کسی بھی صاحبِ قلم کے بس کی بات نہیں، اس لئے اکابر کے ملفوظات گراں مایہ سے صرف نظر کرتے ہوئے، ممدوح علماء ومشائخ، پیر طریقت سالک راہ حقیقت، ساقی جام عرفان، حضرت الحاج صاحبزادہ پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات طیبات کے متعلق چند تاثرات قلبی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔



## قارئین کرام

حضرت قبلہ پیر علاؤ الدین صدیقی مدظلہ نے عوام وخواص کی رہنمائی کے لئے اپنے ملفوظات طیبات کو نہایت آسان اور سہل زبان عطا فرمائی ہے اس لئے حکم ہے۔
(لوگوں کی فہم وفراست کے مطابق بات کرو۔)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے جس رسول کو جس قوم کی طرف بھیجا اسی قوم کی زبان عطا فرمائی''

چنانچہ حضرت پیر صاحب کے بھی بیانات، خطابات میں یہی معمول ہے۔ ملفوظات کے جامع محمد انیس صدیقی نے نہایت چابکدستی، ہوشمندی، ایمانداری اور دیانت سے آپ کے کلمات کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی سعی جمیلہ فرمائی۔ جو قابل صد تحسین وستائش ہے۔

آپ کے ملفوظات عظیمہ آسان وسہل ہونے کے باوجود علوم وعرفان کا عمیق سمندر دکھائی دیتے ہیں۔ شریعت وطریقت اور تصوف واستحسان کے مسائل باتوں ہی باتوں میں حل ہوتے نظر آرہے ہیں۔ جب ان کی گہرائی میں جھانکیں تو علمی آبشاریں پھوٹتی دکھائی دیتی ہیں اس دور میں آپ کے یہ ملفوظات مبارکہ قرآن وحدیث، فقہ وقانون کا خلاصہ ہیں۔

جدید مسائل کو عقلی ومنطقی طور پر ایسے حل کیا گیا ہے کہ صاحب ذوق قارئین کے دل ودماغ کو پراگندہ نہیں ہونے دیا بلکہ ملاحظہ کر کے ہی ان کی دینی ودنیوی الجھنیں دور ہوتی جائیں گی، اور خیالات فاسدہ کی تطہیر ہوتی ہے ان کی اشاعت

وطباعت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کے ان ملفوظات کو حرزِ ایمان وایقان بنائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات مادی وروحانی سے زمانے کو بہرہ مند فرمائے۔ آمین ثم آمین

بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارك وسلم

فقط

محمد منشا تابش قصوری جامعہ نظامیہ رضویہ

داتا کی نگری لاہور، پاکستان
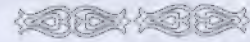
# تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

راقم الحروف نے خلیفہ محمد انیس صدیقی نقشبندی کی تحریر ''مفتاح الکنز'' بعنوان ملفوظات صدیقیہ کا سرسری مطالعہ کیا۔ موصوف کی کاوش قابل صد ستائش ہے یہ ترتیب وتدوین جس جانفشانی لگن اور محنت کی متقاضی ہے اُس میں موصوف نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دُعا ہے کہ ربِّ کائنات اس سعی جمیلہ کو سعی مشکور بنائے اور عمل کو عمل مقبول بنائے۔ آمین۔

''مفتاح الکنز''! ایک بحر بے کراں ہے جس میں نہ صرف کئی ایک موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ بلکہ اس میں اُن رازہائے خفتہ کو مشاہدات کا رنگ دے کر بیان کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے زنگ آلود قلب بھی اُس کے مشاہدہ کی جھلک سے کسی نہ کسی حد تک محسوس کرلیتا ہے اور زبان حال سے بول اٹھتا ہے۔

''کہ شنیدہ، کے بود مانند دیدہ''

معرفت الٰہی سب سے بڑا انعام خداوندی ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے معرفت کے وہ دریچے جو حال تک در پردہ تھے۔ اُن پر جناب حضرت قبلہ پیر علاؤالدین صدیقی صاحب نے جس عاشقانہ، عارفانہ اور سہل انداز سے بیان فرمایا ہے وہ اس حدیث قدسی کا مصداق بن رہا ہے۔

''جب کوئی بندہ میرے ذکر کے سبب میری قربت حاصل کرلیتا ہے میں پہلے ہی اُس کے قریب ہوتا ہوں اس قربت کے سبب وہ میری ذات کا عاشق ہوجاتا ہے پھر میں اُسے اپنے عشق کی تلوار سے قتل کردیتا ہوں پھر مجھ پر واجب ہوجاتا ہے کہ میں اُسے بقا کی زندگی نصیب کردوں''

زیر نظر تحریر قبلہ موصوف نے عشق کے دریا میں غوطہ زن ہوکر جو انمول موتی چُن کر اُن کو کتابی صورت دے کر اُمت مصطفیٰ کریم ﷺ کے لئے تحفہ پیش کیا ہے۔

یہ انمول تحفہ نہ صرف ظاہری رہنمائی کر رہا ہے بلکہ انسان کے قلب، باطن میں بھی متلاشیانِ حق کی جستجو پیدا کرنے کے لئے اکسیر کا کام دے رہا ہے، ایسی الہامی گفتگو ماسوائے روشن ضمیر اور خدا رسیدہ انسان کے ممکن ہی نہیں ۔ معرفت وعرفان سے لبریز ان ملفوظات پر تبصرہ صرف کوئی صاحب بصیرت ہی کر سکتا ہے ۔ تاہم راقم الحروف اسی درگاہ کا سگ ہونے کی حیثیت سے ان ارشادات گرامی کو متاع بے بہا قرار دیتا ہے جن کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے تیراک اور غواص کی ضرورت ہوتی ہے تاہم اگر عوام بھی اس کا مطالعہ کریں تو یقیناً بفضل تعالیٰ عشق الٰہی سے مزین کلمات سے اُن کے قلب وروح میں بیداری پیدا ہو سکتی ہے اور یہی کل قیامت کے دن نجات کا موجب بن سکتے ہیں ۔ موصوف جس انداز سے نورانی تعلیم کو مجالس میں بیان فرماتے ہیں محسوس یہ ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے علم وعرفان کے دفاتر کھول کر سامنے رکھ دیئے ہیں ۔ عشق رسول ﷺ سے مزین کلمات جب سامعین کے دل وکانوں پر عشق کے موتی بن کر برستے ہیں تو ہر آنکھ مشاہدہ کر سکتی ہے کہ وہ عشق کے موتی آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں چھلک پڑتے ہیں اور مجالس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے ۔ اور غافل دل معارف گاہ بننے لگتے ہیں ۔ یہ فیضان ہے مرشد گرامی کے اُس نورانی کلام کو جو عشق کے رنگ میں خود مزین اور ہر ہمراہی کو اُس کی کچھ رنگت عطا کر دیتے ہیں ۔ دعا ہے کہ فیضان نظر مریدین کے نصیب ہوتا رہے اور اس صاحب نظر کا علم وعرفان جو معرفت الٰہی کے سانچے میں ڈھل کر اُمت کو بھی اس رنگ سے رنگ رہا ہے ۔
اَبَدُ الْاٰبَادْ تک سایہ فگن رہے اور عمرِ خضر پا کر حیاتِ جاودانی کا روپ دھار لے آمین

احقر العباد

پرنسپل، سردار محمد عارف خان ایم اے ۔ بی ایڈ

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

## تخلیقِ انسانی

مشہور روایت کے مطابق انسانی جسم کی تعمیر آگ، ہوا، مٹی اور پانی سے ہوئی ہے ۔ آگ کا جوہر، پانی کا جوہر، ہوا کا جوہر یکجا کر کے ان کے ساتھ انسان کا وجود تیار کیا گیا ہے ۔ بقدرِ ضرورت ان چاروں اجزا کا جوہر ملا کر بشری ڈھانچے کی تکمیل کی گئی ہے پانی کا جوہر موجود ہونے کے باوجود انسان کو آبی نہیں کہا جاتا ۔ آگ کا جوہر موجود ہونے کے باوجود کوئی انسان کو ناری نہیں کہتا ۔ ہوا کا جوہر موجود ہونے کے باوجود اس کو کوئی ہوائی نہیں کہتا بلکہ جب بھی انسان کا ذکر کیا جاتا ہے، تو اسے مٹی کے ساتھ منسوب کر کے خاکی کہا جاتا ہے ۔ ایک جوہر کا تذکرہ اور تینوں سے اعراض؟ بظاہر چار اور تذکرہ صرف ایک جوہر کا کسی حکم کا تقاضا کرتا ہے ۔ آگ کا جوہر رکھنے کے باوجود اس کا تذکرہ نہیں ۔ اس لیے کہ آگ میں تکبر نخوت ہے ۔ پانی میں بغاوت ہے، ہوا میں شرارت ہے ۔ اس لیے یہ تینوں جواہر موجودگی کے باوجود مذکر نہیں ۔ صرف جوہر خاک پیش نظر رکھا گیا اس میں حکمت ہے ۔ پانی میں قرار نہیں جو چیز اس کے حوالے کی جائے اس کو فنا کر دیتا ہے ۔ مٹی میں وفا، عاجزی اور امانت داری ہے ۔ جو چیز اس کے حوالے کی جائے وہ اسی طرح محفوظ رہے گی ۔ اسی لئے جوہر خاک غالب رکھا گیا ہے ۔ تاکہ بندہ عاجز اور وفادار

رہے اور حق نیابت ادا کرتا رہے۔ عجز سجدے کی تلقین کرتا ہے وفا جو چیز ملے اس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت حضرت انسان کو عطا فرمائی۔ اس لیے کہ اس میں عاجزی بھی ہے اور وفا بھی۔ جس وجود پر جوہر خاک غالب ہے اس پر سجدے غالب ہیں اور جس وجود پر دوسرے جواہر میں سے کوئی چیز غالب آ گئی اس میں اُسی کی خاصیت ظاہر ہو گی، ایسے وجود میں امن، قرار، تسکین، چین، نام کی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی۔ چین عاجزی میں اور سکون سجدہ ریزی میں ہے وفا کا تقاضا ہے کہ عجز کو محفوظ رکھ کر جس مالک الملک کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہے اس کا وفادار رہا جائے۔ وفا کا تقاضہ ہے کہ جو حکم ملے اس پر عمل کیا جائے جس بات سے روکا جائے اس سے باز رہا جائے جس پر عمل کا حکم ہے اس پر ہمیشہ مامور رہے، اپنے مزاج پر عجز کو غالب رکھے، آدمی اپنی نماز کا آغاز کرتا ہے اس کے منہ سے جو پہلا کلمہ نکلتا ہے وہ ہے اللہ اکبر اس کا لفظی ترجمہ ہے۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ اس سے کوئی بڑا نہیں گویا جو سب سے بڑا ہے وہ اللہ ہے۔ اللہ اکبر اپنی زبان سے کہنا کہ وہ سب سے بڑا ہے اور پھر اس کی موجودگی میں اپنی ذات کو بڑا ظاہر کرنا۔ گویا کہنا کچھ اور ہے عمل کچھ اور ہے جب اللہ اکبر کہہ دیا تو اس کے مطابق عمل کریں۔ لفظ اللہ اکبر بندے کے لیے عجز پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی بڑائی کا اقرار کر دیا اس کے سامنے عاجزی ہی بندے کا زیور ہے۔ دل ایک ایسی شے ہے کہ جناب رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حج کرنے کے باوجود اگر دل میں پاکیزگی نہیں آئی تو اس حج سے تیرے لئے بہتر ہے کہ تنہائی میں بیٹھ تا کہ دل کی پاکیزگی کا مرحلہ طے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ دِل میں اپنا نور اتارے، حج کرنے سے دل پاک کر لینا بڑی بات ہے۔ اس لئے کینہ، بُغض، حسد، تکبر



برے تصورات دل و دماغ سے دور رکھیں تا کہ اللہ کا ذکر دلوں میں قرار پکڑے۔ اَللہ ھُوْ کے ذکر کی کثرت کریں تا کہ ذکرِ خدا کا نور باطل چیزوں کو جلا کر دل کو صاف کر دے۔ ذکر کی کثرت بندے کی بندہ نواز کے ساتھ، ذاکر کی اپنے مذکور کے ساتھ محبت کی پہچان ہے۔ اس لئے کثرت سے ذکر کریں۔ بالخصوص صحت کا زمانہ، جوانی کا دور اس دور میں کثرتِ ذکر اس طرح ہے جس طرح موسمِ بہار میں پتھروں کے علاوہ ہر شے پر جوانی کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ پتھر جس طرح ابتداء میں ہوگا ایسا ہی آخر تک رہے گا لیکن پتھر کے علاوہ جتنی جگہ ہے۔ بہار اس میں اثر کرتی ہے۔ جن دلوں میں تھوڑی سی بھی نورانیت و ایمانی صلاحیت موجود ہوتی ہے جب ان سے حجابات اٹھتے ہیں تو غیب سے اللہ اور اللہ کے محبوب کی رحمتیں برسنا شروع ہو جاتی ہیں دلوں کی کھیتیوں پر رحمت بہار بن کر چمکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے دلوں کی فضاء کو ہموار رکھیں۔ ذکر اللہ کی کثرت کریں۔ مسجدوں میں، گھروں میں، تنہائیوں میں مجلسوں میں ذکر کے حلقے قائم کریں۔ ذکر اس انداز سے جاری رکھیں کہ مزدوری، کاروبار، تجارت سارے سلسلے قائم رہیں اور ذکر خدا بھی جاری رہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا چراغ بھی روشن رہے، عاجزی اور وفاداری کو اپنی زندگی کا جزوِ عظیم سمجھیں اس کے بغیر زندگی ایک ادھوری، بے نور اور ایک نامکمل زندگی ہے۔ ذکر، فکر اور بندگی والے انسان کو مالک حقیقی کی رضا ملتی ہے۔ اپنی روحانیت کو پاک کریں جسم کو دھو لینا، اچھے کپڑے پہن لینا، خوشبو لگا لینا، یہ کمال نہیں دوستو! دل، دماغ اور روح کو پاک کر لینا کمال ہے جن لوگوں کے دل، روح اور دماغ پاک ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ بڑی آبرو اور عزت ہے۔ اس لئے اپنا آپ اپنے رب کی طرف

متوجہ کریں۔ اور اپنا شیخ جو ارشاد فرمائے اس پر پہرہ دیں تاکہ دنیا و دین دونوں سنور جائیں۔ دنیاوی معاملات میں تھوڑی سی کمی آجائے تو پریشانی ہوتی ہے۔ لیکن دین کے معاملے میں جتنا بڑا نقصان ہو جائے حرص و ہوس میں ڈوبا ہوا انسان اس نقصان پر تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ دنیا کے معاملے میں تھوڑی سی کمی آجائے تو دل و دماغ کو بڑی بے چینی، بڑا اضطراب، بڑا قلق ہوتا ہے۔ کیونکہ جس چیز کے ساتھ انسان پیار کرے جب اس میں کمی آئے تو دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارا پیار چونکہ دنیا کے ساتھ ہے اس لئے اس کمی سے دل بے چین اور اس کے اضافے سے دل کو سکون ملتا ہے۔ اللہ کے ساتھ پیار کریں تاکہ کسی وقت دنیا کم ہو بھی جائے تو دل کو تکلیف نہ ہو۔ رب العالمین کے ذکر کو دل میں جگہ دیں تاکہ دین و دنیا دونوں سنورتے چلے جائیں۔

بمقام خود

سالانہ تبلیغی دورہ 1982ء بجیرہ آزاد کشمیر

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

"زندگی کی آبرو سجدوں کی کثرت سے ہے۔ قیامت
میں سب سے پہلے سرکارِ دو عالم ﷺ نمازی کو اپنا
اُمتی ہونے کا سرٹیفکیٹ دیں گے"



# اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ

صرف کیفیت دل کو درست و ہموار کرنے کے لئے جس اہم چیز کی ضرورت ہے وہی زیرِ عمل رہے گی اور نفس لوّامہ اور نفس امّارہ کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے جو چیز صدیوں کے تجربے سے ثابت اور اہلِ باطن کے معمولات میں ہے وہی آپ کی خدمت میں رکھی جائے گی اور وہ ہے ذکر اللہ۔

ایک بات یاد رہنی چاہیے کہ خداوند کریم کی بے پناہ، بے حد و حساب بلکہ آپ کے اور میرے تخمینے سے بھی بہت زیادہ مخلوق ہے۔ اور اس طرح اس کی صفات کی بھی کوئی حد نہیں اور نہ ہی اس کی قدرتوں کی کوئی حد ہے۔ لیکن ایک بات جو دقیق فکر اور حسین و عمیق مطالعے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح اس کی مخلوق بے حد و حساب ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے حد و حساب اور ہمارے تخمینے سے بہت زیادہ ہیں۔ ساری مخلوق دیکھو تو اس میں خداوند عالم کی صفات نظر آئیں گی باریکی میں قدم رکھنے سے پہلے ایک بنیادی بات ذہن میں رکھیں۔ زمین دیکھو تو اللہ کی قدرت، آسمان دیکھو تو اللہ کی قدرت، چاند و سورج دیکھو تو اللہ کی قدرت، اُچھلتا پانی دیکھو تو اللہ کی قدرت، بہتا ہوا دریا دیکھو تو اللہ کی قدرت، تڑپتی لہریں دیکھو تو اللہ کی قدرت، عرشِ عظیم دیکھو تو اللہ کی قدرت، مور و مگس دیکھو تو اللہ کی قدرت، اونٹ دیکھو تو اللہ کی قدرت، ہاتھی دیکھو تو اللہ کی قدرت، شیر دیکھو تو اللہ کی قدرت، ایک چیونٹی سے بھی چھوٹی نہ نظر آنے والی مخلوق سے لے کر بڑی سے بڑی مخلوق تک جہاں جہاں آپ کی نظر جائے گی دیکھو تو اللہ کی قدرت نظر آئے گی۔ لیکن جب انسان پر نظر

پڑے گی تو محبتِ الٰہی کے جلوے نظر آئیں گے۔ معلوم ہوا کہ ساری کائنات اللہ رب العالمین کی قدرت کا مظہر ہے اور انسان اللہ کی محبت کا مظہر ہے۔ ہر مخلوق میں اللہ کریم نے اپنی جدا جدا قدرتیں رکھی ہیں۔ لیکن انسان میں اپنی قدرتیں اور اپنی صفتیں رکھنے کے بعد جو چیز سب سے نمایاں ہے اور کسی مخلوق میں نظر نہیں آتی وہ ہے اللہ کی محبت۔ معلوم ہوا کہ انسان کامل وہ ہے کہ جس کو دیکھو تو محبت خدا نظر آئے۔ انسان محبت الٰہی کا مظہر ہے۔ جس طرح گیس جلے گا تو روشنی نظر آئے گی، بادل برسے گا تو پانی نظر آئے گا، بہار آئے گی تو پھول پتیاں شگوفے نظر آئیں گے، خزاں آئے تو ہر شے پر افسردگی اور موت طاری نظر آئے گی۔ بہار زندگی کا سماں پیش کرتی نظر آئے گی۔ جو چیز جس سے متعلق ہے وہ نظر آنے سے متعلقہ چیز خود بخود ذہن میں آجاتی ہے اونٹ پر نظر پڑے تو رب فرماتا ہے۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔

دیکھو میں نے اونٹ کو کیسا بنایا ہے۔ مخلوق کی جس جس قسم پر نظر دوڑاتے جاؤ گے رب کریم اپنی قدرتوں کا اظہار فرماتا نظر آئے گا اور جب انسان کی باری آئی تو رب نے فرمایا دیکھو یہ میری محبت کا شاہکار ہے۔ جو چیز جس مقصد کے لئے بنی ہے اسے دیکھ کر متعلقہ مقصد یاد آتا ہے۔ انسان اُنس سے بنا ہے اور اُنس محبت کا نام ہے۔ رب فرماتا ہے:

اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَا سِرُّہٗ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

میری قدرتوں میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ضرور غور و فکر کرو لیکن انسان



میرے رازوں میں سے ایک راز ہے یعنی میں انسان کی حقیقت کا راز ہوں اور انسان میری قدرت میرے جلوؤں اور میری محبت کا ایک راز ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے:

مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَہٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّہٗ

جس نے اپنی حقیقت پہچان لی اس نے رب کو پہچان لیا۔ گویا جس نے اپنا آپ پہچان لیا رب نے اس سے پردے ہٹا دیئے۔ یہ بات غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کئی لاکھ پردوں میں ہے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ پردے رب پر غالب آگئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ انسان خود ستر ہزار پردوں میں ہے اور جب انسان کو اپنی حقیقت سے آگاہی ہو گئی اُس نے مقصد تخلیق کی تکمیل کی طرف توجہ دینا شروع کی تو ارتفاع حجابات کا عمل آہستہ آہستہ شروع ہو گیا۔ آپ نے کبھی غور کیا پردے چاک کیونکر ہوتے ہیں۔ انسان اپنا آپ کس طرح پہچانتا ہے اور انسان، انسان کب بنتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ لاکھ مخلوق بنائی اور تمام مخلوق کا جوہر اکٹھا کر کے انسان کے اندر رکھ دیا۔ اس مخلوق میں کوئی عرشی ہے، کوئی خلائی ہے، کوئی صحرائی ہے، کوئی دریائی ہے، کوئی زمین کے اندر ہے، کوئی زمین کے اوپر ہے، کوئی سدرۃ المنتہٰی پر ہے، کوئی آسمان پر ہے، کوئی آسمانوں کے درمیان ہے، کوئی کہیں اور کوئی کہیں۔ یہ شجر یہ حجر اور کائنات کا ذرہ ذرہ ایک دو تین کر کے شمار کرو تو اٹھارہ لاکھ بنتے ہیں۔ گویا جس نے ایک انسان کے وجود کی تحقیق کی اس نے اٹھارہ لاکھ مخلوق کے جوہر کو انسان کے اندر پایا۔

یا یوں کہیے کہ جس کی نظر نور الٰہی سے کھل گئی اور انسان پر نظر دوڑاتا گیا ساری مخلوق کا ایک ایک حصہ اس نے انسان کے اندر پایا، کیوں؟ ساری مخلوق کو تمام

جہان میں تلاش کیا جائے یہ ناممکن ہے۔ ہم نے ساری مخلوق کو تفصیل بنا کر انسان کو اس کا اجمال بنا دیا ہے۔ ساری کائنات کا مشاہدہ کرنا ہے تو ایک کامل انسان کو بغور دیکھو سارا جہان اس میں نظر آ جائے گا۔ اسی لئے انسان کامل جب آنکھیں بند کرتا ہے تو عرش عظیم سے آگے گزر جاتا ہے اس کے لئے کوئی حجاب نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جواہر اس کے اندر موجود ہیں، علوی جوہر اس کے اندر موجود ہے۔ رہے فرش پر اور گذرے عرش سے اس لئے کہ عرش کا جوہر بھی اس کے اندر اور فرش کا جوہر بھی اس کے اندر موجود ہے یہ یہاں رہے تو فرشی ہے اور وہاں رہے تو عرشی ہے۔ دونوں جہان کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ جس کو انسان نظر آ گیا ہے اس کو رحمٰن نظر آ گیا ہے اور جس کو رحمٰن نظر آ گیا وہ انسان انسان کامل ہو گیا۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: (جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

یہ مت گمان کرو کہ آگ، ہوا، مٹی اور پانی کا مجموعہ انسان ہے۔ یہ انسان نہیں ہے۔ آپ جگ کے اندر پانی ڈالتے ہیں جگ کو پانی کیوں کہتے ہیں۔ (جیسے کہا جاتا ہے یہ ایک جگ ہے) پانی اور چیز ہے جگ اور چیز ہے۔ آپ پلیٹ میں کھانا ڈالتے ہیں پلیٹ اور چیز ہے کھانا اور چیز ہے۔ اے انسان یہ آگ، ہوا، مٹی، پانی کے ساتھ بنایا ہوا مکان یہ تیری عارضی رہائش گاہ ہے تو نہیں ہے تو اس میں مکین ہے۔ مکین اور چیز ہے مکان اور چیز ہے۔ تمہارا باطن اور ہے تمہارا ظاہر اور ہے۔ یہ وجود اصل انسانیت کے لئے بنایا گیا ایک برتن ہے۔ انسان اور ہے انسانیت اور ہے اصل



انسانیت اللہ کی محبت ہے جس انسان کے اندر اللہ کی محبت آ گئی وہ اللہ کے قریب چلا گیا، یہی مراد ہے اللہ کریم کے اس فرمانِ عالی شان کے اندر۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ترجمہ: اللہ کی طرف محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں

انسان کے اندر اٹھارہ لاکھ مخلوق کی کشش موجود ہے کہیں سفلی کشش ہے، کہیں علوی کشش ہے، کہیں پستی کی کشش ہے، کہیں بلندی کی کشش ہے، کہیں نفس کا رجحان ہے، کہیں روح کی تمازت ہے، کہیں قلب کی بے قراری ہے، کہیں جسم کی اضطراری ہے، کہیں ظاہر کا غلبہ، کہیں باطن کا غلبہ، کہیں حیوانی غلبہ، کبھی شہوانی غلبہ، کبھی شیطانی غلبہ، کبھی رحمانی غلبہ، ہر چیز سے جان چھڑا کر ایک مرکز کی طرف جانے کے لئے خداوند کریم نے آپ کو بنیاد دی ہے اور وہ ہے محبت اس لئے کہ محبت محبوب کے سوا کسی کو سامنے نہیں رہنے دیتی۔

اَلْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ مَا سِوَى اللّٰهُ

ترجمہ: عشق ایک آگ ہے جو اللہ کے سوا ہر ایک کو جلا دیتی ہے۔

عشق وہ آگ ہے کہ اپنے محبوب کے سوا جو چیز اس کے سامنے آئے جلا کر رکھ کر دیتی ہے اسی لئے جناب رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ے

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

ترجمہ: اے عشق تو سلامت رہے ایک میں رہ گیا ایک میرا محبوب رہ گیا۔ اس پر

حضرت عطار بولے سن! میری بات

؎

کفر کافر را و دین دیندار را

ذرہَ دردِ دل عطار را

ترجمہ: فرمایا کفر کافر کو دے، دین دینداروں کو دے، مجھے کچھ نہیں چاہیے، چاہیے تو بس

ذرہَ دردِ دل عطار را

پوچھا گیا اے عطار! دردِ دل کیا ہوتا ہے فرمایا بعض یہ کہتے ہیں کہ ایک تو رہے اور ایک میں رہوں۔ میں کہتا ہوں تو ہی تو رہے میں بھی نہ رہوں اس پر حضرت حسن بولے:

؎ حسن چوں مے ورزی

بر جان خود چہ مے لرزی

دریک دل نمی گنجد

غم جاں و غم جاناں

اس لئے کہ جہاں عشق آجائے وہاں اپنے آپ نہیں نظر آتا صرف محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے۔

درَ و دیوار آئینہ شد از کثرتِ شوق

ہر کجا مے نگرم روئے تُرا بینم

ترجمہ: غلبہ محبت میں درودیوار شیشہ بن گئے ہیں۔

جدھر دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔



جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو نظر آتا ہے آسمان دیکھوں یا زمین فرش دیکھوں یا عرش فضاء دیکھوں یا خلاء مکان دیکھوں یا درودیوار مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔

ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

جدھر دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ نظر آتا ہے

ترجمہ: ہر شے ایک آئینہ ہے اور اس میں صرف صورت محبوب ہی نظر آتی ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ آدھی رات کے بعد اپنے بستر سے اُٹھ کر رب کے حضور سربسجود ہو گئے۔ محل کی چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی باہر نکلے تو سوچا شاہی محل ہے۔ اس کے اوپر کون چڑھ گیا؟ پوچھا تم کون ہو؟ اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ انسانی لباس میں فرشتوں کو رب نے بھیجا تھا۔ جواب ملا اونٹ گم ہو گئے اور ہم اپنے اونٹ تلاش کر رہے ہیں۔ فرمایا اونٹ شاہی محل پر کیسے چڑھ گئے، فرشتوں نے جواب دیا: کہا دنیا کا مال ہی تو ہے نا! دنیا کے محل پر اگر دنیا کا مال نہیں چڑھ سکتا تو ہم تجھے سمجھانے کے لئے آئے ہیں کہ شاہی محلات میں بیٹھ کر رب بھی نہیں ملتا۔ اُسی وقت مال جائیداد، حکومت، تخت وتاج، جلوت وخلوت کے تمام تقاضوں سے آزاد ہو کر دریا کے کنارے جا کر ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے۔ وزراء تلاش کرتے کرتے دریا کے کنارے پہنچے۔ وقت کا بادشاہ سلطان ابراہیم ادھم اپنی گدڑی کی سلائی کر رہا تھا۔ اپنے کام میں مگن بادشاہ کو دیکھ کر سب سے مدبر وزیر قریب آکر بولا بادشاہ! تخت وتاج آپ کے انتظار میں ہے جب تک آپ زندہ ہیں کوئی آپ کے تخت کے

قریب نہیں جائے گا آپ واپس تشریف لے چلیں۔ فرمایا جو چھوڑ آیا سو چھوڑ آیا۔ اس
چند روز بادشاہی کا تصور ہی ہم نے دل سے نکال دیا ہے۔ وزیر نے کہا بادشاہ سلامت
آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ تو بادشاہی ہے ریت پر بیٹھ کر آپ کیا دیوانوں والی باتیں
کررہے ہیں؟ حضرت سلطان ابراھیم بن ادھم نے گڈری سے سوئی نکال کر دریا
میں پھینکی اور ایک آواز لگائی اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی دریا میں گر گئی ہے اس کو
نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ کئی ہزار مچھلیاں سونے چاندی کی سوئیاں اپنے منہ میں
لئے دریا سے باہر آگئیں۔ فرمایا میری لوہے کی سوئی ہے اور اس کے ساتھ دھاگہ ہے
وہ مجھے چاہیے پھر ایک مچھلی لوہے کی سوئی اپنے منہ میں لئے باہر آئی بادشاہ نے سوئی
لے کر وزراء سے فرمایا:

رو بدو کرد و گفتش اے وزیر
ملک حق بہ چنیں یا ملک حقیر

اس سے قبل میری حکومت صرف آپ کی گردنوں پر تھی آپ کے دل راضی
ہوں یا نہ ہوں اب بتاؤ وہ حکومت اچھی تھی یا یہ حکومت اچھی ہے۔ آپ واپس جائیں
اپنا کام کریں ہم اپنا کام کریں گے۔ وہاں سے بھی اُٹھے اور دمشق چلے گئے جانے
سے پہلے اپنی انگوٹھی اپنے اس چھوٹے بچے کے لئے جو چند روز قبل ہی پیدا ہوا تھا اپنی
اہلیہ کو دے کر فرمایا بچہ جوان ہوگا تو انگوٹھی اس کو دے دینا۔ بچہ جوان ہوا تو ماں نے
باپ کی امانت اس کے حوالے کی، محبت پدری نے جوش مارا بچہ باپ کی تلاش میں مارا
مارا پھرنے لگا آخر دمشق میں پہنچا۔ حضرت سلطان ابراھیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ پراگندہ بظاہر
مطمئن بخاطر۔ اندر نور کی کیفیت باہر بھوک کی حرکت، ظاہراً غریبی کا دور اور باطناً نور کا



غلبہ اندر سے بادشاہ ظاہر میں گدا اندر سے اللہ کا سفیر باہر سے مسکین فقیر۔
لڑکا تلاش کرتا کرتا دمشق پہنچا۔ لوگوں سے دریافت کیا یہاں سلطان ابراھیم ابن ادھم
ہے لوگوں نے کہا یہاں سلطان ابراھیم بن ادھم تو کوئی نہیں، ابراھیم نام کا ایک شخص
ہے جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا ہے اور فروخت کر کے اپنا گزارہ کرتا ہے۔ لڑکا
تلاش کرتے کرتے اس جھونپڑی تک پہنچ گیا جہاں اس کا باپ تھا۔ باپ نے لڑکے کی
پیشانی سے نکلتا نور دیکھا۔ باپ کی نظر انگوٹھی پر پڑی۔ بیٹے نے اپنے باپ کی کیفیت
دیکھی۔ ایک دوسرے کو پہچان لیا، پوچھا تم ابراھیم ادھم کے بیٹے تو نہیں؟ عرض کیا آپ
ہی ابراھیم ادھم تو نہیں؟ سینہ بسینہ ہو گئے، تنکوں کی جھونپڑی، بوریا اور خشک روٹی،
چند ٹکڑے ابن ادھم کی کل جائیداد تھی۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھے ابراھیم بن ادھم
خیالوں کی دنیا میں ڈوب گئے، کئی سال پیچھے چلے گئے۔

خیالات کی دنیا کا یہ سفر ختم ہوا تو فرمایا بیٹے اندر چلو جھونپڑی کے اندر گئے
خشک روٹی کے دو نوالے اور پانی کا ایک پیالہ بچے کے سامنے رکھ کر فرمایا۔ بیٹے میری
دنیا کی آخری جائیداد اگر پسند ہے تو قبول کرو۔ بچے کو شفقت اور پیار کے ساتھ سینے
سے لگایا اپنی بدلتی کیفیت دیکھی تو خیال آیا کہ اتنا پیارا بچہ، میں اس کی کیسے حفاظت
کروں گا؟ ھاتف غیب نے آواز دی ابراھیم! ایک دل میں ایک ہی رہے گا، تیرا کیا
خیال ہے؟ بیٹے کا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔ عرض کی الٰہی جب تک بیٹا زندہ رہے گا خلل
واقع ہوتا رہے گا، میں سب کچھ تیری خاطر چھوڑ دیا، اس کو اکیلا نہیں بھیج سکتا، اس کو
اپنے پاس ہی بلا لے، حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے بچے کی روح نکال کر لے
گئے، جھونپڑی کے پاس ہی قبر بنا کر دفن کر کے فرمایا: اللہ العالمین میں تیری رضا پر

راضی ہوں۔

ان جذبات و احساسات کو عارف کھڑی میاں محمد صاحب ؒ نے یوں بیان فرمایا۔

دکھ سدا سکھ کدی کدائیں دکھاں توں سکھ وارے

دکھ قبول محمد بخشا جے راضی رھن پیارے

عشق کی منزل ہے محبت کا سفر ہے، کوچہ جاناں ہے ذرا سنبھل کر چلنا ہے۔

اسی لئے جناب رومی ؒ فرماتے ہیں کہ اے عشق تو سلامت رہے تو سارا جگ سلامت ہے۔ انسان محبت کا شاہکار ہے۔ انسان کی بنیاد محبت ہے، انسان کی زندگی محبت ہے، انسان کی موت محبت پر ہے، اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ اے انسان تو میرا اور میں تیرا۔ محبت ہی غیریت کے پردے اٹھا کر وصل کا درجہ عطا کرتی ہے۔ اس لئے جس کو محبت کا ذرہ عطا ہو گیا اور اس نے ذرے کی حفاظت کر لی قرب حق کی منزل پر فائز اور فرشتوں سے بھی آگے گزر گیا۔ کیوں؟

اس لئے کہ فرشتہ مقام محروم میں ہے انسان مقام محبت میں ہے۔ محبت محبوب سے جدائی گوارہ نہیں کرتی وہ بندہ بندہ نہیں جس کو اپنے محبوب سے جدا ہو جانے کا ڈر نہیں۔ انسان انسان کامل نہیں ہو سکتا جب تک انسانیت اس پر حاوی نہیں ہو جاتی لہٰذا فرشی، سفلی تعلقات توڑ کر علوی تعلقات قائم کرو تا کہ رب کے جلوے آپ کے ظاہر و باطن کے پہرے دار بن جائیں اور دل کے شیشے کو صاف کرو تا کہ محبت کا نور دلوں میں اتر جائے۔



كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهِ

ترجمہ: ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

کے مطابق آپ کے دل میں محبوب حقیقی کی طرف مائل ہو جائیں۔ گفتار میں کردار میں رفتار میں ہر وقت آپ کے محبوب کی تصویر آپ سے پوشیدہ نہ ہونے پائے، سواس بناء پر ضروری ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت اور اہل ذکر کے ساتھ دوستی رکھی جائے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اگر خود مقام محبت پر فائز نہیں ہو سکتے تو اہل محبت سے پوچھو کہ آپ کس طرح اس مقام تک پہنچے۔ وہی ادائیں اپناؤ ان کے ساتھ محبت کرو اور اس کے لئے اہل ذکر صوفیاء کی محفل میں حاضری ضروری ہے۔ صوفی کا کام ہی یہی ہے کہ وہ محبت کے ذریعے دل زندہ اور روح کو بیدار کر کے خدا کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ عالم کا کام ہے شریعت کے اصول سکھانا، حلال و حرام کی تمیز بتانا، فقہی اصولوں کی راہنمائی کرنا، قرآن و حدیث کی تفسیر پڑھانا اور ولی اللہ کا کام ہے انسان کو انسانیت کی منزل پر فائز کرنا، عالم کا کام ہے اللہ اور اس کے محبوب کی طرف رُخ پھیر دینا، ولی اللہ کا کام ہے اللہ اور اس کے محبوب کے ساتھ ملا دینا عالم رنگ اکٹھے کرتا ہے ولی رنگ چڑھاتا ہے رنگ کی دکان کی راہنمائی عالم کا کام ہے، صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگنے کی شان ولی کے پاس ہے ولی جب تک منزل ولایت پر فائز نہیں ہے وہ فقہ حدیث و تفسیر کے علوم پڑھے گا جب منزل ولایت پر فائز ہو گیا تو ان سب کا پیر بن جائے گا اس لئے کہ عالم

کا مقام اور ہے ولی اللہ کا مقام اور ہے۔

سواس بنا پر آپ تمام دوستوں کو چاہیے کہ آنے والے زندگی کے لمحات میں محبت کے موتیوں کے ہار گلے میں پہنیں کائنات آپ کی تعظیم کرے گی۔ ولی اللہ ساری کائنات پر حاوی کیوں ہے؟ اس لئے کہ ساری کائنات کا اصل جوہر انسان ہے انسان میں محبت حقیقی کا جوہر ہے اس جوہر کی بناء پر انسان قرب کی منزل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ جمال محمدی، نور الٰہی جس وجود میں آتا ہے ساری کائنات اس وجود کے تابع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ابتداء ذکر اللہ سے ہے۔ ذکر کامل نہیں ہوتا جب تک محبت کامل نہ ہو۔ محبت کامل نہیں ہوتی جب تک اہل اللہ یعنی اہل محبت کے ساتھ نسبت نہ ہو نسبت کے بعد ذکر اللہ کی دولت بڑی نعمت ہے۔ جس کو یہ دو نعمتیں مل گئیں اس کو دین و دنیا کی ہر نعمت مل گئی۔

بمقام تیتری نوٹ دسمبر 1982ء
خلیفہ مستری محمد حسین صاحب کے گھر
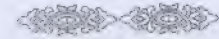
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

”جب علم و عمل دونوں ملیں تو علم جذبہ اور عمل تقویٰ
دیتا ہے اور جب تقویٰ نشانِ منزل اور نشہ صبح گاہی
دے گا تو محبوب کی بارگاہ سے صدا آئے گی“

اُدْنُ مِنِّیْ (ترجمہ: میرے قریب ہو جاؤ)



## صراطِ مستقیم اور اس کی پہچان

بڑی اہم، بڑی واضح مگر قابلِ غور بات ہے کہ ہر ایک نمازی نماز کی ہر رکعت میں صراطِ مستقیم کے لئے دعاء مانگتا ہے۔ ایک ایمان والے شخص اور طالبِ ہدایت اور اُخروی عزت کی تلاش میں رہنے والے مومن کے ایک عمل کو بنظر غور دیکھنا ضروری ہے۔ وہ کیا ہے کہ نمازی ہر رکعت میں اللہ رب العالمین سے التجاء کرتا ہے:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

صراطِ مستقیم کی طلب اور اس پر استقامت کی دعائیں مانگتا ہے۔ صراطِ مستقیم کیا ہے؟

اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ صراطِ مستقیم میرا اور میرے انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہے اور جمیع انبیاء کرام علیہم السلام اور بالخصوص سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز میں یہی دستور قائم فرمائے رکھا۔ ایمان والے قیامت تک نماز میں یہ سوال کرتے رہیں گے۔ صدیاں بیت گئیں طلب و تلاش، اظہار و نداء و مدعا کا سلسلہ بدستور اپنے نہج پر رواں دواں ہے۔ ہر ذی علم و طالبِ خیر کو یہ خیال ضرور آتا ہوگا کہ اللہ رب العالمین نے بندے کو پہلے مقامِ طلب میں رکھا جب طلب و جستجو و آرزو کا مرحلہ مکمل ہوا تو فوراً جواب دے دیا اور صراطِ مستقیم کی حقیقت بتا دی۔ اس کا دستور بتایا اور اس کی حیثیت بھی بتا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم از خود کوئی شے نہیں اگر صراطِ مستقیم از خود معتبر شے ہوتی تو اس کو

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

کے ساتھ مشروط نہ کیا جاتا، معلوم ہوا ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے اصولِ حیات،

دستورِ بندگی کو صراطِ مستقیم کا نام دیا گیا ہے۔ اگر اس کا مطلب راستہ لیا جائے تو پھر یہ کونسا راستہ ہے؟ زمینی راستہ ہے؟ ہوائی راستہ ہے؟ جسمانی راستہ ہے؟ روحانی راستہ ہے؟ علمی راستہ ہے؟ اور پھر ہر راستے کی ابتداء بھی ہوتی ہے، انتہاء بھی ہوتی ہے۔ صراطِ مستقیم کی انتہا کیا ہے؟ صراطِ مستقیم ایسا راستہ ہے کہ جو لوگ منزل پر پہنچ گئے وہ بھی یہی دعا مانگتے ہیں:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

کیوں؟ آپ غور فرمائیں کہ صراطِ مستقیم از خود کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک بارگاہ تک لے جانے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ ایک قابلِ غور بات ہے کہ جو لوگ اس بارگاہ تک پہنچ گئے ہیں اُن کے اخلاق کیا تھے؟ اُن کے اعمال و اشغال کیا تھے؟ اُن کے اقوال و احوال کیا تھے؟ اُن کی زندگی کے آداب و معمولات کیا تھے؟ ناسوت میں رہتے ہوئے لاحوت کے تقاضوں کی تکمیل کے سارے مجموعے کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی صراطِ مستقیم کا نمونہ ہے وہ کون لوگ ہیں؟

اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

اَلَّذِیْنَ میں جو لوگ شامل ہیں یہ اپنی مرضی سے اعمال ترتیب دیتے ہیں یا کسی کے حکم کے پابند ہیں؟ اگر ان کی اپنی مرضی ہے تو قرب و قبولیت سے پہلے مرضی معتبر نہیں، تو ماننا پڑے گا کہ ان کی زندگی کی ایک ایک ادا کہیں سے لی گئی ہے۔ پھر وہ کون لوگ ہیں جن کی زندگی کی ایک ایک ادا صراطِ مستقیم کہلاتی ہے؟ قرآن مجید ہمیں جواب دیتا



ہے، وہ نبیین ہیں، وہ صدیقین ہیں، وہ شھداء ہیں، وہ صالحین ہیں اور اولیائے کاملین ہیں، علمائے ربانیین ہیں۔ ان لوگوں کو اَلَّذِیْنَ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ اعمال کہاں سے لیے ہیں۔

تلاش کے بعد نتیجہ واضح ہوا کہ انہوں نے جس طرف رخ کیا اُدھر کہیں سیدنا صدیق اکبر ؓ نظر آتے ہیں، کہیں سیدنا عمر فاروق ؓ نظر آتے ہیں، کہیں عثمان غنی ؓ نظر آتے ہیں، کہیں جناب علی المرتضیٰ ؓ نظر آتے ہیں، کہیں اولیائے کاملین نظر آتے ہیں، کہیں فقہا و مجتہدین نظر آتے ہیں، سارا جہان ان کے پیچھے نظر آتا ہے۔ جب غور کیا تو ان سب کے سر نبی پاک ﷺ کے قدموں میں نظر آتے ہیں۔ یہی تو وہ وجود ہے جو اولین کا بھی راہنما اور آخرین کا بھی راہنما ہے۔ وسط والوں کے لئے بھی راہنما ہے۔ قیامت تک آنے والوں کے لیے بھی راہنما ہے۔ وہی ایک ذات ہے جن کے اعمال، خیال، ارادے اپنے نہیں ہیں۔ فرمایا میرے محبوب آپ اپنی جگہ ساری کائنات کو اپنی ظاہری کیفیات اور شانِ نبوت کے مظاہر کے طور پر سامنے رکھیں آپ ﷺ کے سامنے معاملات آپ کے نہیں ہیں بلکہ یہ میرے ہیں آپ ﷺ کا بولنا، آپ ﷺ کا دیکھنا، آپ ﷺ کا حکم دینا، خیال کرنا آپ ﷺ کی مرضی سے نہیں بلکہ میری مرضی سے ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اور

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

وہ ایک ہی ذاتِ گرامی جو اللہ رب العالمین کی نیابت میں آ کر ہر بات اس کی مرضی

اور حکم سے کرتی ہے اسی لئے اُن کے ہر قول و فعل کو صراطِ مستقیم کہا جاتا ہے اس نور سے جو فیض یاب ہوئے وہ اَلَّذِیْنَ میں شامل ہو گئے۔

اَلَّذِیْنَ کون لوگ ہیں؟

جن کو دیکھ کر نبی پاک ﷺ کی ادائیں یاد آتی ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھو تو نبی پاک ﷺ کی ادائیں یاد آتی ہیں۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں تو کہیں صداقت مصطفیٰ ﷺ، کہیں شجاعت مصطفیٰ ﷺ، کہیں حیاء مصطفیٰ ﷺ، کہیں علم مصطفیٰ ﷺ، کہیں فیضان نبوت کے جوہر ہیں۔ اب سب کے مجموعے کا نام اطاعتِ رسول ہے اور اس راہ کا نام صراطِ مستقیم ہے۔

جس جس مقام کو کوئی انسان صراطِ مستقیم پر چلنے کے بعد جہاں پہنچے گا وہ نورِ نبوت کو راہنمائی کے لیے اپنے آگے پائے گا وہ فرش پر ہو یا عرش پر ہو، ایک ہی وجود ہے جس کی زندگی کے سارے نظام کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔

راہنما ایک ذات:

پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر ایک ہی ذات ہے جس کے گرد سارا نظام گھوم رہا ہے تو صِرَاطَ الَّذِیْنَ میں سب کو شامل کیوں کیا گیا ہے؟ اس لیے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ جب ہو ہی نہیں سکتا تو آئے گا کیسے یہ نہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو نبی ہیں اور وہ بھی تو آئیں گے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، نبی تھے، مگر جب وہ دوبارہ تشریف لائیں گے وہ نبی پاک ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیں گے۔



قیامت تک دینِ مصطفیٰ کا رہنا ضروری ہے۔ اس ہدایت کے نظام کو جاری رکھنے کے لیے حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ کے تربیت یافتہ پہلے بیج کا پہلا طالب علم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں، صحابہ کرام ہیں، تابعین اور تبع تابعین ہیں، اولیائے کاملین ہیں۔ نبی نہیں آئیں گے۔ نبی والے کام نبی کے غلام کریں گے۔ اس لیے اللہ نے ان کو اعزاز دیئے اور نبی کی نسبت اور وسیلے سے ان کو بھی وہی مقام دیا جس مقام پر رہنے والے کے قول و فعل کو خداوندِ کریم اپنا قول و فعل بناتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ میں سب سے آگے صدیقین ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ پاک سے لے کر ظہورِ قیامت تک سب صدیقین، شہداء، صالحین اس جملے کے اندر شامل ہیں۔ ہر وہ آدمی جس کے اندر یہ صفت آئے گی وہ فیضانِ نبوت تقسیم کرنے کا حق ادا کرتا رہے گا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

اس کا ایک ترجمہ ہے ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اور بعض اس کا ترجمہ کرتے ہیں اے اللہ تو نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے چلا بھی دیا اب اس پر ثابت قدمی کی توفیق دے۔ یعنی ان کی زندگی کی ہر ادا ہمیں عطا فرما جس طرح ان کے دل و دماغ اور روح میں تیری محبت تھی، وہ ہمیں بھی عطا فرما۔ اِهْدِنَا میں ایک بات اور بھی ہے کہ اے اللہ جس طرح تو نے سیدھی راہ پر چلایا ہے منزل پر بھی پہنچا دے۔

منزل پر پہنچانے کی دو صورتیں ہیں ایک صرف راستہ بتا دینا اور ایک ہے پکڑ کر منزل

پر پہنچا دینا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

یہ وہ لوگ ہیں جو منزل یافتہ لوگ ہیں ان کے ساتھ رہو تا کہ آپ کو بھی جیتے جی منزل نصیب ہو جائے۔

## صراطِ مستقیم کے نشان:

ہر راستے کا کوئی نہ کوئی نشان ہوتا ہے اور پھر دورانِ سفر کئی نشان نظر آتے ہیں۔ کہیں باغ ہے، کہیں جنگل ہے، صحرا ہے، دریا ہے، کہیں چوک ہے، کہیں راؤنڈ اباؤٹ ہے۔ اسی طرح صراطِ مستقیم کے بھی نشانات ہیں اس راہ پر چلو گے تو کہیں قطب نظر آئے گا، کہیں ولی نظر آئے گا، کہیں غوث نظر آئے گا، کہیں امام اعظم نظر آئیں گے، کہیں امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نظر آئیں گے۔ پھر تابعی، تبع تابعی اور صحابہ کرام نظر آئیں گے اور منزل کے بالکل قریب چار بڑے نشان نظر آئیں گے جنہیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے اور درِ رسول ﷺ پر پہنچ جاؤ گے جو مومن کی منزل ہے تو عرش کی بلندی سے آواز آئے گی:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ: جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جو اس در پر پہنچ گیا اس کو بارگاہِ خداوندی مل گئی۔ معلوم ہوا صراطِ مستقیم وہ ہے جس پر ان لوگوں کے قدموں کے نشانات ہوں۔ اس سے ہٹ کر جو بھی راہ اپنائی جائے وہ صراط تو ہے "صراط مستقیم" نہیں ہے۔ اسی لیے فرمایا:



لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

سُبُلَنَا جمع کا صیغہ ہے راستے یعنی نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، حنفی، شافعی، حنبلی یا مالکی جس راستے سے بھی آؤ گے یہ سب میری بارگاہ تک پہنچنے کے راستے اور صراطِ مستقیم کے نشانات ہیں۔

## داعی الی اللہ:

نبی کریم ﷺ داعی الی اللہ ہیں۔ میں اور آپ داعی الی اللہ نہیں ہیں۔ ہم توبہ کرانے والے اور درِ نبی ﷺ کی راہنمائی کرنے والے ہیں جو درِ نبی ﷺ پر پہنچا اس کو منزل وصل مل گئی۔ یہ نبوت کا فیضان اور سید عالم ﷺ کا کارنامہ ہے اور کمال یہ ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو۔ مغرب میں ہو یا مشرق میں، صحرا میں ہو یا دشت و دمن میں سمندر میں ہو یا خشکی میں وہ اپنا رخ نبی کریم ﷺ کی طرف رکھے منزل اس سے غائب نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی پاکیزہ زندگی، اولیائے کاملین کا نقشِ قدم جس شخص کا راہنما بنے منزل اس سے دور کیسے ہو سکتی ہے؟

## ایسے شخص کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

بارگاہِ رسالت کی دہلیز جس شخص کی نگاہوں میں ہو ایسا شخص جب بولے گا تو سچ بولے گا، عمل کرے گا تو اہلِ کمال کی نقل کرے گا، مصنوعی تعریف پر خوش نہیں ہوگا، اپنی تعریف کے لئے جھوٹے قصے کہانیاں نہیں گھڑے گا۔ کیونکہ جھوٹا شخص لعنت کا مستحق ہوتا ہے بلکہ ذکرِ نبی ﷺ اور ذکرِ خدا کو اپنا معمول بناتا ہے۔ اسی لیے جب

ایسا شخص بولتا ہے تو اس کے کلام کا نور لوگوں کے دل و روح میں اتر جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے نگاہ صحیح ہو، زبان، فکر، رفتار، گفتار، دل و روح کو پاک رکھا جائے۔ سجدوں کی کثرت، استغفار اور اللہ کا ذکر صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی روایات اور عادتیں ہیں ان اعمال سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص صراط مستقیم پر ہے۔ جو آدمی مسلمان ہو کر نماز چھوڑے، ذکر، بندگی، نسبت، اطاعت چھوڑے وہ شخص دعویٰ غلامی میں جھوٹا ہے۔ وہ صراطِ مستقیم پر نہیں شیطان کے نرغے میں ہے انسان جوں ہی صراطِ مستقیم پر چلنا شروع کرے گا۔ اس کا زمانہ جہاد شروع ہو جائے گا، وسوسے نفسانی، خطراتِ شیطانی کے ساتھ مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ دین کے رنگ میں بے دین بنانے کا کام مختلف رنگوں میں آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔

اسی لیے فرمایا گیا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

اس جہاد کو جہادِ اکبر اسی لیے فرمایا گیا کہ یہ نفس و شیطان کے ساتھ جہاد ہے اس میں انسان کو ہمیشہ اور ہر وقت مجاہد بن کر رہنا پڑتا ہے۔ یہ جہاد مکمل ہو جائے اور انسان دشمن پر غالب آ جائے تو منزل مل جاتی ہے۔ شیطان کے ساتھ جہاد کرنے والے روحانی مجاہد جب کامیاب ہوتے ہیں تو ان کا بھی روحانی جشن ہوتا ہے۔ یہ جشن کبھی محافلِ ذکر کی صورت میں ہوتے ہیں یا ان کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ صراطِ مستقیم والے لوگ ہیں جب بھی نماز میں صراطِ مستقیم کا لفظ آئے تو فوراً خیال ادھر جانا چاہیے کہ جن کے اعمال کا نام صراطِ مستقیم ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو صراطِ مستقیم نصیب فرمائے



## شریعت اور طریقت

شریعت ایک سمندر ہے۔ سمندر کے اندر سے قیمتی اشیاء کا نکالنا غوطہ خوروں کی محنت ہے۔ شریعت اور طریقت کا باہمی ربط سمجھنے کے لیے ایک مثال ذہن میں رکھیں تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ طریقت، شریعت سے علیحدہ کوئی نظام نہیں ہے۔ آپ دکاندار کے پاس کیلے خریدنے کے لئے جائیں تو آپ کو علم ہے کی کیلے کا چھلکا میرے استعمال کی چیز نہیں ہے۔ اس کے باوجود آپ چھلکے کے بغیر کیلے نہیں خریدیں گے۔ ملتا ہی نہیں، اگر دکاندار آپ سے محبت کرے اور چھلکا اتار کر کیلا دے تب بھی آپ نہیں خریدیں گے۔ کیونکہ جس کیلے کا چھلکا اُترا ہوا اس کو ماحول فضاء مضرِ صحت بنا دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہی کیلا قابلِ قبول اور قابلِ استعمال ہے جو چھلکے کے اندر ہو۔ بعینہٖ وہ طریقت قابلِ قبول اور قابلِ بھروسہ ہے جو شریعت کے دائرے کے اندر ہو۔ شریعت کے دائرے سے نکل کر طریقت بے آبرو اور نا قابل قبول ہے۔ شریعت کیا ہے؟ یہ وہ نظام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور نبی کریم ﷺ کی اداؤں نے مرتب فرمایا۔ فرمانِ اللہ جل شانہ اور نبی کریم ﷺ کی اداؤں کے بنائے ہوئے جوہر کا نام قال ہے۔ اور قال کا آسان ترجمہ شریعت ہے۔ اس کے باطنی نظام کا نام حال ہے۔ جس کو طریقت کہتے ہیں۔ معلوم ہوا جو حال قال کے پردے کے اندر نہ ہو وہ قابلِ قبول نہیں۔ وہی طریقت قابلِ قبول ہے جو شریعت کے اندر ہو۔ شریعت قالِ مصطفیٰ ﷺ اور طریقت رضائے مصطفیٰ ﷺ۔ یا یوں کہیے کہ شریعت ادائے مصطفیٰ ﷺ اور طریقت رضائے مصطفیٰ ﷺ۔

اداۓ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے؟ فرمانِ خداوندی ہے۔

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

بالکل ادب، اخلاص اور حضور، توجہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ صرف کھڑے ہونا مقصود بالذات نہیں ورنہ ہر قیام عبادت بن گیا ہوتا اور نہ ہی ہر ہیئت قیام کو عبادت کہتے ہیں۔ صفیں بنی ہوئی ہیں کوئی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہے۔ کوئی ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہے، کسی نے ہاتھ نیچے باندھے ہیں، کسی نے سینے پر باندھے ہیں، بندہ تو کھڑا ہی ہے مگر یہ قیام نہ بندگی ہے نہ ثواب، اب اس ظاہری حالت کو بندگی بنانے کے لیے کسی اعلان کی ضرورت نہیں وہ ایک خاص چیز ہے جس کو نیت کہتے ہیں۔ نیت کسی کو نظر نہیں آتی۔ آپ نیت کر رہے ہیں، مجھے نظر نہیں آتا۔ میں نیت کر رہا ہوں آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ نہ آواز ہے اور نہ کوئی شکل وصورت ہے لیکن باہر ایک خول تیار ہو رہا ہے، باہر ایک عمارت بن رہی ہے اس کے اندر ایک جوہر تیار ہو رہا ہے، یہی جوہر آپ کی ظاہری کیفیت کو بندگی بنا رہا ہے۔ اب حکم ہو رہا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ: پس تم قرآن پڑھ لیا کرو جتنا تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

ترجمہ: تو پھیرو اپنا منہ اس کی طرف

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے، حکم ہوا کہ منہ بھی ایک ہی طرف کرنا ہے:



ہاتھ کہاں باندھنے ہیں؟ منہ کس طرف کرنا ہے؟ یہ سب ادائیں ادائے رسول ﷺ ہیں جو بتا دی گئی ہیں۔ حنفی علماء نے تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے ہیں۔ اب ایک ایک ادا پر نظر دوڑائیں: کھڑے ہونے کا انداز، ہاتھ باندھنے کا انداز، قبلہ رو کھڑے ہونا، جھکنا سجدہ کرنا۔ یہ سب ادائیں رسول کریم ﷺ کی ہیں۔ یہ سب ادائیں ایک وقت میں اگر کوئی پوری کر رہا ہے دیکھنے والا دور سے ہی اندازہ لگا لے گا کہ یہ شخص اس وقت ہماری دنیا میں نہیں اس کا مقام جدا ہو گیا، اس کا محل جدا ہو گیا۔ یہ امتیاز کس نے پیدا کیا؟ اسی کا نام سنت رسول ﷺ ہے اس کا آسان ترجمہ ہے:

''فعلِ مصطفیٰ ﷺ'' ، ''قولِ مصطفیٰ ﷺ'' ۔

جب فارغ ہوئے تو حکم ہوا:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

ترجمہ: رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

انسان جھک گیا۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ سارے زاویے جو بن رہے ہیں یہ سب شریعت ہے۔ ایک ایک ادائے مصطفیٰ ﷺ کو شریعت کا نام دیا جا رہا ہے اب ان اداؤں کا دوسرا پہلو دیکھیں۔ ایک ایک ادا اپنے اندر ایک تاثیر رکھتی ہے۔ قیام کی تاثیر الگ ہے، رکوع کی تاثیر الگ ہے، ہر ادا اپنی اپنی تاثیر و نورانیت شخصیت کے اندر منتقل کر رہی ہے۔ سارا جسم مصروف ہے اور اس کا نتیجہ اندر مرتب ہو رہا ہے۔ اس سارے عمل کو سمجھنے کے لیے آپ کپڑا بننے والی مشین کے مختلف مراحل دیکھیں

ابتداء میں آپ روئی ( کاٹن ) مشین میں ڈالتے ہیں آگے جا کر وہی روئی دھاگہ بن جاتا ہے، پھر کپڑا بنتا ہے اس کے بعد کپڑے کے تھان بن جاتے ہیں ابتدا کا رنگ جدا ہے، قیمت اور قدر بھی جدا ہے۔ ایک طرف عمل ہے دوسری طرف نتیجہ ہے۔ عمل کا نام جدا ہے، نتیجے کا نام جدا ہے۔ جب تک روئی تھی تو اس کا نام شریعت تھا اور کپڑا بن کر سامنے آیا تو اس کا نام طریقت ہے۔ آپ جو اعمال کر رہے ہیں یہ سب شریعت ہے اور جب آپ کا عمل عنداللہ مقبول ہوگا اور نورانیت دل و روح میں اترے گی تو نتیجہ چہرے اور آنکھوں سے ظاہر ہوگا۔ اندر مرتب شدہ کیفیت کو چہرہ ظاہر کر دے گا۔ اندر جو مشین لگی ہوئی ہے وہ وسوسے، تکبر، خودی، رعونت، غیریت، لغویات، شہوات سے اس مال کو صاف کرتی جا رہی ہے۔ اس مشین کا نام ہے اخلاص۔ ہر شے سے عبادت کے نور کو علیحدہ کر کے جب مرتب کیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں جو نعمت ہاتھ آتی ہے اس کا نام قبولیت ہے۔ اور جس کو قبولیت مل گئی وہ شریعت کے ذریعے طریقت تک پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ہر اعزاز اور بلندی کی ابتدا و انتہاء شریعت ہے اور شریعت کا دوسرا نام قالِ مصطفیٰ ﷺ، حالِ مصطفیٰ ﷺ اور افعال مصطفیٰ ﷺ ہے۔

## بڑی بندگی:

بندگی میں سب سے بڑی بندگی نماز ہے۔ تمام عبادتوں سے بڑی عبادت نماز ہے۔ نماز کے بھی مختلف ارکان ہیں۔ تلاوت، قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ، ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ جس طرح ساری بندگیاں جمع کی جائیں تو فضیلت نماز کو حاصل ہے اسی طرح نماز میں سجدے کو فضیلت حاصل ہے۔ فرض ہونے میں سب



برابر ہیں، درجات میں اپنا اپنا مقام ہے۔ اسی طرح جہاں جا کر بندہ مٹ جاتا ہے وہ سجدہ ہے۔ قیام میں نظر دائیں بائیں جا سکتی ہے۔ سجدے میں خیال نظر فکر، جسم پیشانی ایک ہی جگہ لگ جائیں اور اس پر سارا جسم پکار اٹھے کہ میں کہاں ہوں؟ جہاں کوئی اور لفظ موزوں نہیں وہاں ایک ہی لفظ ہے: سبحان ربی الاعلیٰ۔ معلوم ہوا جہاں قرب کی انتہا ہو جائے! وہ فرض سب فرائض سے افضل ہے۔ یہ سب اعمال، افعال نبی کریم ﷺ کی ادائیں ہیں اب غور کرو اور یہ یاد رکھو کہ کوئی بندگی اس وقت تک بندگی بن ہی نہیں سکتی جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی ادا بن کر نہ آئے۔ بالفاظِ دیگر اسلام نبی پاک ﷺ کی اداؤں کا نام ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ:

اَلْاِسْلَامُ یَدُوْرُ حَوْلَ مُحَمَّدٍ ﷺ

گویا نقطۂ اسلام سید الکائنات ﷺ ہیں اس سے جو فیوضات صادر ہوتے ہیں وہ مختلف کرنیں جو یکجا ہوں تو اسلام کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔

اسلام کے مختلف رکن ہیں۔ ہر رکن کے اندر نورِ نبوت کی جھلک باعمالِ مصطفیٰ ﷺ موجود ہے۔ نسبتِ نبی ﷺ کو درمیان سے نکال کر کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی کہ یہ اسلام ہے۔ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، لاثانی، لافانی، جاودانی کتاب ہے مگر زبانِ مصطفیٰ ﷺ تصدیق نہ کرے تو قرآن، قرآن ہی نہیں حالانکہ اللہ کا کلام ہے۔ تو اگر قرآن کو قرآن بنانے کے لئے زبانِ مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت پڑی تو اسلام اور دین کو ثابت کرنے کے لیے فعلِ مصطفیٰ ﷺ کا سہارا لینا ضروری ہوا، ورنہ نہ مذہب ہے نہ دین ہے نہ اسلام ہے۔ یہیں سے سمجھو اللہ رب العالمین کے

بعد نظام عالم کی ترتیب اور دینِ حق کی شعاعوں کی تقسیم اور قرآن کے فیضان کی وسعت اور تشہیر کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کے وجود کی کتنی ضرورت واہمیت ہے۔

آپ نے پن چکی نہیں دیکھی جس سے دانے پیس کر آٹا بناتے ہیں۔ یہ پتھر کے دو پاٹ ہوتے ہیں اور اوپر والا گھومتا ہے خود نہیں پھرتا بلکہ اس کو کوئی پھیرتا ہے۔ پتھر میں حرکت نہیں ہوتی۔ حرکت کے لیے دوسرا ہاتھ چاہیے۔ دوسرا وسیلہ چاہیے۔ ان دونوں پتھروں کے درمیان لوہے کے دو پرزے ہوتے ہیں ایک نیچے والے پتھر کے ساتھ اور ایک اوپر والے پتھر کے ساتھ۔ اس کو عربی میں قطب کہتے ہیں گویا اس قطب نے ان دونوں پتھروں کو اس طرح رکھا کہ ایک جامد اور دوسرا متحرک رہتا ہے اور کوئی دانہ ان کی زد سے باہر بھی نہیں۔ دو عالم کے نظام کو چلانے کے لیے ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جو دونوں سے باخبر بھی ہو اور دونوں کا چلانا بھی جانتا ہے۔ وہ ایک ہی وجود جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس ایک ذاتِ گرامی کے وسیلہ سے دو عالم کا نظام چل رہا ہے۔ اس کو چلانے والا اللہ جل شانہ ہے مگر درمیان سے اس ایک ذاتِ گرامی کو نکالو تو دو عالم کی چکی کے دونوں پاٹ جُڑ جائیں گے۔

یہ نظام بھی اس کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ جب بات یہاں تک پہنچی تو وہ کونسا دین ہوگا جس میں قولِ رسول ﷺ شامل نہیں، وہ کونسا اسلام ہوگا جس میں ادائے رسول ﷺ شامل نہیں۔ اولین و آخرین میں ہر جگہ فیضانِ نبوت رسولِ اعظم جاری رہا، جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ایک اور بات یاد رکھیں! مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک دریا ہیں، صحرا ہیں، ریگستان ہیں، کوہستان ہیں، جنگلات ہیں، باغات ہیں اس ساری روئے زمین پر جب تک ایک بھی نورِ نبوت کا حامل شخص موجود رہے گا



قیامت نہیں آئے گی۔ گویا ازل سے لے کر ابد تک جہان کو نورِ نبوت کے فیضان نے ہی سنبھالا ہے۔ فیضانِ نبوت کا ایک ذرہ بھی جس شخص کے اندر ہوگا اس کی موجودگی کے باعث قیامت نہیں آئے گی۔ نظامِ کائنات کو چلانے کے لیے جس نظام کی ضرورت ہے اس نظام کے ظاہر کو شریعت اور اس کے فیضانِ باطنی کو طریقت کہتے ہیں یہ دونوں ملتے ہیں تو بندہ مقامِ قرب حاصل کرتا ہے۔ ایسے شخص کو ''صوفی'' کہتے ہیں۔ صوفی کی تعریف یہ کہ اس کا دل کسی وقت بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ ذکر کے تسلسل میں تعطل واقع نہ ہو۔ یہی فیضانِ شریعت اور احسانِ طریقت ہے۔ طریقت کے عنوان کا دوسرا نام احسان ہے اسی کو تصوف کہتے ہیں۔

10 مارچ 2012ء
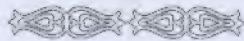
## اتحادِ امت اور تصوف

(جماعت اسلامی آزاد کشمیر کے قائدین سے گفتگو)

علم جب زبان کی حد تک رہے گا صرف معلومات ہی فراہم کرے گا اور جب کیفیات بن کر دِل میں اُترے گا، اس وقت انسان کے کردار میں تبدیلی کا باعث بنے گا اور یہ عمل خود بخود نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے کسی صاحب نظر کی توجہ درکار ہوتی ہے۔ یہ علماء کا کام نہیں، یہ صوفی کا کام ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کے اندر تبدیلی ایسے صوفی کے وجود کی مرہونِ منت رہی ہے جس کا پاکیزہ کردار مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرے، جو دلوں کو پاکیزہ کر کے مائل الی اللہ کرے۔ صرف الفاظ کسی کو تبدیل نہیں کر سکتے لفظ کے اندر معنی اور معنی سے گزر کر کیفیت تک نہ جائے وہ تبدیلی کا باعث نہیں بن سکتا اور یہ صرف اہلِ ذکر لوگوں کا کام ہے۔ جن کے قول وفعل کی یکسانیت کا نور لوگوں کی زندگی کا راہنما بن سکے اور انکا علمی فیضان باطنی اندھیروں کو روشنی بخشے۔ علم اور ہے، علم کا فیض اور ہے۔ جب تک علم کی حقیقت کا دروازہ نہ کھلے، انسان علم کے باطنی فیضان سے ناآشنا اور محروم رہتا ہے۔ بعض دروازے ایسے ہیں جن کی چابی مخصوص لوگوں کے پاس ہوتی ہے اور وہ چابی ذکر کی کثرت کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ اور ہر ذکر یہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ یہ صلاحیت اسی ذکر سے ہاتھ آتی ہے جو کسی صاحب نسبت ذکر والے سے سیکھا گیا ہو۔ یہ فیض سینہ، بسینہ چلا آرہا ہے۔ اس کے لیے نسبت کے ساتھ ساتھ علم، عمل اور اخلاص کا یکجا ہونا ضروری ہے۔ جو تصوف کی بنیادی شرط ہے۔ تصوف شریعت سے ہٹ کر علیحدہ کوئی نظام نہیں بلکہ شریعت پر



کما حقہ، عمل کرنے اور اس کے نتیجے میں ملنے والے باطنی فیضان کا نام تصوف ہے۔ اگر تصوف شریعت سے علیحدہ کوئی نظام ہوتا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر آئمہ پورے فخر کے ساتھ اس طرف نہ آتے۔ انسان علم کے بغیر صوفی بنتا ہی نہیں۔ علم بغیر عمل کے بے سود اور عمل بغیر علم کے غیر معتبر ہے۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تصوف کے ساتھ وابستگی اختیار کی جائے تاکہ اتحاد ویکجہتی کی دولت ہاتھ آئے۔ اس وقت مقابلہ وہابی، سنّی، دیوبندی، اہلحدیث کا نہیں بلکہ اسلام اور کفر کا مقابلہ ہے۔ کافر کو اس بات سے غرض نہیں کہ وہابی، سُنّی اور اہلحدیث کون ہے۔ اس کا ٹارگٹ اسلام اور کلمہ گو ہے۔ جہاں بھی اتحاد کا فقدان ہے وہاں علم کے پیچھے تکبر، حسد، خود نمائی اور خود بینی کا عنصر موجود ہوتا ہے اور یہ سب باطنی امراض ہیں۔ جن کا علاج باطنی توجہ کے بغیر ناممکن ہے۔ جو صرف صاحب حال صوفی کر سکتا ہے۔ صاحب قال اپنے علم کے زور پر گناہ سے روک سکتے ہیں گناہ سے متنفر نہیں کر سکتے۔ انسان اُس وقت تک گناہ سے باز نہیں آتا جب تک اُس کا دل گناہ سے نفرت نہ کرے اور یہ دولت صرف روحانی تربیت اور باطنی توجہ سے ہاتھ آسکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ تصوف کے ساتھ بھی وابستگی اختیار کی جائے۔ آج کے دور میں بے راہ روی اور حق سے دوری کے باعث پیدا ہونے والے انفرادی یا اجتماعی مسائل کا حل صوفیائے کرام کی زندگی کے آئینے میں ہی تلاش کیا جا سکتا ہے۔

راولپنڈی

4 جنوری 2011ء

## ذکرِ کثیر

آپ جتنے دوست ایک جگہ جمع ہو کر ذکر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ نعمتِ کبریٰ ہے۔ اللہ رب العالمین نے اہلِ ایمان کو خود مخاطب فرمایا اور ذکرِ کثیر کا حکم دیا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

جو ایمان والا ہے وہ اللہ کا زیادہ ذکر کرے۔ خوبی یہی ہے کہ مجلس ہو، تنہائی ہو، جس حال میں بھی ہو جب تک ذکر رہے گا، قربِ خاص کے دروازے کھلے رہیں گے۔ انسان نیکی کے راستے پر رواں دواں رہے گا۔ قربِ خاص میسر آئے یا نہ آئے یادِ محبوب میں رہنا بذاتِ خود ایک بڑا مقام ہے۔ انسان تنہائی میں ایسے منصوبے بناتا ہے بے مقصد سوچ میں مبتلا رہتا ہے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ لیکن اللہ کا ذکر ایسی دولت ہے کہ اگر انسان پابندی سے جاری رکھے تو ایک نہ ایک دن محبوبیت والا نتیجہ نکل ہی آتا ہے۔

بعض صوفیا کا قول ہے کہ دل مائلِ ذکر نہ ہو اور صرف زبان پر ذکر جاری رہے تو یہ ذکر قابلِ قبول نہیں اور بعض نے اس قول کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا شخص غافلوں سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ اس کا دل اگرچہ ذکر نہیں کرتا مگر زبان تو ذکر کر رہی ہے:

برزبان تسبیح ورد دل گاؤ وخر
این چنیں تسبیح کے دارد اثر



ترجمہ: زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے، ایسی تسبیح کیا اثر رکھتی ہے۔

دل و زبان ایک نہ ہوں۔ زبان ذکر کرے اور دل لغویات، فحش خیالات کے اندر قید ہو اس دوران ذکر نہیں کرنا۔ دوسرا طبقہ یہ کہتا ہے:

برزبان تسبیح و درد دل گاؤ وخر
این چنیں تسبیح، ہم دارد اثر

ترجمہ: زبان پر تسبیح اور دل میں گائے اور گدھے، ایسی تسبیح بھی اثر رکھتی ہے۔

اگرچہ زبان ذکر کر رہی ہے اور دِل ذکر نہیں کر رہا پھر ایسا ذکر ایک نہ ایک دن دل کو اپنی لپیٹ میں لے ہی لے گا۔ لہٰذا غافل رہنے سے ذکر کرتے رہنا ہزار درجے فضیلت رکھتا ہے۔ ذکر ایک ہی نہیں ہے بلکہ اذکار مختلف ہیں۔ نماز، روزہ، حج، تلاوت، وظائف، نوافل سب ذکر ہی ہیں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ صرف لا الہ الا اللہ، اللہ ہو، سبحان اللہ، بلند یا آہستہ آواز سے پکارنا ہی ذکر ہے۔ بلکہ ہر وہ لفظ، عبادت اور ہر وہ مجلس جس کے ساتھ بندے کو بندہ نواز یاد آئے، وہ ذکر ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ذکر ہر آدمی کا نصیب نہیں ہے۔ خطاب سب ایمان والوں سے ہے مگر ذکر صرف محبت والوں کا نصیب ہے۔ جس دل میں محبت الٰہی نہیں ہے اس کی زبان پر ذکر بھی نہیں جاری ہوتا۔ ذکر صرف اسی دل و روح و زبان پر ہوگا جس میں محبت الٰہی ہے ذکر اُس وقت جاری ہوتا ہے جس وقت محبت اپنے محبوب سے جدا ہو۔ اور اس کو جدائی تنگ کرے۔ اس وقت محبت کے لیے اپنے محبوب کا ذکر ضروری ہو جاتا ہے تاکہ دل کو چین ملے۔ سکونِ دل و روح کے لیے ہجر کے زمانے میں ذکر کیا جاتا ہے اور جب حجابات دور ہوں اور قرب مل جائے تو ذکر بند ہو جاتا ہے۔ مسافر منزل پر پہنچنے سے

پہلے راستہ پوچھتا ہے اور جب منزل پر پہنچ جائے تو نہیں پوچھتا کہ راستہ کہاں جاتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے ذکر اتنا زیادہ کرو کہ ذکر ختم ہو جائے یعنی منزل مل جائے۔ ہر حال میں ذکر کی پابندی کریں۔ ایک تسبیح ہمیشہ اپنے جیب میں رکھیں۔ صوفیاء کرام نے تسبیح کو ذکر کا آلہ قرار دیا ہے۔ اس کو ہر وقت اللہ کے ذکر کے ساتھ چلاتے رہیں۔ اس وقت تک جب تک آپ کی عادت پختہ ہو جائے۔ جب عادت پختہ ہو گئی تو ہر سانس تسبیح بن جائے گا۔ یہ بڑی نعمت ہے اور بڑی دولت ہے۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو اس دولت سے نوازے۔ آمین!

راولپنڈی

دسمبر 2011ء



## حیات انسانی کے دو رُخ

حیاتِ انسانی کے دو رُخ ہیں ایک مرجع فنا ہے اور دوسرے کی سمت بقا ہے بعض تو باطن فانی لذتوں کی دلدل میں ڈوب کر عاقبت سوز کردار سے خود کو موردِ عتاب بنا لیتے ہیں اور دوسرا طبقہ فنا و بقا کے ضابطوں سے وابستہ ہر ظاہر و باطن کی زیست سمیٹ لیتا ہے۔ اس نازک سفر میں جامع ضابطوں اور غیر متزلزل رابطوں کی ہر گام شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایسے میں انسانی ارتقا اور انسانیت کی بقا اور اپنے منعمِ حقیقی کے ہاں ارتضیٰ کے لیے سید الکائنات فخرِ موجودات ﷺ کے غیر متزلزل روشن منشور، اسوۂ حسنہ کو حیاتِ مستعار کا محور بنا کر شوقِ فراواں کی قوت سے پیہم عمل کا مظاہرہ کرنا از بس ضروری ہے۔

## پیر شریعت کا پہرے دار ہوتا ہے

ایک ہائی سکول کے سٹاف کو درس دیتے ہوئے حضور قبلہ عالم نے فرمایا:
پیری ہر دور میں مشکل بھی رہی اور آسان بھی۔ یہ لوگوں کی سوچ وفکر کے معیار پر منحصر ہے۔ اگر لوگوں کی سوچ بلند ہوتو پیری مشکل کام ہے اور اگر لوگوں کی سوچ پست ہوتو صرف تعویذ گنڈے اور حساب کتاب تک محدود ہو جائے تو پیری بہت آسان کام ہے ایک دفعہ ایک ولی اللہ کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ رب کریم نے اس کے ازالے کا بندوبست فرما دیا۔ جنگل میں جا رہے تھے، سامنے سے ایک فقیر آیا اور ہاتھ ہوا میں لہرا کر پیٹھ کے پیچھے کر لیا پوچھا بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے تھوڑا سوچ کر کہا آپ کے ہاتھ میں مچھلی ہے۔ پوچھا کہاں سے لایا ہوں؟ کہا نہر فرات سے فقیر نے مچھلی ان کے سامنے زمین پر گراتے ہوئے فرمایا دونوں جواب درست ہیں مگر تم اپنے آپ کو ولی اللہ نہ کہنا اس لئے کہ:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ وَمَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ

ترجمہ: جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

یہ ایک مسلّم قانون ہے آپ کو ابھی سوچنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے، ابھی کمی ہے کہاں یہ معیار اور کہاں آج کا پیر۔ اصل پیری ہر دور میں ایک ہی رہی ہے لوگوں کی سوچ وفکر کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ پیر ہر دور میں نبی پاک ﷺ کی شریعت کا پہریدار ہوتا ہے۔ مجاہدہ پیر کے لیے شرط ہے۔ پیر کا وجود نبی پاک ﷺ کی سنت کا



آئینہ دار ہوتا ہے۔

جس کی مجلس انسان کو گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی ترغیب نہ دے جس کی مجلس انسان کو گزشتہ زندگی پر ندامت کے ساتھ توبہ پر نہ ابھارے، جس کی مجلس انسان کے دل کو طلب دنیا کے بجائے طلب آخرت پر دلیر نہ کرے، جس کی مجلس غافل دلوں کو بیدار نہ کرے وہ کاروباری شخص تو ہو سکتا ہے پیر نہیں ہو سکتا۔ نبی پاک ﷺ کے دَر کا سفیر نہیں ہو سکتا۔ پیر کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مرید کی ایسی راہنمائی کرے جس سے نبی پاک ﷺ کے دَر تک رسائی میں آسانی ہو یہ راہ سراسر ادب، محبت، وفا اور عمل کی راہ ہے۔ اس راہ میں ادب لازم ہے اس راہ میں پیر کے لئے مجاہدہ اور مرید کے لئے ادب اور پیر کے حکم کی پابندی شرط ہے۔ مرید پیر کے ساتھ سب سے زیادہ پیار اس لئے کرے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے دَر تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اس دور میں لوگ شخصیت منوانے کے درپے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شخصیت صرف نبی ﷺ کی منوائی جاتی ہے تا کہ اس کے بعد جو پیغام دیا جائے اس میں تردد پیدا نہ ہو۔ اس لئے کہ قبول پیغام میں عظمت پیغمبر بڑا اثر رکھتی ہے جیسا کہ قبول کلام میں عظمت متکلم اثر رکھتی ہے۔
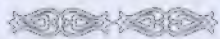
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:
''بیعت کا تعلق عین الیقین سے ہے۔ علم الیقین سے نہیں علم الیقین کا تعلق معلومات سے ہوتا ہے اور معلومات کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ عین الیقین کا تعلق محسوسات سے ہے محسوسات کے لئے دلیل نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق تجربات سے ہوتا ہے۔''

(دربار شریف 1990ء)

## طریقت اور اس کی ضرورت

صوبہ خیبر پختونخوا (صوبہ سرحد) جماعت اسلامی کے ایک عہدیدار کے سوال پر مرشد کریم نے ارشاد فرمایا:

اللہ کو ماننے والوں کے دو طبقے ہیں ایک وہ جو اللہ کو اپنا معبود و رب مان کر عبادت کرتا ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو رب کو اپنا معبود و محبوب مان کر اس کی بندگی کرتا ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ صرف معبود تو اللہ تعالیٰ شجر و حجر کا بھی ہے۔ درند و پرند کا بھی ہے۔ فضاء و خلا کا بھی۔ صرف معبود جان کر عبادت کرنا عام روٹین کی بات ہے اس کو محبوب جان کر عبادت کرنا یہ اور بات ہے کیوں؟ اس لئے کہ صرف معبود جان کر بندگی کرو گے تو کبھی اطاعت کرو گے کبھی بغاوت کرو گے کبھی اپنی مرضی کرو گے کبھی اس کی بات پر عمل کرو گے اسی جوڑ توڑ میں وقت گزرتا جائے گا۔ ایسا شخص ایک ہی جگہ کھڑا رہے گا اور جب اس کو محبوب جان کر بندگی کرو گے تو آپ کا اپنا اختیار ختم ہو جائے گا۔ پھر تمام اختیار آپ کے محبوب کا ہوگا ایسے شخص کو محبوب کی ناراضگی کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ محبت کے لئے محبوب کی ناراضگی و حجاب سب سے بڑا عذاب ہے۔ یہ صوفیاء اہل تصوف ہیں۔ جو اس فرق کو اہمیت دیتے ہیں تصوف کا سفر سراسر ادب و محبت کا سفر ہے صرف معبود جان کر بندگی کرنے والا جب دعا کرے گا تو رٹے رٹائے الفاظ بولے گا، یہ اللہ کی مرضی ہے وہ قبول کرے یا نہ کرے اور جب محبّ اپنے محبوب کے سامنے دعا کرے گا تو اُس دعا کا رنگ ہی اور ہوگا وہاں الفاظ نہیں بولے جاتے وہاں توجہ ہی کافی ہوتی ہے۔ صرف اللہ مان کر بندگی کرنے سے انسان عذاب سے بچ



جائے گا اس کی نجات بھی ہو سکتی ہے لیکن قرب و شہود کی نعمت اس شخص کو میسر نہیں آسکتی اس کے لئے لازم ہے صاحبان طریقت اہل تصوف کی راہ اختیار کی جائے۔

طریقت شریعت سے جدا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ شریعت کا اصل مدعا (روح) طریقت ہے اہل طریقت کی زندگی نور، سرور، سکون و مستی والی زندگی ہے۔ حضور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دایاں پاؤں باہر نکالا۔ معاً خیال آیا کہ سنت کی خلاف ورزی ہو گئی وہیں بیٹھ گے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا کافی دیر وہیں بیٹھے رہے ساتھیوں نے عرض کیا پاؤں واپس اندر لے جا کر سنت کے مطابق باہر نکال لیں اس میں رونے کی کون سی بات ہے آپ نے فرمایا اس کا علاج تو مجھے معلوم ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ مجھ سے یہ خطاء کیوں سرزد ہوئی اور جب تک اس کی معافی کی اطلاع نہ ہو میں زاری کرتا رہوں گا اب معافی ہو گئی ہے۔ اہل تصوف کی راہ جو عین شریعت کا مدعا ہے۔ وہی لوگ اس باریکی پر نظر رکھتے ہیں اور یہی لوگ اہل محبت کہلاتے ہیں۔

شرع اور شروع میں ش ر ع کے الفاظ مشترک ہیں جس طرح سفر شروع کرنے والا مسافر اپنا سامان اور تمام لوازمات اکٹھے کر کے ان کی حفاظت کرتا ہے اور پھر منزل کی طرف سفر شروع کرتا ہے۔ اس راہ کو طریق کہتے ہیں یہ صرف ابھی راہ پر روانہ ہوا ہے اب اس نے کسی سواری سے رابطہ کرنا ہے۔ تا کہ منزل پر پہنچے صرف راہ پر چلنا ہی اس کا مقصد نہیں بلکہ منزل پر پہنچنا اس کا مقصد ہے معلوم ہوا شریعت آپ کو سفر شروع کراتی ہے۔ منزل پہ رسائی کے لئے طریقت لازمی ہے تا کہ انسان حقیقت تک پہنچے اور عرفان کی دولت ہاتھ آئے جو اس کی اصل منزل ہے۔ اس کو آسان الفاظ میں اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ شریعت کاغذ پر لکھا ہوا نسخہ ہے طریقت دوا اور اس کی

پرہیز ہے۔ شفاء یابی اصل منزل ہے صرف نسخے پر مطمئن ہوجانے اور اُسی کو پڑھتے
رہنے سے علاج ہوگا نہ شفاء ملے گی۔ لہٰذا شریعت نسخہ طریقت دوا اور پرہیز ہے۔
حقیقت شفاء ہے اصل مدعا یہ ہے شریعت عمل بتاتی ہے طریقت اس پر عمل کو آسان
بناتی اور تقویٰ سکھاتی ہے تا کہ حقیقت ہاتھ آئے، طریقت، حدیث کے لفظ احسان
سے ماخوذ ہے معنی یہ ہے کہ ایسا عمل کرو کہ حسن عمل بن جائے یعنی عمل کرتے وقت
مالک کی موجودگی کا یقین رکھو، ایسا اخلاص صرف طریقت ہی دے سکتی ہے۔

(صوابی مردان)

لفظ احسان کا ترجمہ فرماتے ہوئے مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی
صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''جب خلق کا معاملہ خالق کے ساتھ ہوتو خالق کو ہی پیش نظر رکھا جائے اور جب خلق کا
معاملہ خلق کے ساتھ ہوتو دوسرے کی غلطیوں سے درگذر کی جائے تا کہ
هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانِ کا مقام مل جائے۔''

(دربار نیریاں شریف جون 1983ء)

ایک دوسری مجلس میں ارشاد فرمایا:

''تمام گناہوں سے خالی ہوکر نیکی کے اس مرتبے پر فائز ہونا جہاں بندہ اور بندہ نواز
کے درمیان حجاب اُٹھ جائے، احسان کہلاتا ہے۔ اس کی ابتداء تقویٰ اور انتہا
وصل محبوب ہے۔ تقویٰ سامان وصل ہے اور احسان وصل کی نوید مسرت ہے۔''

(بمقام سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر 1986ء)



## لباس کی دو اقسام

مشہور قول ہے: ''اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ'' انسان کی آبرو لباس کے ساتھ ہے
آپ نے دیکھا جب کسی کے پاس جانا ہوتو لوگ غسل کر کے نئے صاف ستھرے لباس
پہنتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں، اور کوئی چھینٹا یا گردوغبار اپنے لباس کے قریب تک نہیں
آنے دیتے۔ اسی طرح بارگاہ الٰہی کا احترام وہاں کی فضاء وہاں کی نظافت وہاں کی
نزاکت کا تقاضا ہے کہ جو وہاں جائے اپنے لباس درست کر کے جائے۔ اہل تقویٰ یہ
فرماتے ہیں سچ ہے کہ دنیادار کی نظر تو لباس پر ہی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو
اسی معنی میں لیا ہے۔

''وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ'' جس طرح ظاہر کے لئے لباس ہے اسی طرح
انسان کی باطنی خوبصورتی کے لئے بھی لباس ہے اور وہ ہے تقویٰ کا لباس۔ بہت سے
لباس اس دنیا میں موجود ہیں۔ کہ لباس اتر جائے تو بڑے بڑوں کی عزت ختم ہوجاتی
ہے۔ لباس جیسا بھی ہو عزت ہی دیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہر لباس عزت کی ضمانت ہے
تقویٰ کا لباس بھی عزت کی ضمانت ہے۔ اگر کسی کو پرہیز گاری کا لباس مل گیا تو اس
کے نتیجے میں وہ مجھے پالے گا۔ جانتے ہو کہ لباس جب اترتے ہیں تو عزتیں خاک میں
مل جاتی ہیں۔ لباس محفوظ ہوتو عزت سلامت رہتی ہے۔ اس لئے فرمایا:

''اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ'' انسان کی عزت لباس کے ساتھ ہے۔ یہ حق ہے اگر لباس ہی
کو عزت کی ضمانت ٹھہرایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے بہتر لباس تقویٰ ہے
اور ہر لباس کے لئے ایک وقت متعین ہے۔ اس کے بعد وہ لباس اتر جاتا ہے یا بدل

جاتا ہے۔ بوسیدہ ہوجاتا ہے لیکن تقویٰ کا لباس نہ بوسیدہ ہونہ قابل تبدیل ہواور نہ کسی وقت اتارے جانے کے قابل ہو۔ جب جسم وروح کی آشنائی ہوتی ہے اس وقت سے لے کر مرتے دم تک تقویٰ کا لباس ساتھ رہتا ہے۔ قبر میں تقویٰ کا لباس ساتھ جاتا ہے حشر میں تقویٰ کا لباس ساتھ جاتا ہے۔ پُل صراط سے گزرتے وقت ساتھ جاتا ہے اور جب میدان محشر میں ساری انسانیت لرزہ براندام ہوگی اس وقت تقویٰ کے لباس والا منبر پر بٹھادیا جائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

تقویٰ فکری بھی ہے۔تقویٰ نظری بھی ہے،تقویٰ لسانی بھی ہے،تقویٰ روحانی بھی ہے، تقویٰ جسمانی بھی ہے، تقویٰ زبان کا بھی ہے، تقویٰ جسم و جان کا بھی ہے۔ یہ تن اور من کا بھی، یہ ظاہر و باطن کا بھی ہے۔ ظاہر پر گناہ نہ آنے دو، باطن پر کملی والے کے سوا کسی کا خیال نہ آنے دو اس جسم پر گناہ کو نشان نہ لگانے دو اور دل و روح کے چہرے پر کملی والے کی یادوں کے سوا کسی کے نقش کو نہ ابھرنے دو۔ پھر نبی پاک ﷺ کی یادوں کا وہ نور جس جس کو پسند فرمائے گا سرکار دو عالم ﷺ خود اس کے دل پر اس نقش کو مسلط فرمادیں گے۔ تاکہ پاکیزہ یادوں کی حفاظت ہوتی رہے۔ میں کہتا ہوں جس کو یاد نبی ﷺ مل گئی اس کو کونین کا خزانہ مل گیا۔

(کھوئی رٹہ 1986ء)



ایک اور مقام پر فرمایا:

جسے یاد نبی ﷺ میں لذت ملی اور اُس کو اس لذت میں اسیری ملی۔ اس اسیری میں فقیری ملی۔ اُسے دو جہان کی امیری مل گئی۔ جسم کا تقویٰ معتبر نہیں جسم کے تقویٰ میں فتور آسکتا ہے۔ جسم کے تقویٰ میں شرارت آسکتی ہے۔ جسم کے تقویٰ میں فساد آسکتا ہے، دھوکا دہی کی تصویر اُبھر سکتی ہے۔ لیکن جب دلوں کو تقویٰ میسر آجائے تو دھوکا دینے والا دور رہ جاتا ہے قریب نہیں آسکتا اسی لئے فرمایا جسم کا تقویٰ معتبر نہیں، تقویٰ تو دل کا ہی معتبر ہے۔ دل کا تقویٰ کیا ہے؟

اللہ رب العالمین کا ارشاد پاک ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

ترجمہ: جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی اس کو دل کا تقویٰ مل گیا۔

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

”وہ کونسا تقویٰ ہے جس کی بنیاد حُبِ رسول ﷺ نہ ہو۔ تقویٰ کی جان حُبِ رسول ﷺ ہے تقویٰ کی ابتداء حُبِ رسول ﷺ ہے تقویٰ کی انتہا عشق رسول ﷺ ہے“
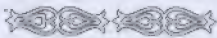
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

ہمیشہ چار چیزوں کی دعا کریں۔

صحت، عزت، رزق اور ایمان

## خیال جاناں یا فکرِ جاں

حضور ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے ۔ کیسے ہاتھ باندھتے تھے ۔ کیسا لباس زیب تن فرماتے تھے ۔ صورت کے ساتھ صورت ملا دینا کمال نہیں دل کو نبی پاک ﷺ کے قدموں میں رکھنا کمال ہے ۔ اس کے لئے علم کے ساتھ ساتھ کامل عشق بھی ضروری ہے ۔

؎ شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

ترجمہ:

ہم ہجر کی شب تیرے تصور کی بدولت
دوزخ میں بھی کرتے رہے جنت کا نظارہ

جہاں عشق ڈیرہ لگائے وہاں دوئی کا تصور مٹ جاتا ہے جس طرح آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے اسی طرح خیال جاناں اور فکر جاں ایک جگہ نہیں رہ سکتے ۔

اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی اللّٰہُ

ترجمہ: عشق وہ آگ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے ۔

اپنا آپ ہو گا یا محبوب ہو گا جس دل میں وہ محبوب ہو گا وہیں اللہ کا نور بھی اُترے گا ۔

بمقام: نورسہ حاجی محمد اسماعیل صاحب کے گھر 1988ء



## بندگی کا معیار حُبِّ رسول ﷺ

تقویٰ، علم، کتاب، تعلیم، تدریس، سجدے، رکوع، قیام، قعود، جلسے، جلوس، وعظ، تقریر، تسبیح، مصلّٰی، چلّہ، یہ سب چیزیں بندگی ہیں ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں مگر اس بندگی میں حُبِّ رسول ﷺ اور عظمتِ رسول ﷺ کا نور نہ ہو تو دھوکا ہی دھوکا ہے کیوں؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی بنیاد قدرت پر نہیں رکھی ۔ علم کو تخلیق کی بنیاد قرار نہیں دیا ۔ ربوبیت کو بنیاد نہیں بنایا، جبر، قہر کو بنیاد نہیں بنایا اپنی سطوت، ہیبت کو بنیاد نہیں بنایا اس تخلیق کی بنیاد محبت قرار دیا، جب اس تخلیق کا بنیادی عنوان ہی محبت کو قرار دیا تو اس ساری کائنات میں تخلیق کا پہلا شاہکار کون ہے ۔ کس ذات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کا آغاز فرمایا ہے اور وہ بھی محبت کی بنیاد پر وہ ہیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق پیدا کردی ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ تخلیق کا پہلا شاہکار کون ہے؟

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بھیجا ۔

جب تخلیق کا پہلا شاہکار ہی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تو کون ہے جس کا سجدہ بندگی والا سجدہ ہو اور جناب محمد پاک ﷺ کی تعظیم اس کے اندر نہ ہو، یہ ناممکن ہے کہ اس کی بندگی کو بندگی قرار دیا جائے ۔

(بمقام لغار چیاں غازی (تربیلا)

کاروبار میں شراکت یا لین دین کے عنوان پر ارشاد فرمایا۔

''اپنا دل دیکھ کر فیصلہ (اعتماد) نہ کرو دوسرے کا مزاج دیکھ کر فیصلہ کرو۔''

غالب کے ایک شعر پر آپ نے یوں ارشاد فرمایا:

؎ عشق نے غالب نکمّا کر دیا<br>ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

آپ نے فرمایا:

؎ عشق نے غالب بنایا کام کا<br>ورنہ ہم تھے آدمی کس کام کے؟



## ہر واجب الشکر نعمت قابل فخر نہیں ہوتی

(بیعت ہونے والے نوجوانوں کو نصیحت)

آپ سب حضرات عمر کے جس حصے میں ہیں یہ بغاوت کا دور ہے۔ خود بینی، خود پرستی کا دور ہے۔ بلکہ ہر زندہ چیز کو جس وقت شباب ملے۔ یہ افراتفری اور خود بینی کا دور ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اگر اللہ رب العالمین کسی کو اپنے ذکر کی لذت، چاشنی ونشہ عطا فرما دے۔ تو یہ خوبصورت، نہ مرنے والی، قبروں میں عزت پانے والی زندگی ہے۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں نعمت چھوٹی ہو یا بڑی واجب الشکر ہے۔ مگر ہر نعمت قابلِ فخر نہیں ہوتی۔ فخر صرف اس نعمت پر ہوتا ہے۔ جو محبّ کو اپنے محبوب کے قریب کر دے۔ اچھے کھانے، اچھے مکان، رعب و دبدبہ، اقتدار تمام نعمتیں جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے قابل شکر تو ہو سکتی ہیں مگر قابل فخر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام نعمتیں بندے کو اپنے مالک سے دور کر دینے والی ہیں۔ البتہ اگر کسی کو ذکر اور پیار کی دولت مل جائے تو یہ نعمت قابلِ فخر ہے۔ آپ لوگ جس کو پیار کا نام دیتے ہیں، اہلِ علم وتحقیق اس کو ہوس کہتے ہیں۔ پیار کا ترجمہ اگر کوئی جاننا چاہیے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھیں۔ آسان بات یہ ہے جو نعمت ہر ایک میں تقسیم ہو وہ قابلِ شکر ہے۔ اور جو نعمت کسی کسی کو ملے اور امتیازی حیثیت رکھے وہ قابلِ فخر ہے۔ مثلاً آپ تمام دوستوں کو کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دے دیا جائے تو اس نعمت میں آپ سب برابر کے شریک ہیں۔ مگر کسی ایک کو کپڑوں کے ساتھ ایک ٹوپی بھی دی جائے۔ جس میں ہیرے جواہرات لگے ہوں تو یہ امتیازی نعمت ہے اور قابل فخر ہے۔

کاروبار میں شراکت یا لین دین کے عنوان پر ارشاد فرمایا۔

''اپنا دل دیکھ کر فیصلہ (اعتماد) نہ کرو دوسرے کا مزاج دیکھ کر فیصلہ کرو۔''

غالب کے ایک شعر پر آپ نے یوں ارشاد فرمایا:

؎ عشق نے غالب نکمّا کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

آپ نے فرمایا:

؎ عشق نے غالب بنایا کام کا
ورنہ ہم تھے آدمی کس کام کے؟



## ہر واجب الشکر نعمت قابل فخر نہیں ہوتی

(بیعت ہونے والے نوجوانوں کو نصیحت)

آپ سب حضرات عمر کے جس حصے میں ہیں یہ بغاوت کا دور ہے۔ خود بینی، خود پرستی کا دور ہے۔ بلکہ ہر زندہ چیز کو جس وقت شباب ملے۔ یہ افراتفری اور خود بینی کا دور ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اگر اللہ رب العالمین کسی کو اپنے ذکر کی لذت، چاشنی و نشہ عطا فرما دے۔ تو یہ خوبصورت، نہ مرنے والی، قبروں میں عزت پانے والی زندگی ہے۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں نعمت چھوٹی ہو یا بڑی واجب الشکر ہے۔ مگر ہر نعمت قابلِ فخر نہیں ہوتی۔ فخر صرف اس نعمت پر ہوتا ہے۔ جو محبّ کو اپنے محبوب کے قریب کر دے۔ اچھے کھانے، اچھے مکان، رعب و دبدبہ، اقتدار تمام نعمتیں جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے قابل شکر تو ہو سکتی ہیں مگر قابل فخر نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام نعمتیں بندے کو اپنے مالک سے دور کر دینے والی ہیں۔ البتہ اگر کسی کو ذکر اور پیار کی دولت مل جائے تو یہ نعمت قابلِ فخر ہے۔ آپ لوگ جس کو پیار کا نام دیتے ہیں، اہلِ علم و تحقیق اس کو ہوس کہتے ہیں۔ پیار کا ترجمہ اگر کوئی جاننا چاہیے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھیں۔ آسان بات یہ ہے جو نعمت ہر ایک میں تقسیم ہو وہ قابلِ شکر ہے۔ اور جو نعمت کسی کسی کو ملے اور امتیازی حیثیت رکھے وہ قابلِ فخر ہے۔ مثلاً آپ تمام دوستوں کو کپڑوں کا ایک ایک جوڑا دے دیا جائے تو اس نعمت میں آپ سب برابر کے شریک ہیں۔ مگر کسی ایک کو کپڑوں کے ساتھ ایک ٹوپی بھی دی جائے۔ جس میں ہیرے جواہرات لگے ہوں تو یہ امتیازی نعمت ہے اور قابل فخر ہے۔

قربِ نبی ﷺ حب نبی ﷺ اور اللہ کا ذکر قابلِ فخر نعمت ہے۔ انسان جب اس نعمت کو دل کی گہرائی سے تسلیم کر کے اپنے مالک کے حضور اس کا اقرار کرتا ہے کہ الہ العالمین اس عظیم نعمت کے لئے تو نے میرے ہی وجود کو چنا ہے۔ مجھے تیری اس عطا پر فخر ہے تو عرش کی بلندیوں سے آواز آتی ہے کہ تو نے میری نعمت پر شکر کیا ہے ہم اپنی رحمتوں کے دروازے مزید تمہارے لئے کھول دیتے ہیں۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہارے لئے نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے۔

آپ لوگ اس بات کو بڑی سختی سے یاد رکھیں کہ زندگی کے تین دور ہیں۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن اور بڑھاپا دونوں زمانے محتاجی کے زمانے ہیں۔ صرف جوانی ایک ایسا دور ہے جس میں سوچ کی قوت، گرفت کی قوت، دانائی کی قوت اور جوانی کی قوت موجود ہوتی ہے۔ جب ساری قوتیں اس جسم میں آجائیں تو بغاوت کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان نعمتوں سے مالا مال خطرناک دور میں آدمی اللہ کے حضور جھک گیا اور جس کو جھکنے کی نعمت مل گئی یہ نعمت صرف قابلِ شکر نہیں بلکہ قابلِ فخر بھی ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ پھلدار درخت کی بہت سی ٹہنیاں ہیں مگر ہر ٹہنی جھکی ہوئی نہیں ہوتی۔ جس ٹہنی کے ساتھ پھل لگ گیا وہ ٹہنی جھکنا شروع ہو جاتی ہے اور جوں جوں پھل بڑھتا چلا جائے ٹہنی جھکتی چلی گئی۔ جوانی ایک ہرے بھرے پھلدار درخت کی مانند ہے۔ جس جوانی کو اللہ و رسول ﷺ کی محبت و غلامی کا پھل لگ جائے تو وہ جوان جھکتا چلا جائے گا وہ جوانی خوش قسمت ہے جو اللہ کے حضور جھکتی چلی



گئی وہ سینہ خوش قسمت جو اللہ کے نُور کے جلوے سمیٹنے والا ہے۔ آپ نے زخمی آدمی کو دیکھا ہو گا جس کی انگلی زخمی ہو اس کا سر جھکا ہوا نظر آئے گا۔ 6 فٹ کا جوان 5 فٹ نظر آنے لگا کیوں؟ اس لئے کہ درد کسی کو اکڑنے نہیں دیتا۔ اگر انگلی کا درد انسان کو جھکا سکتا ہے تو کیا ہو گا اس شخص کا حال جس کے دل کو عشق کی آگ نے جلا کر زخمی کر دیا ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ دل عشق کی آگ کی چنگاری سے زخمی ہو اور آدمی کے اندر، تکبر، غرور، خود بینی، کینہ، بغض، حسد، مستی، خمار کے اندھیرے جمع ہو سکیں۔ آپ نے دیکھا ہے روشنی شکست نہیں کھاتی اندھیرا شکست کھاتا ہے۔ ظلمت کو شکست ہے نور کو نہیں۔ کینہ، بغض، حسد، تکبر، مستی، خمار، عیاری، جھوٹ، دھوکا سب اندھیرے ہی اندھیرے ہیں اور ذکر، فکر، عشق، محبت اور پیار کا نور ان سب اندھیروں کو بھگانے والا ہے۔

روشنی عطا کی جاتی ہے لینے والے کی صلاحیت پر نہیں بلکہ اس میں دینے والے کا کمال ہوتا ہے۔ کیا معلوم کس وقت انسان کی کونسی ادا مالک حقیقی کو پسند آ جائے اور اُسی وقت عطا کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں۔ اور جو اہل نہیں مگر اس کو دے دیا گیا اس کا حال بدل جاتا ہے اور اگر کسی کے بخت جاگ جائیں تو نا اھل کو عطا کے ساتھ ساتھ صلاحیت بھی دے دی جاتی ہے۔

مشہور واقعہ ہے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ کا قبیلہ کونسا ہے آپ نے فرمایا: میری اور میرے خدا کی کوئی قوم نہیں۔ جس طرح خدا کی کوئی قوم نہیں اس طرح جو اس کے نور میں غرق ہو جائے اس کی بھی کوئی قوم نہیں رہتی اس کی مثال یہ ہے کہ دنیا کی آگ کے اندر جس نسل اور قسم کی لکڑی جلائی جائے۔ آخر ایک ہی چیز برآمد ہوتی ہے جس کو راکھ کہتے ہیں۔ بعینہٖ اللہ کے نور میں جو غرق ہو گیا

اس کی بھی قوم نہیں رہتی ۔ آپ نے دیکھا کہ جب سیلاب آئے تو چھوٹے چھوٹے جوہڑ تالاب سب اس کی لپیٹ میں آ کر گم ہوجاتے ہیں ۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے نور کا سیلاب آئے تو چھوٹے چھوٹے قبیلے ختم ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق پیدا کر کے اپنی قدرتوں کا اظہار فرمایا اور جب انسان کی باری آئی تو اس کی تخلیق، بنیاد قدرت کی بجائے محبت پر رکھی۔

كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

(حدیث)

انسان کی تخلیق کا تعلق قدرت کے بجائے محبت سے ہے۔ سو اس بناء پر جن کو حقیقی پیار ملا وہ اللہ کی یاد میں بیدار ہو گئے۔ پیار والی زندگی گزارو محبت بیداری ذکر، فکر والی زندگی گزارو یہی مقصدِ حیات ہے۔ بیعت ہونے والا انسان بیعت ہونے کے بعد اپنی سابقہ زندگی کو نہ دھرائے۔ یہی بیعت ہونے کا اصل مقصد ہے کہ انسان کو غفلت اور گناہ والی زندگی سے نجات ملے۔

(جون 1988ء دربار نیریاں شریف)

## بیعتِ توبہ اللہ کی نعمت ہے

(نوجوانوں کو نصیحت)

یہ بیعت بیعت توبہ ہے ۔ بیعتِ تقویٰ ہے ، بیعتِ طہارت ہے، بیعت اللہ کی نعمت ہے ۔ روح ''دل'' دماغ کی سلامتی اس کے ساتھ وابستہ ہے ۔ جب بندے کا دل اللہ کی جانب متوجہ ہوجائے ۔ بندہ اپنے گناہوں کے اعتراف اور احساسِ ندامت کی جانب متوجہ ہوجائے ۔ بندہ اپنے گناہوں کے اعتراف اور احساسِ ندامت کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے جھک جائے تو اسکو جان لینا چاہیے کہ اس کا مالک اس سے راضی ہوگیا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر ناراض ہوتا ہے۔ تو پہلی علامت کے طور پر اس بندے کے دل سے اپنی یاد اور محبت نکال دیتا ہے۔ جب اس کی یاد چھوٹ جائے تو انسان آہستہ آہستہ اس کی رحمت سے دور ہونا شروع ہوجاتا ہے اس کی رحمت سے دور ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہے جب بچہ سوجائے تو اس کی ماں اس کو اپنی جھولی سے نکال کر چارپائی پر رکھ دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ماں کا خیال بھی اس بچے سے اُٹھ جاتا ہے اور جوں ہی بچہ رونا شروع کرے ماں سارے کام چھوڑ کر اُسے سینے سے لگالیتی ہے۔ بعینہٖ بندہ جب غافل ہوجائے تو اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی رحمت کی جھولی سے نکال کر دور کر دیتا ہے اور جوں ہی بندہ غفلت کے پردے سے نکل کر تڑپنا شروع کر دے تو رحمتِ خداوندی پھر اس بندے کو سینے سے لگالیتی ہے۔ اس کے لئے ذکر ضروری ہے اور ذکر میں سب سے پہلے نماز ہے۔ ایک نماز ایسی ہے جو صرف رکوع

سجود اور قیام تک محدود ہے۔ انسان خشک لکڑی کی طرح کھڑا ہے اکڑ کر کھڑا رہتا ہے ادب نہیں، محبت نہیں، سرور نہیں، حضور نہیں، کچھ نہیں صرف نماز ہے اور بس! یہ بے نُور نماز ہے۔ ایک نماز ایسی ہے جو بندے کو اخلاق، محبت، پیار، اُنس، ادب، نور، سرور والی زندگی عطا کرتی ہے۔ بندہ ایسی نماز پڑھے کہ مزا آ جائے۔ ایک نمازی ایسا ہے کہ نماز میں کھڑا ہے مگر اس کا خیال نماز کے اندر نہیں ہے اس کا جسم نماز میں ہے۔ اس کی روح دل و دماغ نماز سے باہر ہے۔ اس نمازی کی نماز صرف رکوع سجود و قیام تک محدُود ہے۔ یہ نمازی نماز کے فوائد و برکات سے محروم ہے۔ ایک نمازی ایسا ہے جس کی نماز حرکات کے ساتھ ساتھ الفاظ تک جاتی ہے۔ ایک نمازی ایسا ہے جو حرکات و الفاظ سے گزر کر معنوں تک جاتا ہے۔ ایک نمازی ایسا جو ان تینوں سے گزر کر کیفیات تک جاتا ہے اور ایک نمازی ایسا ہے جو ان تمام مقامات سے ہوتا ہوا جذب کی منزل تک جاتا ہے۔ یہ نمازی جب سارے جہاں سے منہ موڑ کر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس کا سجدہ فرش پر ہوتا ہے۔ جواب عرش سے آتا ہے۔ یہ نمازی فرش زمین پر ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہتا ہے۔ عرش کی بلندی سے لَبَّیْكَ عَبْدِیْ کا جواب آتا ہے۔ ایسا نمازی جب ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہتا ہے تو جب تک سرکار دو عالم ﷺ جواب نہ دیں اس سے آگے نہیں گزرتا۔ یہ ہے وہ اصل نماز جو مومن کی معراج ہے۔ ایسا نمازی سر سجدے میں رکھ کر اگر ایک آنسو فرش زمین پر گرا دے تو عرش کے کنگرے ہلا دیتا ہے۔ درویشی کی علامات لمبے چوڑے کپڑے، جبہ دستار، تسبیح، مصلّٰی، لوٹے، کوزے نہیں ہیں۔ ہر لمحہ متوجہ الی اللہ رہنے کا نام درویشی ہے جس کی مجلس انسان کو اپنی گزشتہ گناہ سے آلودہ زندگی سے شرمندگی اور توبہ پر مائل



کرے وہ درویش ہے جس کی مجلس انسان کو ادب محبت عمل و اخلاص نہ دے سکے وہ درویشی کے لباس میں تاجر ہو سکتا ہے درویش نہیں ہو سکتا۔ ذکر والے لوگوں کی مجلس اور ان کے ساتھ تعلق ضروری ہے۔ اس جوانی کے دور میں جب بندے پر غفلت طاری ہو نرم گرم بستر میں نیند غالب آ رہی ہو۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز سنتے ہی جو جوان اُٹھ کر اپنی پیشانی فرش زمین پر رکھ کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا ترانہ بلند کرے۔ عرش کی بلندی سے لَبَّیْكَ عَبْدِیْ کی آواز اس جوان کا استقبال کیوں نہ کرے گی؟ ایسی زندگی گزارو۔ بیعت کا یہی مقصد ہے کہ بیعت کے بعد انسان پرانے طرز زندگی کو نہ دہرائے۔ خوب کماؤ بلکہ دنیا اس محبت سے کماؤ جیسے آپ نے یہاں ہی رہنا ہے اور جب بندگی کرو تو اس محبت اور ذوق سے کرو جیسے آج کا دن ہی اس دنیا میں رہنا ہے کل کا دن شاید نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں جیسا جینا نصیب فرمائے۔

بمقام چڑہوئی 1991ء
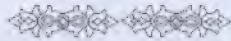
## توبہ گناہوں کی ظلمت کو مٹانے کا نور ہے

(بیعت ہونے والے نوجوانوں سے خطاب)

عقل ونظر اور تندرستی کی موجودگی میں کوئی آدمی گندی جگہ نہیں بیٹھتا۔ اگر چہ یہ جبراً ہی کیوں نہ ہو۔ صاف ستھرے کپڑے پہن کر اور نہا دھو کر کوئی آدمی گندی جگہ بیٹھ بھی جائے تو حالات اس کے ساتھ موافقت نہیں کرتے اور گندا میلا کچیلا آدمی جہاں بیٹھ جائے حالات اس کے ساتھ موافقت کر لیتے ہیں۔

توبہ ایک نور ہے جو گناہ کی ظلمت کو مٹاتا ہے اور باطن کو پاک کرتا ہے۔ جس کا باطن پاک ہو جائے اس کو گندی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔ بیعت ہو جانے کے بعد انسان کو اپنی روش بدلنی چاہیے۔ نیک سنگت نیک کام ذکر اور نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ پیر کے حکم کی پابندی ضروری ہے۔ درود شریف (یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ) اور استغفار کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ درود شریف کی کثرت کریں تا کہ نبی پاک ﷺ کا قرب ملے۔ (یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ) کی کثرت کریں۔ تا کہ استقامت نصیب ہو اور استغفار کی پابندی اس لئے تا کہ طہارت کا سلسلہ جاری رہے۔

نقشبندی سلسلہ میں سانس کے ذریعہ اللہ ھو کا ذکر کرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ دل، دماغ اور روح کی طہارت ہوتی ہے۔ بندے کو رب سے ملانے والا یہی ذکر اسم ذات ہے۔

## اللہ کی طرف رجوع کرنے والا

بیعت ہونے والے نوجوانوں سے خطاب

جوانی کا دور، غضب، غصہ اور بغاوت کا دور ہوتا ہے۔ شر، فتنہ اور گناہ کے اس دور میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا جس طرف جاتا ہے اللہ کی رحمتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔

یہ ہاتھ دو طاقتیں رکھتا ہے۔ دھکا بھی دے سکتا ہے۔ گرے ہوئے کو اٹھا بھی سکتا ہے۔ آپ کو کون سی ادا پسند ہے یہ آپ کی اخلاقی جرات فیصلہ کرے گی۔ یہ ہاتھ برائی بھی کر سکتا ہے۔ نیکی بھی کر سکتا ہے۔ جس نے برائی کا راستہ روک کر نیکی کو اس پر حاوی کر دیا اس نے حق غلامی ادا کر دیا۔ اس راہ میں ذکر بنیادی سبق ہے۔ ایک زبان کا ذکر ہوتا ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ، اللّٰهُ اَکْبَرُ،

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ الْعَظِيْمِ

ان کے علاوہ ایک اور ذکر ہے ذکر اسم ذات، سانس کے ساتھ اللہ ھو پڑھنا۔

اس ذکر کی رفتار عرش تک چلی جاتی ہے۔ خداوند کریم پردے ہٹا کر نور نازل فرماتا ہے۔ یہی نقشبندیوں کا خاص ذکر ہے۔ پاکیزہ زندگی گزارو، مرید پیر کی امانت ہے۔ پیر کی عزت ہے آپ کی عزت پیر کی عزت ہے۔ پیر کے ساتھ محبت اس لئے کرو کہ یہ نبی کریم ﷺ کے در تک رسائی کا ذریعہ ہے اور ان تمام رابطوں کی بنیاد اللہ کا ذکر ہے۔ جدھر جاؤ چراغ بن کر رہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا بڑی بڑی شاہراہوں

اور تنگ راستوں میں چراغ جلائے جاتے ہیں تا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے اور جس گھر میں چراغ روشن ہو چور وہاں ڈاکہ نہیں ڈالتے۔ اس خوف سے کہ مالک مکان جاگ رہا ہے۔ صوفیاء بھی چراغ جلاتے ہیں تا کہ کہیں کوئی چور ڈاکہ ڈالنا بھی چاہے تو روشن چراغ کی بدولت گھر بچ جائے۔ پیار، حیاء، محبت اور نیکی کی تصویر بن کر رہو زندگی تو ہر حال میں گزر جائے گی۔ صرف زندگی تو حیوانات بھی گزار لیں گے مگر مقصدِ تخلیق کی تکمیل کے ساتھ با کمال زندگی گزرے تو اور بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو بامقصد زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''زندگی کی قیمت زندگی دینے والے سے پیار کے بعد معلوم ہوتی ہے۔''

(29-07-1996ء نیریاں شریف)

## دلوں کی آبیاری کا وقت

دل ایک خوبصورت زمین ہے جس نے اس کی آبیاری اور کاشت کی اس کو اتنا فصل ملا ہے کہ صرف وہ اور اس کا خاندان ہی نہیں بلکہ جو بھی اس راستے سے گزر گیا اس کیلئے بھی اللہ نے اس کے روحانی رزق کا بندوبست فرما دیا۔ دل کی زمین کی کاشت کا بھی وقت مقرر ہے۔ جس طرح دنیا دار دن کو کماتا ہے اور رات کو آرام کرتا ہے اسی طرح دل کی زمینیں کاشت کرنے والے رات کو کمائی کرتے ہیں اور دن کو تقسیم کرتے ہیں۔ اس کے لئے اصول بھی یہی ہے کہ کمائی کرو تو ایسے وقت میں کرو کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے جس نے آپ کو تنخواہ دینی ہے اور آپ کے اوقات لکھنے ہیں اس کے ساتھ ایسا رابطہ رکھو کہ آپ کے کمرے میں رہنے والے بھی آپ کی کمائی سے بے خبر رہیں۔ یہ کمائی ایسی بابرکت ہے کہ ایک کماتا ہے اور لاکھوں کھانے والے قیامت تک کھاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ دنیا کی حکومت کسی شخص کو ایک مدت کیلئے اپنا ملازم رکھے تو اس کو تنخواہ دیتی ہے اس کے باوجود جب اس کی مدت ملازمت ختم ہو جائے تو اس کی پنشن مقرر کر دیتی ہے اس کی حکمت دانشور لوگ یہ بتاتے ہیں کہ زندگی کا قیمتی دور گورنمنٹ نے لے لیا اب آنکھیں کمزور پڑ گئیں ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے پاؤں کمزور ہو گئے تو گورنمنٹ نے اس کی وفاء کے بدلے میں پنشن کا اعلان کر دیا تا کہ بڑھاپے میں رسوائی نہ ہو۔ دنیا کی حکومت اگر وفاداری کے بدلے میں پنشن دیتی ہے تو وہ رب جو سارے جہانوں کا رب ہے اپنے بیگانے اور منکر کا پالنے والا ہے وہ بھی اپنے بندوں کی وفاء کے بدلے میں پنشن مقرر فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ کے بدلہ میں اَذْكُرْكُمْ کے وعدہ کو یوں پورا فرماتا ہے کہ مخلوق کے دلوں میں احترام زبان پر اس کے تذکرے دربار میں لنگر، مزار پُرانور پر رحمت کی برسات جاری رہتی ہے۔ جو اس کے پاس آتا ہے اس کی ظاہری بھوک بھی دور اور باطنی پیاس بھی دور فرماتا ہے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ کا ذکر اور نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں نعت شریف کا ہدیہ یہ دونوں بڑے مقبول عمل ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اپنی مہربانیوں سے نوازنا چاہیے اس کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جس کو اللہ کے ذکر اور سجدہ عبادت کی توفیق میسر نہیں وہ اگر بڑا بھی ہے تو خاک کا ایک ذرّہ ہے اور بس! اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد پاک ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

ترجمہ: بے شک تم میں عزت والا متقی ہی ہے (جو زیادہ تقوے والا ہے)

آپ لوگ ایک دوسرے کے نزدیک جتنے بھی بڑے ہو جائیں میرے نزدیک بڑا وہی ہے جس کو میری بارگاہ میں محبت کے ساتھ سجدہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور تقویٰ کی دولت میسر ہے۔ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہو یا زیادہ یہ ختم ہونے والی ہے خوشی کو دوام ہے نہ غم کو، اگر کوئی دائمی خوشی ہے تو وہ اللہ کی رحمت ذکر و عنایت والی خوشی ہے۔ اپنی بھرپور صحت و جوانی کے زمانے میں اللہ کے ذکر و سجدہ، بندگی سے غافل نہ رہیں یہی سب سعادتوں سے بڑی سعادت ہے۔ کیا معلوم کب اور کس وقت بلاوا آجائے۔ شہر سے باہر صحراء میں زمین کے اندر گڑھا کھود کر ایک ترتیب کے ساتھ اس میں لٹا کر اوپر مٹی ڈال دی جائے گی۔ لیکن جس انسان نے اللہ کے ساتھ یاری کا



رشتہ قائم کیا ہو وہ اب بے شک قبر میں ہے لیکن اس کی قبر جنت کا حصہ ہے اور وہ شخص خوش نصیب ہے۔

آپ خود غور فرمائیں جس وقت انسان وضو کر کے اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کو کس قدر سکون و آرام ملتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب ہاتھ اٹھاتا ہے اللہ کے ساتھ اس کی کتنی خوبصورت گفتگو ہوتی ہے اور وہ شخص کتنا اللہ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ دو چیزیں ہیں۔ اللہ کا ذکر اور نبی پاک ﷺ کی محبت اور ادب، اس کے بعد جو نماز ہے وہ مقبول نماز ہے جس نماز میں اللہ کا ذکر ہے اور نبی پاک ﷺ کا ادب و محبت نہیں وہ ایک رسم ضرور ہے عبادت نہیں ہے۔

اس وقت مجلس میں آپ جتنے ساتھی موجود ہیں الحمدللہ آپ کی عادات اور عقیدے اچھے ہیں اور آپ کے اندر ادب و خلوص و موجود ہے اس دوران ذکر میں کبھی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ ناممکن ہے کہ بندے کا ایمان سلامت ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ پیار رکھتا ہو اور پیشانی سجدوں سے خالی ہو۔ اس جہان میں کچھ نہیں ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا جس طرح مسافر رات گزارتا ہے اس طرح زندگی گزاریں۔ جس طرح مسافر کے پاس کھانے پینے کا بندوبست، کمرہ، بستر، روشنی کا انتظام موجود ہے وہ جتنا بھی آرام کرے اس کے دل میں یہ فیصلہ موجود ہوتا ہے کہ صبح میں نے سفر کرنا ہے وہ جب سفر پر روانہ ہوگا اس کے دل میں کبھی خیال نہیں آتا کہ یہ کمرہ میری ملکیت ہے آپ اس جہاں میں جتنا عرصہ بھی رہیں گے یہ آپ کے عارضی ٹھکانے ہی ہیں۔ آپ کا اصل ٹھکانا آخرت ہے جس کو آخرت کی فکر، خوف، گناہ سے بچنے کا جذبہ، نیکی کمانے کا شوق، موت کی پیش نظر رکھ کر اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ حضور نبی کریم ﷺ کے روبرو ہونے کا تصور کر کے بار بار درود شریف کا ہدیہ پیش

کرنے کی سعادت میسر ہے وہ بڑا ہی خوش نصیب انسان ہے یہ شخص دنیا میں جتنی دیر رہتا ہے اس کی مثال چراغ کی طرح ہے اور جب دنیا چھوڑتا ہے قبرستان اس کی جنت بنتا ہے اور میدان قیامت میں پہنچے گا تو نبی پاک ﷺ اس کو اپنی شفاعت کی کملی میں چھپالیں گے۔ آپ جوانی، صحت اور عمر کے اس خوبصورت دور میں نبی پاک ﷺ کی غلامی میں کمی نہ ہونے دینا۔ دنیا اتنی کماؤ کہ محتاجی نہ ہو اور دین اتنا کماؤ کہ اللہ اور نبی پاک ﷺ راضی ہو جائیں۔

زندگی کا اچھا دور صحت مندی کا دور ہی ہے۔ اعضاء جواب دے جائیں، بڑھاپا غالب ہو جائے، جسم کمزور اور محتاج ہو جائے اس وقت بندگی کرو گے تو وہ محتاجی والی بندگی ہوگی۔

صحت مندی کے زمانے میں اللہ کے ساتھ پیار کا رشتہ قائم کریں۔ ذکر وفکر نبی پاک ﷺ کے ساتھ پیار میں وقت گزاریں۔ دنیا ضرور کمائیں تا کہ محتاجی نہ ہو، نیکیاں کمائیں تا کہ قبر جنت بن جائے اور تمام اوراد، وظائف میں بہتر دو چیزیں ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر نہایت آسان اور میزان عدل میں نہایت وزنی، پہاڑ کے برابر گناہ ہو اور یہ دو کلمے جاری رہیں ان کلمات کے سامنے تمام گناہ ختم ہو جائیں گے وہ دو کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

یہ کلمات اکثر اپنے ورد میں رکھیں۔

اور دوسرا وظیفہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ



اس کے ساتھ دل ودماغ پاک صاف اور نبی کریم ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ یہ آپ کے جان وایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے اور بالخصوص جوانی میں بہت زیادہ اللہ کا ذکر کریں۔ یہی کمائی کا دور ہے اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی دنیا وآخرت روشن فرمائے

(میر پور، اکتوبر 1998ء)
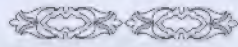
حدیث پاک میں ہے:

"جب انسان اللہ کے ذکر کا عادی ہو جائے۔ یادِ نبی ﷺ اور یادِ خدا کا نور اس کے دل میں اُتر کر دل سے ہوتا ہوا چہرے پر آجائے تو تعارف کی ضرورت نہیں رہتی۔ دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ خدا کا بندہ ہے۔"

حدیث پاک میں ہے:

"جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے یہ اس کے ولی ہونے کی دلیل ہے۔"

اَلَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ
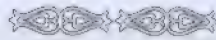
نوافل بالخصوص تہجد کی تلقین فرماتے ہوئے مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

"سنا ہے اوور ٹائم (Over Time) کی مزدوری زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اوور ٹائم ضائع نہ کریں اس سے فائدہ اٹھائیں قبل اس سے کہ ٹائم اوور ہو جائے۔"

## تصور شیخ

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے ایک مرید کو مراقبہ سکھایا اور تصور شیخ کی تعلیم دی اور فرمایا کہ جب تک تصور شیخ میں نہیں ڈوبو گے تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نہیں مل سکتے۔ آج کل کچھ علماء ایسے ہیں جنہیں تصوف سے لگن نہیں ہے۔ لیکن جنہیں اہل تصوف سے کچھ واسطہ ہے کچھ بھی ہو وہ اظہار حقیقت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے اپنے مرید کو مراقبے کی تعلیم دی اور تصور شیخ سکھایا دو چار دن توجہ دیتے رہے کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ پوچھا تجھے میری صورت پوری طرح خیال میں نہیں رہتی بولا جی ہاں پوچھا بتاؤ تجھے سب سے زیادہ کس چیز سے محبت ہے؟ کہنے لگا میری ایک بھینس ہے اس سے بہت محبت ہے۔ کہا تم تین چار دن اس کا تصور کرو اسی کمرے میں رہو اور آنکھیں نہ کھولنا۔ کچھ دنوں کے بعد جب کمرے میں تشریف لائے۔ کہا میں آ گیا ہوں آنکھیں نہ کھولنا اور دروازے سے نکلو کہنے لگا نہیں نکل سکتا، پوچھا کیوں؟ کہنے لگا سینگ دروازے کے ساتھ اٹک رہے ہیں ادھر اُدھر لگ رہے ہیں۔ کہا اب تصور شیخ پر عامل ہو جاؤ گے فوراً توجہ کی اور اپنی صورت سامنے کر دی حضور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور سب اکابرین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اقرب ترین رشتہ جو بندے کو رب سے ملائے وہ تصور شیخ ہے اور شیخ وہ کہ بندہ اپنے شیخ کے تصور میں گم ہو جائے، جب آنکھیں کھلیں تو رسول کریم ﷺ سامنے ہوں، اس لیے پیر کو راہنما کہتے ہیں۔ پیر خود منزل نہیں ہوتے پیر اور مرید دونوں کی منزل رسول اللہ ﷺ کی دہلیز ہے۔ پیر وہی ہے جو مرید کو تصور شیخ کے مقامات عبور کروا کر نبی پاک ﷺ کے قدموں میں پہنچا



دے اور نبی پاک داعی الی اللہ ہیں ان کا اپنا مقام ہے وہ خیرات صبح شام تقسیم ہو رہی ہے سو اس بناء پر اپنا اندر اور باہر ان کے قدموں میں حاضر رکھو۔ تاکہ جب اُٹھیں تو بندہ گنہگار ہی سہی۔ وہ مالک حقیقی جو گناہوں کی وجہ سے رزق نہیں روکتا۔ جب اپنے محبوب کی غلامی کی مہر دیکھے تو اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو ان کے وسیلہ سے خالی نہ لوٹائے۔ یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ اقرب ترین راستہ جو بندے کو رب سے ملائے وہ تصور شیخ ہے۔

(دربار نیریاں شریف 1988ء)

### ماضی، حال اور مستقبل:

"ماضی وہ جو ہاتھ نہ آئے، حال وہ جس کی سمجھ نہ آئے اور مستقبل وہ جس کی اُمید نہ ہو۔"

حضرت صاحب نے فرمایا:

ایک آدمی نے ایک شعر پڑھا مجھے بہت پسند آیا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

مگر میں یہاں اپنے ذوق کی بات کرتا ہوں۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو پڑ جاتی ہیں زنجیریں

(جلالپور: 1997ء)

## بندگی عقل وعلم سے مشروط ہے

اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے اندر ایک صفت رکھی ہے ۔ جو اس کی پہچان کا باعث ہے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ انسان کی تعریف حیوان ناطق ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک یہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے ۔ اسی طرح اس کی زندگی اور موت کے بارے میں بھی اہل علم اور اہل حقیقت کا اپنا اپنا نقطہ نظر ہے ۔ اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ انسان چلتا پھرتا، سوتا جاگتا، کھاتا پیتا، حرکت کرتا ہو تو وہ زندہ انسان ہے ۔ مگر اہل حقیقت یہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل، دماغ میں عبادت ومحبت کا جذبہ اور عمل موجود ہے تو وہ زندہ ہے ۔ اور جس میں عبادت وبندگی کا جذبہ نہیں وہ زندہ ہو کر بھی مُردہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کا مطالبہ صرف زندگی نہیں بلکہ عقل وہوش کی بناء پر کیا ہے ۔ جہاں عقل وہوش (علم) موجود ہے وہاں بندگی کا مطالبہ ہے اور جہاں یہ دو چیزیں موجود نہیں وہاں بندگی کا مطالبہ بھی نہیں ۔ تو گویا رب نے زندہ مُردہ کی پہچان حرکت وخورد ونوش کو نہیں بنایا بلکہ بندگی وغفلت کو زندگی اور موت قرار دیا ۔ صرف زندگی کی بناء پر بندگی کا مطالبہ نہیں فرمایا ۔ اس لئے کہ نفسِ زندگی میں گھوڑے، گدھے، اونٹ، بیل، خچر تمام چوپائے انسان کے برابر ہیں ۔ مگر بندگی کا حکم نہیں اسلئے کہ ان کے پاس عقل وعلم نہیں ۔ رب نے اپنی بندگی کا مطالبہ اس سے کیا ہے ۔ جس کو اس نے علم وعقل کی دولت عطاء فرمائی ہے ۔ معلوم ہوا کہ بندگی کیلئے علم، عقل کو اس طرح پیوست کیا کہ ایک کی موجودگی دوسرے کی موجودگی کے لئے لازم ٹھہری ۔ اب عقل والے کے لئے ہرگز زیبا نہیں کہ وہ عقل کے ہوتے ہوئے اپنے مالک کی



نافرمانی کرے ۔ آپ نے دیکھا ہوگا جانور بے عقل ہونے کے باوجود خدمت کرنے والے مالک کو پہچانتا بھی ہے اور وفادار بھی رہتا ہے ۔ انسان جس کا مقصدِ تخلیق ہی عرفانِ ذات ہے، عقل وہوش کے ہوتے ہوئے اپنے مالک سے دور رہے تو کس قدر بدنصیبی اور محرومی ہے ۔ وہ مالک ہے، قادر مطلق ہے، وہ پابند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے ۔ جیسے پہاڑ، زمین، جمادات، نباتات اس کی پابند مخلوق ہے ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک ڈھیل دے رکھی ہے ۔ صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ انسان میری غلامی کرتا ہے یا نفس وشیطان کی غلامی کرتا ہے ۔ لہٰذا عقل والے کے لئے لازم ہے کہ وہ خود اپنے رب کی طرف مُڑ جائے ۔ جب وہ موڑے گا تو رنگ اور ہوگا اس لئے صبح وشام اس کی یاد کرو اور کوئی آدمی بے مرشد نہ رہے ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان پر اپنا کرم فرمانا چاہے تو اُس کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے ۔ توبہ، محبت اور ذکر ۔ توبہ اس لیے کہ غافل نہ ہو، ذکر اس لیے کہ محبت پیدا ہو اور محبت اس لیے کہ پردے اٹھیں ۔

(دربار شریف 1990ء)

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

"ہر شعبہ زندگی میں سخاوت کا مظاہرہ کریں مگر جہاں عقیدے کا مسئلہ
ہو وہاں مصلحت وسخاوت سے ہٹ کر استقامت کا مظاہرہ کریں۔"

(بمقام بیٹھک اعوان آباد 1987ء)

## قبولیت دعا

حضور باباجی صاحب موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پیر کی دعا بظاہر جلد پوری ہوتی نظر نہ بھی آئے تب بھی مرید کو سات سال تک اس دعا کا انتظار کرنا چاہیے اور اس کا شکوہ اپنے پیر سے نہیں کرنا چاہیے۔ دعا کبھی رد نہیں ہوتی البتہ دعا کی قبولیت مرحلہ وار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر عطا کا ایک وقت مقرر ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ انسان اپنے لئے جو مانگتا ہے، یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے اللہ تعالیٰ نے عطا کی جو ترتیب رکھی وہ اُس (رب) کا فیصلہ ہے۔ بندے نے جو دعا مانگی ہے بظاہر اس کی قبولیت کے آثار نظر نہیں آئے مگر حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ اس دعا سے قبل جو چیزیں بندے کے لئے ضروری ہیں یا اس سے بڑی مشکلات ہیں جو رب کے علم میں ہیں اور بندے کو اس کی خبر نہیں ہے وہ پوری ہوتی رہتی ہیں اور آخر میں وہ دعا بھی پوری ہوجاتی ہے۔ جس کا مطالبہ بندے نے کیا تھا۔ مثلاً ایک آدمی نے سر درد کی شکایت کی اس کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ اس کے لئے دل کا درد بھی آنے والا ہے اب اس دعا کی برکت سے پہلے بڑے درد ختم کیے جائیں گے اس کے بعد یہ درد بھی اٹھا لیا جائے گا۔ ایسا ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتا اس طرح وہ اپنوں کے ساتھ کرتا ہے۔ یا اس کے دوست جس کو اپنا کہہ دیں ان کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے۔ اس ضمن میں جناب رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی کے گھر کی دیوار پر کوّا آ کر کائیں کرے اور بار بار منڈلائے تو صاحب خانہ فوراً اُس کو کوئی چیز ڈالے گا تا کہ اس کی ناپسندیدہ آواز ختم ہو اس کے مقابلے میں طوطا کسی چیز کا مطالبہ



کرے تو صاحب خانہ اس کا مطالبہ دیر سے پورا کرے گا اس لئے کہ اس کی آواز صاحب خانہ کو پسند ہے اور اس کی آواز کو بار بار سننا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ میرے دَر پر دلنشین صدا کے ساتھ دستک دیتا رہے مراد فوراً پوری ہوگئی تو دلنشین صداؤں کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ آپ نے کبھی کوّے کو پنجرے میں بند نہیں دیکھا ہوگا طوطے کو پنجرے میں رکھا جاتا ہے مینا اور بلبل کو پنجرے میں رکھا جاتا ہے۔ جس طرح دنیاداروں کے ہاں پسندیدہ اور محبوب چیز کو اپنے قریب رکھنے کا ایک اصول مقرر ہے اسی طرح رب نے بھی اپنے قرب کے لئے کچھ اصول رکھے ہیں۔ وہ جن کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ ان کی ساری زندگی امتحانات کے پنجرے میں گزرتی ہے۔

حدیث ہے:

إِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الْأَوْلِيَاءِ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ

ترجمہ: بیشک بلاء، مصیبت کو انبیاء، اولیاء، نیکوکاروں کیلئے وکیل بنایا گیا ہے۔

اپنائیت و قرب کا یہ مقام ابتلاء و محن کے خارزار سے گزر کر ہی ملتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعا نے اگر اپنے وقت پر ہی پورا ہونا ہے تو اللہ کے بندوں سے دعا کرانے کا کیا فائدہ؟ جواب اس کا یہ ہے کہ دعا کے پورا ہونے کا وقت اگر مقدر ہے تو دعا بھی تقدیر ہی کا ایک حصہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر 30 دن جولائی کے اور 30 دن دسمبر کے کتنا فرق ہے؟ تعداد میں دنوں کی تعداد اگر 30 ہی رہے پھر بھی سردیوں کے 30 دن گزرے محسوس بھی نہیں ہوتے۔ اس طرح آزمائش کی مدت کم نہ بھی ہو تب بھی برکتیں اتنی مل جاتی ہیں کہ آزمائش کی لمبی مدت گزرتے

پتہ نہیں چلتا۔ بہر حال اللہ کے مقبول بندوں سے دعا ضرور لینی چاہیے اور قبولیت دعا کے سلسلہ میں مایوسی اچھی بات نہیں اُمید کے اجالوں میں رہ کر درِ محبوب پر دستک دیتے رہنا چاہیے۔ بندے کا یہی مقام ہے اور بندے کی رضاء پر رب کی رضا ہر حال میں مقدم رہنی چاہیے کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے۔

اپنائیت سے مراد بندے کا وہ مقام ہے جس کا اشارہ اس حدیث قدسی میں ہے۔

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَكُنْتُ بَصَرَهُ الَّذِيْ يَبْصُرُ بِهٖ وَكُنْتُ يَدَهُ الَّتِيْ يَبْطُشُ بِهَا

ترجمہ: میں اس بندے کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

(وہ اللہ سے راضی ہو گئے اللہ ان سے راضی ہو گیا)

اس سے مراد یہ ہے کہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے آزمائش، محنت ومشقت اور مجاہدہ کی کانٹے دار وادی سے گزرتا ہے۔ (دربار شریف 1990ء)

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''اس جہاں میں ہر دکھ اور خسارے کا مقابلہ صبر اور برداشت سے کیا جاسکتا ہے لیکن قیامت کے نقصان اور دکھ کا مقابلہ صبر و برداشت سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس کمی کو اسی جہان میں سجدوں کی کثرت سے پورا کیا جاسکتا ہے''



## بندۂ عشق شُدی ترکِ نسب کُن جامیؔ

ایک آدمی نے کہا جناب میرے حضرت صاحب قبلہ کا بہت اعلیٰ مقام اور وسیع سلسلہ تھا مگر اُن کے صاحبزادہ صاحب اس نظام کو نہ سنبھال سکے۔

اس پر حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا:

''فقیر دائم الذکر و دائم الفکر ہوتا ہے جب ان دونوں میں سے ایک بھی چھوٹ جائے تو رابطہ منقطع ہو جاتا ہے اور حجاب آجاتا ہے۔ ایسے شخص کی نسبت تو برقرار رہے گی مگر مقام نہیں ملتا۔ دائم الذکر یہ ہے کہ اپنے مالک سے کسی لحہ غافل نہ رہا جائے اور دائم الفکر یہ ہے اس کو زندگی کے ہر موڑ پر اور زندگی کے ہر قدم پر یہ فکر دامن گیر ہو کہ میری کوئی ادا میرے مالک کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس راہ میں مجاہدہ شرط ہے۔ مجاہد بننا پڑتا ہے کئی بار مرنا پڑتا ہے۔''

آپ نے دیکھا ہے جب آدمی مر جائے اس وقت اس کو کندھے پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ زندہ آدمی کو کندھے پر نہیں اٹھایا جاتا۔ جوں ہی اس کے مرنے کی تصدیق ہو گئی اپنے بیگانے کندھے پر اٹھا لیتے ہیں معلوم ہوا کہ قبولیت عند الخلق ہو یا عند الخالق مرے بغیر نہیں ہوتی، اس راہ میں صاحبزادگی بہت بڑا حجاب ہے۔ صاحبزادگی کوئی معنی نہیں رکھتی جہاد بالنفس کرنا پڑتا ہے۔ جہاد اور مسلسل جہاد اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس راہ کا مجاہد جیت گیا تو ولی اللہ اور ہار گیا تو مرتد۔ جب کہ کافر کے ساتھ ظاہری جہاد میں انسان لڑتے لڑتے مارا جائے تو شہید، زندہ رہ جائے تو غازی۔ جہاد بالنفس جو طریقت کی راہ میں شرط ہے۔ یہ سخت ترین جہاد ہے اور سنت رسول ﷺ سے ہٹ

کرکوئی آدمی یہ کہے کہ صاحبزادگی اس کوکوئی منزل دے گی۔ یہ قطعاً غلط خیال ہے۔

بندۂ عشق شُدی ترکِ نسب کُن جامیؔ

کہ در ایں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

اس کی راہ میں صلاحیت دیکھی جاتی ہے نسب نہیں دیکھا جاتا۔ اکابر اسلاف کی مثالیں موجود ہیں کہ ان کی اولاد کی موجودگی کے باوجود ان کے خدام کو ان کا جانشین بنایا گیا۔

## درود سے مراد نزول رحمت

**سوال**: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

تمام مخلوق اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

والے صیغہ سے شروع ہونے والا درود پڑھتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ والے صیغہ سے شروع ہونے والا درود پڑھتے ہیں اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

**جواب**: اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ لفظوں کی قید ہمارے لئے ہے۔

جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود بھیجنے کا ذکر ہوگا۔ اس سے مراد نزول رحمت ہوگا۔ رب کریم کے لئے لفظوں کی قید نہیں ہوتی۔ درود پاک:

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین اور بعد کے بزرگان دین سے پڑھا جانا ثابت



ہے اور اس کی بہت برکات ہیں۔ ایک بات کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ یہ صیغہ خواص کے لئے ہے عوام جن کا دل و دماغ اور روح درود کے وقت پوری طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ نہ ہو ان کے لئے اس میں بے ادبی کا خطرہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ درود پاک پڑھتے وقت پوری توجہ گنبدِ خضریٰ کے مکین کی طرف رکھی جائے۔ کیونکہ اس میں براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب ہے۔ یہاں ایک باریک نقطہ ذہن میں رہنا چاہیے۔ آیت مقدسہ میں حکم ہو رہا ہے۔ ''صلوا علیہ'' اے مومنو! نبی پر درود بھیجو اس کے جواب میں مومن یہ کہتا ہے کہ: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ'' اے اللہ تو درود بھیج۔ بظاہر اس کا حل کیا ہے؟ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ مومن کو ادب کا درس دیا جا رہا ہے۔ حکمت اس میں یہ ہے۔

لِيَكُوْنَ الصَّلٰوةَ مِنْ رَّبٍّ طَاهِرٍ عَلَى النَّبِيِّ الطَّاهِرِ (سعادت دارین)

ترجمہ: تاکہ طیب، طاہر رب کی طرف سے طیب، طاہر نبی پر درود، رحمت کا نزول ہو۔

ہر مومن کا مقام نہیں ہے کہ براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر سکے۔ اس کے لئے تو بہت بڑے مرتبے کی ضرورت ہے۔ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا البتہ تحفہ بھیجا جا سکتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

کچھ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صرف درود ابراہیمی ہی پڑھا جائے اس کے علاوہ کوئی درود نہ پڑھا جائے۔ وہ اس آیت پر پورا عمل نہیں کرتے۔ آیت مقدسہ میں حکم ہے۔ اے نبی کے غلامو نبی پر درود بھیجو اور سلام بھی۔ لفظ صلوٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے صرف فرشتوں کو اپنے ساتھ شامل کیا جب مومن کی باری آئی تو فرمایا اے درود پڑھنے والے اگر تو فرشتہ ہے تو صرف صلوٰۃ پڑھ اور اگر انسان ہے تو صلوٰۃ

اور سلام دونوں پڑھ صرف صلوٰۃ کے حکم میں تم شامل نہیں تم مومن ہو تمہارے لئے درود کے ساتھ سلام کا بھی حکم ہے۔ نماز والا درود اس حکم کو پورا نہیں کرتا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں اس آیت پر کیسے عمل ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں سلام درود ابراہیمی سے قبل پڑھا جاچکا ہے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" درود ابراہیمی صرف نماز کے دوران ہی پڑھا جائے بطور وظیفہ وہ درود پڑھے جائیں جو صلوٰۃ وسلام کے الفاظ کے جامع ہوں تاکہ آیت مقدسہ میں دیئے گئے حکم پر ہر وقت عمل ہوتا رہے۔ (بمقام کہوٹہ راولپنڈی)

## ساتھیوں کے لئے نصیحت

"تمام احباب میں یکجہتی اللہ کے ساتھ محبت اور دکھ سکھ میں ہم حال ہونے کے جذبات سے کبھی خالی نہ رہنا چاہیے۔ طریقت کے ہمسفروں کو یہ چیزیں شرط کے طور پر اختیار کرنا پڑتی ہیں۔"

"انسان زندگی کے جس مرحلے سے گزر رہا ہو اس مرحلے کی غذا متعین کردی گئی ہے جس طرح جسمانی غذا کے اسباب متعین کردیئے گئے ہیں اسی طرح روحانی غذا کے اسباب بھی متعین کردیئے گئے ہیں۔ آپ کو کس غذا کی تلاش ہے یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے"

"تین چیزیں جب غالب ہوجائیں تو گناہ ختم ہوجاتا ہے۔

اسلام، بڑھاپا، اور جہاد"



## مسجد نبوی شریف میں
## ایک عالم دین سے گفتگو

ایک دفعہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا تھا باب جبریل علیہ السلام کے سامنے ایک عالم دین درس حدیث دے رہے تھے دوران درس حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ آیا۔ اس واقعے میں جہاں نبی کریم ﷺ کی نسبت اور ان کی برکات کا ذکر تھا اس مقام پر اس نے خیانت کا مظاہرہ کیا اور واقعے کی روح کو مسخ کرتے ہوئے گزر گیا۔ یہ بات مجھے برداشت نہ ہوسکی۔ میں نے کہا مولانا پھر پڑھیں کہنے لگے آپ اس کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ میں نے کہا علماء سے جو سنا ہے وہ اس کے خلاف ہے، کہنے لگے آپ پاکستانی بدعتی اور فضول لوگ ہوتے ہیں آپ لوگ مسجد نبوی کے امام کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا پڑھتے ہیں صرف وہ لوگ نہیں پڑھتے جو یہاں موجود نہیں ہوتے۔ ہم تارک جماعت نہیں ہوتے۔ تارک جماعت وہ ہوتا ہے جو جماعت ہورہی ہو اور نماز نہ پڑھے۔ دراصل وہ مجھے الجھا کر پولیس کے حوالے کرنا چاہتے تھے کہنے لگے پھر آپ کا امام کے متعلق کیا عقیدہ ہے میں نے کہا وہی جو سب کا ہے۔ اس نے بات کو طول دیتے ہوئے کہا دیکھو! اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ نبی کے پاس اختیار اور تصرف ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس ملک کے اندر رائج عقیدہ درست اور حق ہے اگر عقیدہ درست نہ ہو تو نبی تصرف و اختیار کے باوجود یہاں کے امام اور حکومت کو برطرف کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا آپ کا کہنا بالکل درست ہے میرے دل میں ایک الجھن ہے آپ اس کو حل فرمادیں میں ایک عرصے سے اس میں مبتلا ہوں اس پر

مولانا ذرا سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے وہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہودیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صلح کب سے ہوئی؟ بولے
''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ'' میں نے کہا یہ میرا روزانہ کا وظیفہ ہے آپ میری بات کو سمجھیں اور اس کا جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تصرف بھی ہے اور اختیار بھی اس کے باوجود بیت المقدس سے یہودیوں کو کیوں نہیں نکالتا؟ اس کے پاس اختیار وتصرف نہیں یا یہودیوں کے ساتھ کوئی صلح ہو گئی۔ ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا خداوند کریم قادر مطلق یہودیوں کو ڈھیل دے کر کسی حکمت کے انتظار میں ہے۔ نبی کریم ﷺ بھی تصرف واختیار کے باوجود اُسی حکمت کے تحت کسی وقت کے انتظار میں ہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی خاموشی عدم تصرف واختیار اور آپ کے عقیدے کی صداقت کی دلیل ہے۔

(مدینہ شریف 1991ء)

''محبت نسبت والوں کی ایک پہچان ہے۔ جتنی محبت زیادہ ہو گی اتنی اطاعت زیادہ ہو گی۔ جتنی اطاعت زیادہ ہو گی اتنا تقویٰ زیادہ ہوگا۔ جتنا تقویٰ زیادہ ہوگا اتنا قرب ملے گا جتنا قرب ملے گا اتنے پردے اٹھیں گے جتنے پردے اُٹھیں گے اتنا عرفان بڑھے گا جتنا عرفان بڑھے گا اتنا ایمان بڑھے گا یہ سب طریقت کا فیضان ہے''



## مسلمانوں نے مغرب کی تقلید کیوں کی؟

ایک آدمی نے سوال کیا کہ مسلمانوں نے مغرب کی تقلید کی جبکہ کافر کسی کی تقلید نہیں کرتا اس پر آپ نے فرمایا مسلمان کی مثال آئینے کی طرح ہے اس میں عکس فوراً منتقل ہو جاتا ہے اور کافر پتھر کی مانند ہے اس میں عکس منتقل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

مسلمانوں میں تین قسم کے لوگ ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ ایک طبقہ غافل مسلمانوں کا ہے۔ ان کے اندر جب عکس آئے تو وہ اس عکس سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اور اُن ہی کے نقش قدم پر زندگی گزارنا اپنے لئے سعادت وکامیابی سمجھتے ہیں۔ دوسرا طبقہ بیدار لوگوں کا ہے۔ یہ لوگ خود بیدار ہیں مگر اس بیداری کو دوسروں تک منتقل نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ کافر سے نفرت تو کرتے ہیں مگر دوسروں کو اس نفرت پر مائل نہیں کر سکتے۔ تیسرا طبقہ بیدار اور بیداری کو دوسروں تک منتقل کرنے والوں کا ہے۔ یہ لوگ کافر کی حرکتوں سے آگاہ بھی ہیں متنفر بھی ہیں اور مذہب کی طرف مائل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ بہت تھوڑے لوگ ہیں۔

(پروفیسر محمد اسلم کے گھر، بمقام راولاکوٹ 1990ء)

**سوال**: حضور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بالجہر سے منع فرمانا عدم جواز کی بناء پر تھا یا اس میں کوئی اور حکمت تھی؟

**جواب**: حضور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر بالجہر سے منع فرمایا، آپ کا منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سے پہلے ذکر بالجہر مروج تھا۔ یہ عدم جواز کی بناء پر نہیں بلکہ اس میں اور حکمتیں تھیں اس کے جواز پر قرآن وحدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہر کامل شیخ اپنے دور کا روحانی حکیم ہوتا ہے اور حکیم اپنے مریض کے مرض کے مطابق نسخہ تجویز کر کے علاج کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ ذکر بالجہر صوفیاء میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے شروع ہوا وہ اُس دور کی ضرورت تھی اس میں بھی حکمت تھی اور حضور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا۔ اس میں بھی حکمت تھی آپ کا منع فرمانا عدم جواز کی بناء پر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے فوائد ونقصانات پر حکیمانہ نظر رکھی گئی۔ ذکر بالجہر میں ریاء کا خطرہ موجود ہے۔ آپ نے اس سے بچنے کے لئے پابندی لگا دی۔ چونکہ وہ دور طلب حق کے غلبے کا دور تھا اُس دور میں اگر جہر پر پابندی لگ بھی جاتی تب بھی ذکر خفی جاری تھا۔ موجودہ دور غفلت اور طلب حق سے دوری کا دور ہے اس میں اگر ذکر بالجہر پر پابندی لگا دی جائے تو ذکر خفی خود بخود ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس خطرے کے پیش نظر بعد کے صوفیاء نے جہری ذکر شروع کرا دیا۔ ذکر کی دونوں حالتیں اپنے اندر علیحدہ علیحدہ فوائد رکھتی ہیں۔

ذکر خفی صرف اپنی ذات کے لئے ہے جبکہ ذکر بالجہر اپنے لئے بھی ہے اور



دوسروں کے لئے بھی ہے۔ ذکر خفی اگر یکسوئی کے ساتھ ہو تو صرف اپنے خیالات کو قابو میں رکھے گا۔ جب کہ ذکر بالجہر کی آواز جہاں تک جائے گی وہاں تک شیطان بھاگ جائے گا۔ برکات کا نزول ہوگا غافل بیدار ہوں گے مخلوق آپ کے ذکر پر گواہ بنے گی

بعض حضرات حضور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو ذکر بالجہر کے عدم جواز کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اگر وہ امتناعِ جہر کی حکمت پر غور فرماتے تو یقیناً اپنے فیصلے کی نظر ثانی پر مجبور ہو جاتے اور انکا فیصلہ ذکر بالجہر کے قائلین کے حق میں ہوتا۔ ذکر بالجہر کے جواز اور اس کی برکات کی تحقیق میں علماء نے بہت مفید کتابیں لکھی ہیں یہاں ہم نے اتنا ہی کہنا ہے کہ حضور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس دور میں بھی جاہل صوفیوں سے مقابلہ تھا۔ اُس دور کی ضرورت یہی تھی کہ جہاں خطرہ ہے اس دروازے کو ہی بند کر دیا جائے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ رفع السبابہ پر نوے احادیث مبارکہ موجود ہیں، مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشہد میں انگلی کا اشارہ نہیں فرماتے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اس کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ آپ کے نزدیک اس کی ایک باریک حکمت تھی وہ یہ کہ انگلی سے اشارہ کرنا مشارٌ الیہ کے غیب پر دلالت کرتا ہے۔ حضور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں یہ حکمت ہے کہ چونکہ وہ ذات ہر جگہ موجود ہے اس لئے اشارہ علی الغیب نہ کیا جائے اور یہ اُن ہی کے شایانِ شان ہے۔ جو لوگ منزل شہود پر فائز ہوں وہ اشارہ نہیں کرتے۔

عوام انگلی کا اشارہ کریں اس لئے کہ یہ مقام ان کا نصیب نہیں ہے۔ حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مشہور معروف حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بلند آواز سے ذکر کیوں کر رہے تھے آپ نے عرض کیا شیطانوں کو بھگانے اور غافلوں کو بیدار کرنے کے لئے، سرکار دو عالم ﷺ نے صرف حکمت پوچھی منع نہیں فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ذکر خفی کی وجہ پوچھی منع نہیں فرمایا۔ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وجہ بیان فرمائی۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اپنی آواز تھوڑی سی اونچی کرلیں۔ نقشبندیوں کو یہیں سے جہر متوسط کی اجازت مل گئی اور یہی کافی ہے۔ جہاں بھی ذکر بالجہر کی ممانعت آئی ہے وہاں مراد جہر مفرط ہے۔ ذکر کی دونوں حالتیں جائز ہیں جس کو جس حالت میں سکون ملے اُسی پر عمل کرے۔ آج بھی پاک و ہند میں نقشبندی آستانوں میں باستثنائے چند سب ہی آستانوں پر ذکر خفی ہوتا ہے۔ اپنے شیخ سے جو حکم ملے اُسی پر عمل کریں۔ دونوں طریقے جائز ہیں۔

(بمقام لالہ موسیٰ 1992ء)

**سوال**: ظاہری کعبہ تو موجود ہے کیا باطن کے لئے بھی کوئی باطنی کعبہ ہے؟

**جواب**: یہ جو محسوس کائنات ہے اس کے لئے کعبہ بھی محسوس کعبہ ہے۔ یعنی جو موجود ہے اور باطن چونکہ غیر محسوس کائنات ہے۔ اس کا کعبہ بھی غیر محسوس ہے جس کو حقیقت کعبہ کہتے ہیں۔ رہا حجابات کے ارتفاع کا مسئلہ تو وہ پیہم کوشش اور توجہ الی الحق کے بعد ہوتا ہے فوری نہیں ہوتا تاکہ عظمت کعبہ باقی رہے۔

شرح بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے کے بعد جب گھروں کو لوٹیں تو ٹولیوں کی صورت میں ذکر بالجہر کریں

(بھجۃ النفوس) شرح بخاری شریف۔



## نورِ نبوت ہی توحید تک رسائی کا واحد ذریعہ ہے

ایک آواز سنی جاتی ہے۔ توحید۔

علماء، اساتذہ، وکلا، شہری، دیہاتی، چھوٹا، بڑا، پڑھا لکھا، ان پڑھ ہر ایک اور ہر جگہ توحید توحید کی رٹ سنی جا رہی ہے۔ صرف زبان سے لفظ توحید کا اعادہ کرنا۔ اس طرح ایک جماعت تو بن گئی مگر جس ذات کا قرب مقصود تھا وہ میسر نہ آیا۔ کیوں؟

عمر بھر گُڑ گُڑ کی رٹ لگاتے رہنے سے کبھی زبان میٹھی نہیں ہوگی۔ جب تک اس کو زبان پر رکھ کر چکھ نہ لیا جائے۔ ساری زندگی توحید کی رٹ لگانے والے، تجھے دیکھ کر توحید یاد کیوں نہیں آتی؟ معلوم ہوا توحید کے صرف نام تک رسائی حاصل ہوئی ہے۔ حقیقت توحید سے آگاہی نصیب نہیں ہوئی۔ پانی کو دیکھ کر روانی، پھول کو دیکھ کر خوشبو اگر یاد آسکتی ہے تو ساری زندگی توحید توحید کی رٹ لگانے والے سے اگر کوئی خطا نہیں ہوئی تو ضرور توحید یاد آنی چاہیے۔ آپ نے دیکھا کعبے کے اندر بُت رکھے گئے اور کئی سو سال تک ان کی پوجا بھی ہوتی رہی۔ توحید کے مرکز میں شرک ہوتا رہا۔ رحمت خداوندی جوش میں نہیں آئی آخر پیغمبر علیہ السلام نے آواز توحید بلند فرمائی۔ غارِ حرا کے اندر سے چلے جانے کے بعد آواز لگائی۔ کعبہ کے اندر سے ایک ایک بُت کو گرایا اور باہر نکالا کعبہ کو پاک کیا۔ خداوند کریم قادر مطلق ہو کر آخر یہ سب کچھ دیکھتا رہا کیوں؟ اس لئے کہ قیامت تک آنے والے یہ جان لیں کہ توحید توحید کی رٹ لگاتے رہنے سے پاکیزگی نہیں آتی۔

جب تک اس سارے عمل کے ساتھ میرے نبی ﷺ کی محبت اور اس کی

ادائیں شامل نہ ہوں۔ توحید تک رسائی ممکن نہیں، جب تک ذات نبی ﷺ تک رسائی نہ ہو۔

یہ بتانا مقصود ہے کہ کعبہ کی صفائی اگر ذات نبی ﷺ کے بغیر نہیں تو توحید تک رسائی بھی نور نبی ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔

صوفیائے کرام کی زندگی کا محور ہی توحید ہے۔ انبیاء کرام کے بعد ظاہری لوازمات کے اعتبار سے سب سے زیادہ تقویٰ شیطان کے پاس تھا۔ اس کے باوجود دوزخی ہوگیا۔ کیوں؟ یہ دکھانا مقصود تھا کہ علم والے بھی جب ذاتِ نبی ﷺ کی نفی کر کے توحید تک رسائی کی کوشش کریں گے تو لعنت کے سوا انہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا

یہ ناممکن ہے کہ پیغمبر کی نسبت نکال دی جائے اور توحید تک رسائی ممکن ہو۔ انبیائے کرام مخلوق میں وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں۔ جنہیں توحید کا نور نصیب ہوا، اس کے بعد انبیاء کی وساطت و غلامی کی بدولت صوفیائے کرام کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے کہ صوفیائے کرام اپنے آپ کو ہر قسم کی تکالیف، مصائب، مجاہدے و عشق کی آگ میں جلانے کے بعد آواز توحید بلند کرتے ہیں۔ دریا و صحراء ان کا حکم مانتے ہیں چرند پرند، حیوانات و نباتات ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ توحید کا پہلا سبق کلمہ شریف ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کس نے سب سے زیادہ مخلوق خدا تک پہنچایا، کون اس ذکر کو مخلوق کے دلوں تک پہنچا رہا ہے۔ عشق خدا اور عشق رسول کی آگ سے لوگوں کے دلوں کو کون گرما رہا ہے؟ یہ صوفیاء ہیں یہ اولیاء ہیں یہ فقیر ہیں اللہ کے دَر کے سفیر ہیں وہ مولوی کیا توحید پھیلائے گا؟ جس کے نزدیک بلند آواز سے کلمہ پڑھنا ہی شرک ہے؟

آپ نے دیکھا آٹھ فٹ آدمی ہو، اس کا ایک ناخن کھینچ کر نکال دیا جائے



جب ذرا سی چوٹ اس شخص کے زخم پر لگے گی آدمی دوہرا ہو جائے گا کیوں؟ اس لئے کہ زخمی ہے۔ صوفیاء بھی ذکر خدا سے مخلوق کے دل زخمی کرتے ہیں۔ جب ان کے سامنے ان کے محبوب کی بات چھیڑی جائے ذاتِ نبی ﷺ کا تذکرہ ہوتے ہی خود بھی پھڑک جاتے ہیں اوروں کو بھی پھڑکا دیتے ہیں۔ توحید کا نعرہ بلند کرنا اور بات ہے توحید تک رسائی حاصل کرنا اور بات ہے۔ اس کے لئے اپنے آپ کو کائنات سے الگ کرنا پڑتا ہے۔ یہ دل کسی کی امانت ہے جس کا دل ہے اس کے سوا تمام کائنات کو اس دل سے نکالنا پڑتا ہے۔

مَارَأَيْتُ شَيْأً إِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ

ترجمہ: ہمیں کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی اور کوئی چیز نظر آتی ہے تو اس میں اُسی کے جلوے نظر آتے ہیں۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

ترجمہ: جو (شخص) اللہ کا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ (کے جلوے) بھی اسی کے لئے ہیں۔

جنہیں اس کے جلوے مل گئے عبادت بھی ان ہی کی ہے، ریاضت بھی ان ہی کی۔ حکومت بھی ان ہی کی ہے۔ عبادت الٰہی مشروط کر دی گئی ہے ادائے رسول ﷺ کے ساتھ سجدہ عبادت خدا بھی ہے، سنتِ رسول ﷺ بھی ہے۔ ہر معاملے میں اللہ کریم نے نبی کی نسبتیں اتنی قریب کر دی ہیں کہ ان کے بغیر عبادت کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا ہوگا کہ کتابوں والے آخر تصور کی طرف کیوں آئے۔

اس لئے کہ عشقِ رسول ہی توحید کا مقدمہ ہے۔ آپ نے کبھی غور کیا۔ چینی، پتی، پانی اور دودھ کے مجموعے کا نام چائے ہے۔ ان تمام اجزاء کو ایک برتن میں اکٹھا کر کے جب تک آگ کے عمل سے نہ گزاریں چائے مکمل نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا سب کچھ آپ کے اندر ہے اس کے باوجود ان سب اجزاء کو عشقِ رسول ﷺ کی گرمی سے گزارے بغیر توحید تک رسائی ممکن نہیں۔

نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی یہ سلسلے رکاوٹیں پیدا نہیں کرتے بلکہ رکاوٹیں ہٹاتے رہیں۔ ذکر فکر کا سلسلہ جاری رکھیں۔ پیر کی نافرمانی نہ کریں۔ کبھی دل کی کلی کھل ہی جائے گی۔ جب مسائل شرعیہ ضرورت پڑیں تو کتابیں کھولیں جب مسائل عشق و مستی کی ضرورت پڑے تو فقراء کے در پر حاضری دیں۔ اپنے پیر کے معمولات و احکامات کی پابندی کریں۔ مولوی اور سیّد تھوڑے سے عمل سے بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ مولانا کتاب چھوڑے اور سیّد تکبر چھوڑے، کتاب چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے چراغِ منزل اور ہمسفر سمجھے اس کو ہی منزل نہ بنالے کتابوں کی معیت کے ساتھ ساتھ آشنائے رموز، دانائے آداب منزل مقصود کی راہنمائی واطاعت زادِفلاح وکامیابی کا خزانہ ہے۔

ے در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
در صفحہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

ترجمہ: کنز الدقائق اور ھدایہ میں اللہ تعالیٰ نہیں ملتا دل کے صفحہ پر اس کو دیکھیں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔

دل کے صفحات پر لکھی کتاب میں وہ تمام مسائل موجود ہیں جو دیگر کتابوں



میں نہیں ملتے بلکہ سینہ بسینہ آ رہے ہیں۔ اس علم کی متحمل صرف کتاب دل ہی ہو سکتی ہے۔ کتاب عبادت سکھاتی ہے۔ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' 3 بار، 5 بار اور 11 بار کی قید لگاتی ہے۔ کتاب عشق بھی عبادت سکھاتی ہے فرق یہ ہے کہ یہاں تعداد کی قید نہیں جب تک لبیک عبدی کی آواز نہ آئے، سجدہ ختم نہ کر کم از کم پتہ تو چلے کہ سجدہ کس کے لئے ہے۔ تعداد کی قید کیوں لگاتے ہو جواب آنے تک درِ محبوب پر دستک دیتے رہیں

یہ ہے اصل زندگی اسی زندگی کے حصول کی خواہش رکھو۔ اسی زندگی والے لوگوں کے سامنے اپنا اُٹھنا بیٹھنا رکھو ان لوگوں کی معیت ''کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' کی غرض کو پورا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہی مرنا جینا نصیب فرمائے۔ آمین۔

# اختیار واجبار

(سیاحوں سے گفتگو)

مخلوق میں بعض اشیاء ایسی ہیں جن کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا اپنا کوئی مزاج ہوتا ہے۔لیکن وہ جہاں پہنچتی ہیں اس ماحول کے مطابق اپنا رنگ ومزاج بنالیتی ہیں۔مثلاً پانی ہے کہ مالٹے کے درخت میں جائے گا تو اس کو اپنا مزاج دے گا رنگ اُسی کا رہے گا اسی کے رنگ کو قوت دے گا۔سیب کے درخت میں جائے گا اس کے مزاج ورنگ کو قوت دے گا۔قرآنِ عظیم نے بھی اسی طرح کا اشارہ دیا ہے میری قوتیں کسی کو جبراً اپنی طرف نہیں موڑتی ہیں جیسا مزاج بناؤ گے اُسی کو قوت ملے گی یہ مزاج کیسا بنانا ہے یہ فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے۔یہاں ہم نے ہر ایک کو ڈھیل دے رکھی ہے ۔ البتہ ایک بات ضرور ہے وہ یہ کہ اگر کسی کے اندر 99% گناہ ہوا اور صرف ایک حصہ نیکی ہو تو جب کسی بہانے سے رحمت برسے گی تو وہ اپنی ہی جنس (نیکی) کو قوت دے گی اور طلب صادق کا جذبہ کسی کو میسر آجائے اور اس میں احساس ندامت کے ساتھ طلب ورحمت کا جذبہ غالب رہے تو اس ایک فیصد نیکی کے جذبہ کو قوت ملتے ملتے ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ 99% حصہ گناہ پر ایک فیصد نیکی کو غلبہ نصیب ہو جائے گا۔پھر یہ نیکی کی قوت آپ کو تلاشِ محبوب کے لئے بے چین کرے گی مثلاً کسی کو پیاس لگی ہو آپ اس کو فروٹ دیں۔کھانا دیں یا دنیا کی ہر چیز اس کے سامنے رکھ دیں وہ مطمئن نہیں ہوگا جب تک اس کو پانی کا گھونٹ نہ ملے۔ پیاس کا احساس کوئی چیز دور نہیں کرسکتی پانی کا ایک گھونٹ اس کو مطمئن کردے گا۔



معلوم ہوا جس چیز کی طلب ہو جب تک مطلوبہ چیز ہاتھ نہ آئے اطمینان نہیں ہوسکتا۔ جس وقت انسان کو محبوب حقیقی کی جلن، تڑپ بے چین کرتی ہے اس وقت رحمت خداوندی آواز دیتی ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ترجمہ: جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے رستے دکھائیں گے۔

اگر یہ نعمت جوانی کے دور میں کسی کو میسر آجائے تو وہ خوش نصیب ہے۔ فکر جاں پر فکر جاناں غالب آجائے نہ کاروبار دنیا چھوٹے نہ ذکر محبوب کا سلسلہ ٹوٹے مثلاً ایک دکاندار ہے سامان تولتا کسی کے لئے ہے ساتھ ہی اس نے ایک ترازو اپنے اعمال تولنے کے لئے بھی رکھا ہے کسی کے لئے بھی تولتا ہے اور اپنا محاسبہ بھی کر رہا ہے کاروبار دنیا بھی جاری ہے خود احتسابی کا عمل بھی جاری ہے۔ نہ دنیا سے غافل نہ دین سے دُوری۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(سورت نمبر 24، آیت نمبر 37)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

اس ادا پر کسی کو استقامت نصیب ہو جائے تو یہی ایک ادا، دم، تعویذ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ یہی وہ دور ہے جس دور میں دین پر استقامت رکھنے والا 100 شہید کے ثواب کا درجہ رکھتا ہے۔آنے والے دن، مصیبت، غفلت، معصیت، خطا کاریاں اور جوانی کی مستیوں کے دن ہیں۔اس دور میں یاد محبوب کا چراغ جلا کر چلنا 100 شہید کے ثواب کے برابر کیوں نہیں ہوگا؟

صوفیائے کرام کے ہاں ایک اصول مقرر ہے اور اُن ہی کا فرمان بھی ہے کہ جس نے اصل پر دل کو مطمئن کر لیا وہ امیر ہے اور جس کی خواہش اس سے بڑھ جائے وہ آدمی غریب ہے اور جس کے نزدیک دونوں کیفیات یکساں ہوں۔ وہ شخص متوکل ہے یعنی نہ موجود پر عدم اطمینان اور نہ مزید کی خواہش، ایسا شخص صوفیائے کرام کے نزدیک متوکل ہے۔ میرے لئے بھی یہی سبق ہے آپ تمام حضرات کے لئے بھی یہی سبق یاد رکھنے کے لئے اس کو عملی شکل دینے کے لئے کافی ہے۔ رہ گئیں تکالیف اس کے دو رُخ ہیں۔ مثلاً میلا کپڑا ہے اس کے لئے دو ہی عمل ہوتے ہیں۔ پھینک دیا جائے یا دھو کر قابل استعمال بنایا جائے۔ رحمت خداوندی بھی ان ہی دو مراحل سے انسان کو گزارتی ہے۔ کبھی دھو دیتی ہے کبھی پھینک دیتی ہے۔ مومن پر آزمائش اس لئے آتی ہے کہ اس کو دھو کر صاف ستھرا کر دیا جائے تا کہ رضاء و محبت میں کمی نہ آئے، آپ نے دیکھا ہو گا جب دھوبی کپڑا دھونے لگے تو اس نے جو ضروری سختی کرنا ہوتی ہے کرتا ہے۔ کبھی کپڑے سے مشورہ نہیں کرتا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جب دھوبی کپڑا دھو کر لوہے کی گرم استری پھیرتا ہے تو وہ استری پھر خراب ہو جاتی ہے۔ مگر محبت کی دنیا میں آزمائشوں اور سختیوں کے صابن سے دھو کر عشق رسول ﷺ کی گرمی سے گرم کر کے جب استری پھیر دی جاتی ہے۔ تو موت کے جھٹکے بھی اس استری کو خراب نہیں کر سکتے۔ خطا کر لینا اور کسی ظاہری سبب کے مانع ہو جانے کی وجہ سے گناہ چھوڑ دینا یہ کمال نہیں ہے۔ جب تک زندگی ہے محبوب کے جلوؤں میں اس قدر گم ہو جانا کہ گناہ کا تصور ہی ختم ہو جائے، یہ کمال ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ عاقل بالغ صاحب ہوش انسان نیکی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

تمام دوست مرد عورتیں جس قدر بھی اس مجلس میں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ ذکر سے خالی نہ رہیں اپنی گزشتہ غفلت والی زندگی سے توبہ ضروری ہے۔ کچھ



نہیں ہے اس جہاں میں سوائے ذکر خدا اور ذکر محبوب ﷺ کے۔ ایک صحابی سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کیا حضور میں اتنا اللہ کا ذکر کرتا ہوں اور اتنا درود شریف پڑھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا درود شریف تھوڑا زیادہ کرو۔ ہزار خیال ہٹا کر ایک خیال پر قائم رہنا آسان کام نہیں۔ انسان بھرے بازار میں کھڑا ہو، ہزار قسم کی آوازیں آرہی ہوں، ہزار آوازوں میں اپنے محبوب کی آواز پہچان لینا آسان کام ہے کیا؟ اسی لئے اس عمل کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو استقامت عطا فرمائے اور اپنا بنا کر رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسی ہی پُر نور زندگی سے نوازے۔

(دربار شریف 1992ء)

**سوال**: حضرت کیا آپ کے پاس جو کچھ ہے مجھے بھی دے سکتے ہیں؟

**جواب**: یہ اُن کا کرم ہے کہ سمندر کا دل قطرے کو دے دیں کرم کی چادر بہت وسیع ہے۔ کوئی بھی محروم نہیں جاتا۔ سودا طلب اور صلاحیت دیکھ کر دیا جاتا ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ کرم ہو جائے تو صلاحیت عطا ہو جاتی ہے۔

**سوال**: میرے والد گرامی جب نعت سنتے تو بہت رویا کرتے تھے۔ میں بچپن میں اس بات کو نہ سمجھ سکا اب سمجھ آرہی ہے کہ وہ رونا بہت نعمت تھی مجھے اس درد کو حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

**جواب**: درود شریف کی کثرت کریں وہ خود ہی کرم فرما دیں گے۔

**سوال**: میں ایک درود شریف پڑھتا ہوں کیا یہ درست ہے یا کوئی اور درود پڑھوں؟

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

**جواب:** برکات سے خالی تو کوئی درود بھی نہیں ہے۔ البتہ اس درود شریف میں ایک باریک فرق ہے جس کو اہل علم ہی جانتے ہیں۔ وہ یہ کہ اس درود میں صرف امر واقعہ کی تصدیق ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں کر رہا ہے۔ اس میں آپ کا عمل کیا ہے؟ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ایک فعل کی تصدیق ہو رہی ہے۔

ایک اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اے اللہ تو ہماری طرف سے اپنے نبی پر درود بھیج اس میں آرزو بھی ہے عاجزی بھی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فعل کی تصدیق کریں گے یہ اور بات ہے اپنا فعل شامل کر لیں گے یہ اور بات ہے۔ دونوں میں کس قدر فرق ہے آپ خود اندازہ کر لیں اس لئے ضروری ہے آپ اپنا فعل شامل کریں اعزاز اسی میں ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

تا کہ آپ کا فعل بھی ہو آپ کی آرزو بھی ہو آپ کی طرف سے عاجزی کا اظہار بھی ہو کہ آپ عاجز نہ ہوتے تو وکیل کیوں کرتے؟ اور وکیل بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنایا ہے جہاں قبولیت ہی قبولیت ہے دوسرا کوئی تصور ہی نہیں۔

(دربار شریف)
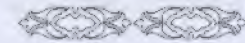
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

اگر چاہتے ہو کہ شکر کی توفیق ملے تو اپنے سے کمزور طبقے پر نظر رکھو۔ جھونپڑی میں رہنے والوں پر نظر رکھو گے تو شکر کی توفیق نصیب ہوگی اور پھر لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ نعمتوں میں اضافہ بھی ہو جائے گا۔



## اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کا پرتو اس جہان میں موجود ہے

(حرم شریف میں ایک سکیورٹی اہلکار سے گفتگو)

حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ میں مدینہ شریف حرم پاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرے لئے کوئی وظیفہ تجویز فرمائیں۔ وہاں چونکہ ہر ایک اس بارگاہ کے سوالی کی حیثیت سے ہوتا ہے، وہاں اس قسم کی باتیں خلاف ادب ہوتی ہیں۔ لیکن شائد وہ سکیورٹی کے لوگ تھے جب انہوں نے اصرار کیا تو میں نے کاغذ پر لکھا: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ فوراً پولیس اہلکار میرے سر پر آ کر کھڑے ہو گئے ابھی وہ کاغذ اس شخص کے ہاتھ میں ہی تھا۔ پولیس کا ایک سپاہی کہنے لگا: ''وَاللّٰہِ ھٰذَا حَرَامٌ'' میں نے کہا اللہ کے بندے اس کاغذ کو دیکھ تو لینا چاہیے تھا حرام حلال کی بات تو بعد میں ہوگی۔ آپ نے دیکھے بغیر یہ کیسے کہہ دیا، اُس نے وہ کاغذ لے کر دیکھا تو خاموش ہو گیا، میں نے کہا کیوں؟ اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ کہنے لگا ہاں یہ ٹھیک ہے۔ کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ توحید پر ایمان نہ رکھے لیکن توحید کو اتنا سمیٹ لینا جس میں اللہ کی عطا کا بھی انکار لازم آئے یہ کونسی توحید ہے؟ وہ ذات لامحدود ہے اس کی صفات لامحدود ہیں اس کی صفات میں بھی کسی کو شریک ماننا شرک ہے لیکن اس کی صفات کا پرتُو مخلوق میں ماننا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی عالم دین ہے اس کو جاہل تو نہیں کہہ سکتے، حقیقی عالم تو رب کی ذات ہے مگر اس کی عطا کا انکار کرنا کونسی توحید ہے؟ اس کی ہر صفت کا

پرتو اس جہان میں موجود ہے جس کا اقرار ضروری ہے اور یہ شرک نہیں عین ایمان ہے۔

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''قربِ رسول ﷺ کے علاوہ ہر دنیاوی مرتبہ فانی ہے۔
قربِ رسول ﷺ کا مرتبہ صرف باقی نہیں ہر لحہ عروج آشنا ہے۔ اس نعمت پر قائم رہنا بلند نصیب لوگوں کا حصہ ہے،
قرب کی یہ نعمت ادب، سنت رسول ﷺ سے پیار اور درود شریف کی کثرت سے ملتی ہے۔''

# تصوّف اور مستی

(تصوف وہ جس میں مستی شناسائے ادب رہے)

ایک شخص نے عرض کیا حضرت دعا فرمائیں کہ بابا بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام انگریزی میں ترجمہ کرسکوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا میں نے حضرت بابا بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھا ہے۔ لیکن دوسروں کو اس سے منع کرتا ہوں اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت کے ساتھ اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ناپختہ آدمی اس میں الجھ جاتا ہے اور ایسا الجھتا ہے کہ گمراہی کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔ ہم ایسے تصوف کے قائل ہیں جہاں طریقت پر شریعت کا غلبہ رہے جہاں مستی ادب کے دائرے میں ہو یعنی مستی شناسائے ادب رہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اداؤں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسین بنایا ہے اور ایسی جامعیت بخشی ہے کہ اس میں طریقت بھی ہے، اس میں شریعت بھی ہے، اس میں دین بھی ہے، اس میں دنیا بھی ہے، اس میں عقبیٰ بھی ہے، اس میں ظاہر بھی ہے، اس میں باطن بھی ہے، اس میں حقوق اللہ بھی ہیں، اس میں حقوق العباد بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر ادا کو دین کا درجہ دیا ہے۔ سب کچھ اسی میں ہے کامیاب ترین ہے وہ آدمی جس کے ہر عمل پر نبی اکرم ﷺ کی اداؤں کا نور غالب ہو۔

(عرس کی محفل کے دوسرے دن (دربار عالیہ نیریاں شریف)

# دین اور اختلاف

(جناب کے ایچ خورشید مرحوم کے ساتھ ایک مجلس)

ایک دفعہ جناب کے۔ ایچ۔ خورشید صاحب مرحوم راولپنڈی حضرت صاحب قبلہ کے آستانے پر تشریف لائے اُن دنوں سیاسی افراتفری کا ماحول تھا اور اپوزیشن جماعتیں حکومت کے خلاف عوامی رائے کو اپنے حق میں ہموار کرنے کے لئے عوام کے دلوں میں مقبولیت رکھنے والی شخصیات سے رابطے کر رہی تھیں۔ کے۔ ایچ۔ خورشید صاحب مرحوم بھی اس سلسلے میں حضرت صاحب کے پاس تشریف لائے ۔ دوران گفتگو کے۔ ایچ۔ خورشید صاحب نے کہا ''ایک تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ لوگوں نے خود ہی دین کے ٹکڑے کر دیئے ہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الجھ رہے ہیں۔ کوئی بلند آواز سے آمین کہتا ہے کوئی آہستہ کہتا ہے کچھ رفع یدین کرتے ہیں اور کچھ دوسرے اُنہیں برا بھلا کہتے ہیں۔''

علماء علم رکھتے ہوئے بھی ایک نقطہ پر متفق نہیں ہو سکے حالانکہ سب جانتے ہیں خدا ایک، رسول ﷺ بھی ایک، قرآن بھی ایک اور حدیث بھی ایک ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا خورشید صاحب آپ نے شائد غور نہیں فرمایا۔ غور فرماتے تو یہ مسئلہ آپ جیسی شخصیت کے لئے مشکل نہیں تھا۔ بلند آواز سے آمین کہنا آہستہ آمین کہنا رفع یدین نہ کرنا اور رفع یدین کرنا یہ سب حضور سید الکونین ﷺ کی ادائیں ہیں جو مختلف ادوار میں سرکار ﷺ سے ثابت ہیں۔ جو لوگ آہستہ آمین کہتے ہیں ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر خفی آواز میں کوئی حکمت نہ ہوتی تو آپ ﷺ کبھی



آہستہ آمین نہ کہتے یہی حال رفع یدین کرنے والوں کا بھی ہے۔ یہ سب نبی اکرم ﷺ کے غلاموں اور عاشقوں کی جماعت ہے ۔ بظاہر نظر آنے والا یہ اختلاف دراصل اختلاف فی الدین نہیں ہے معمولات کا جدا جدا ہونا ہے۔ معمولات کا جدا ہونا اور نظریات کا جدا ہونا دونوں مختلف باتیں ہیں اور حقیقت کی آنکھ سے دیکھیں تو یہ محبت کی بات ہے کہ اللہ کریم اپنے محبوب ﷺ کی کسی ادا کو چاہے وہ زندگی میں ایک ہی دفعہ عمل میں آئی ہو گم نہیں ہونے دیتا۔ بلکہ ہر ادا کو قیامت تک زندہ رکھنے کا سبب بنایا ہے۔ دین ہے ہی نبی ﷺ کی اداؤں کا نام، رب کریم لوگوں سے اپنی بندگی کی قبولیت کے لئے اپنے محبوب ﷺ کی اداؤں کو دیکھنا چاہتا ہے۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مختلف ذوق رکھنے والوں کو ان کے ذوق کے مطابق ایک ایک ادا دے کر ان کو تسکین بھی عطا فرمائی اور اس کو بندگی بھی قرار دے دیا۔ جس بندگی سے ادائے نبی اور رضائے نبی ﷺ کو نکال دیا جائے رب کریم اس کو بندگی ہی نہیں کہتا۔ ادا اور رضاء دونوں لازم و ملزوم ہیں دونوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ بعض لوگ صرف ادا پر زور دیتے ہیں۔ رضا ان کے پیشِ نظر نہیں ہے بلکہ ادا بدون رضا بیکار ہے۔

حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی یہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں نہیں ہیں، یہ سب نبی اکرم ﷺ کے غلاموں کی جماعت ہے اور یہ سب اہلِ سنت والجماعت ہیں۔ یہاں صرف معمولات کا جدا جدا ہونا ہے، جو اختلاف فی الدین نہیں ہے۔ آپ غور فرماتے تو آپ پر واضح ہو جاتا کہ اختلاف یہ ہے نبی پاک ﷺ نے خود فرمایا:

اَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ ؟

(ترجمہ: ''تم میں میری مثل (میری طرح) کون ہے؟'')

امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والا کہہ دے کہ نبی ﷺ میری طرح ہیں۔ اسی طرح کی اور بہت سی اصولی باتیں ہیں جہاں عظمت رسول ﷺ کا انکار لازم آرہا ہے۔ جہاں عظمتِ رسول ﷺ کا معاملہ ہو وہاں اختلاف تو ہونا چاہیے اور رہے گا۔ آپ نے جس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ باتیں اختلاف کے زُمرے میں نہیں آتی ہیں۔

حضور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آٹھ صفاتِ خداوندی ایسی ہیں جن کا وجود خارج میں موجود ہے''

حیات — قدرت — ارادہ مشیت

علم — سمع — بصر کلام

تکوین

(مکتوبات شریف)



# تصوّف اور رہبانیت

(تصوّف اور سماج کا باہمی تعلق)

**سوال:** سنا ہے تصوّف رہبانیت ہے آپ اس کی حقیقت کے بارے میں ہمیں سمجھائیں کہ اس کا سماج کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

**جواب:** تصوّف اسلام کی رُوح ہے مثلاً نماز کو لیجئے اچھی طرح وضو کریں، صاف ستھرا لباس پہنیں، جگہ صاف ہو، وقت صحیح ہو، قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کے ساتھ ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں، رکوع سجود وغیرہ تمام ارکان کی تکمیل کریں۔ یہ سب لوازمات نماز ہیں۔ نیت یہ ہے کہ اللہ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ شریعت آپ کو نمازی کہہ رہی ہے۔ تصوف یہ کہتا ہے کہ جو فعل جس کے لئے ہے اس کے تصور میں اس قدر گم ہو جاؤ کہ اس کے جلوے دل و روح میں اُتر کر آپ کو سرور کی کیفیت عطا کر دیں۔ یہ سرور و قرب کی کیفیت تک رسائی تصوّف ہے۔ یہ مقام سرور و حضور تصوّف کے بغیر ناممکن ہے۔ اس مسئلے کو ایک مثال کے ذریعے اور بھی آسان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ مثلاً کیلا ہے اس کا کا چھلکا بھی ہے اور اس کا گودا بھی ہے۔ دونوں کی موجودگی کا نام کیلا ہے۔ کیلا چھلکے کے بغیر ناقابل قبول ہے۔ چھلکا کیلے کے بغیر بے قدر ہے۔ چھلکا ہی کیلے کا محافظ ہے ہر ایک کی نظر چھلکے پر ہے مگر گودے کے بغیر چھلکا بے معنی و مقصد ہے۔ اگرچہ مقصود بالذات گودا ہے مگر اس کی قیمت چھلکا دیکھ کر لگائیں گے، چھلکا ہماری راہنمائی کرے گا کہ اندر کیلے کا کیا حال ہے۔ بعینہٖ اسی طرح تصوف کو اس وقت تصوف کہا جائے گا۔ جس کی شریعت تصدیق کرے، بالفاظِ دیگر وہ شریعت کی غلامی اور دائرے کے اندر ہو۔ خود فیصلہ کرلو کہ دونوں کتنے لازم و ملزوم ہیں۔

تصوف کا عمومی تصور خدمتِ خلق ہے۔ مگر ایک بات کی وضاحت ضروری

ہے۔لفظ خلق میں ہندو، کافر، منافق، کتا، بلی، شیر، ریچھ، بندر سب ہی شامل ہیں۔تو کیا سب ہی قابلِ خدمت ہیں؟ شریعت مطہرہ یہ کہتی ہے کہ جب تک کوئی ضرر نہ پہنچائے اس کو نہ چھیڑا جائے تصوف یہ کہتا ہے اس تصور سے گزر کر ایسا انداز اختیار کرو۔ایسا خُلق پیش کرو کہ چھیڑ چھاڑ تک نوبت ہی نہ آئے۔انسان اس خُلق کی برکت سے اسلام میں داخل ہونے اور حیوانات اپنی عادت تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک کافر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے مقابلے میں آیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے اس کو زمین پر گرایا تلوار کھینچی۔اس کافر نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا۔آپ نے اپنی تلوار کو واپس نیام میں ڈال دیا تا کہ اس کے بعد کا وار ذاتی انتقام کے زُمرے میں نہ آئے یہاں واقعہ ختم ہو گیا۔مگر میں علماء کی اجازت کے ساتھ ایک سوال کرتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم تلوار چلاتے تو کیا ہوتا اگر تلوار نہیں چلائی تو کیا ہوا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ تلوار چلتی تو کافر کٹتا اور نہیں چلی تو کُفر مٹ گیا۔یہ ہے تصوف کا درس کہ مریض کو نہ مارو مرض کو مارو۔صوفی انسانیت کا دشمن نہیں بلکہ دوست ہوتا ہے۔ صوفی کی نفرت بُرے سے نہیں بلکہ برائی سے ہوتی ہے۔اگر صوفیاء بُروں سے نفرت کرنے لگیں تو کون ہو گا جو بُروں کو منزل کی راہنمائی کرے گا۔محبت وحسنِ خلق کے اندر تسخیر عالم کی قوت رکھی گئی ہے اور یہ دولت صرف صوفیائے کرام کے پاس ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ اس دولت کو تقسیم بھی صوفیائے کرام نے ہی کیا ہے۔

ایک قدم اور آگے چلیں انسان عام طور پر جسم و روح کے مجموعے کا نام ہے جسم، روح ایک کا تعلق فناء سے، ایک کا تعلق بقاء سے۔بقاء کے اجزاء غالب آ گئے تو بندہ بظاہر مر کر بھی مائلِ بقا رہے گا۔انسان کے اندر چار اجزاء ہیں اور چاروں فانی ہیں۔آگ، ہوا، مٹی اور پانی۔آگ کا اپنا مزاج ہے۔پانی کا اپنا مزاج ہے۔ہوا کا



اپنا مزاج ہوتا ہے۔رب کریم نے ایک خاص حکمت کے تحت انسان کو ان تین اجزاء کی عادت کے ساتھ منسوب تو رکھا مگر مذکور نہیں فرمایا۔صرف ایک جوہر خاکی کے ساتھ مذکور فرمایا۔انسان کو کوئی آبی ناری یا ہوائی نہیں کہتا بلکہ خاکی کہتا ہے۔کیوں؟ اس لئے کہ خاک کے اندر رب کریم نے کچھ پسندیدہ عادتیں رکھی ہیں۔ان سب عادات میں جو سب سے ارفع و اعلیٰ جس کا ذکر ہم نے اس عنوان کے تحت کرنا ہے وہ محبوب ترین عادت وفا ہے۔وہ امانت ہے، وہ عاجزی ہے، وہ انکساری ہے۔اس وقت ہم نے وفاء کے غلبے کی حکمت پر بات کرنی ہے۔تا کہ ثابت ہو جائے کہ بندہ بے وفاء نہیں عقل کی بناء پر جس نے سب کچھ دیا ہے حق بنتا ہے کہ بندہ اس کا وفادار رہے۔پوری کائنات کی فضیلتیں جس نے دی ہیں اس کے ساتھ وفاء کا تقاضا ہے کہ تمام فضیلتیں اپنی پیشانی میں سمیٹ کر اس کو اپنے مالک کی بارگاہ میں جھکا دیں تا کہ حق وفاء ادا ہو۔

(دربار شریف 1993ء)

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

کچھ لوگ محبوب کی یاد میں صبر کرتے ہیں پھر اس کا ذکر کرتے ہیں پھر اس نعمت کا شکر کرتے ہیں پھر سر جھکا کر انتظار کرتے ہیں پھر مولا کریم پردے اُٹھاتا ہے جب پردے اٹھتے ہیں تو قرب ملتا ہے تو گویا اس راہ میں ابتداء صبر اور ذکر سے ہے وسط میں شکر اور انتظار ہے اور انتہا استقامت پر ہے۔

## داغدار پھل بے قیمت ہوتا ہے

(ایک جج صاحب کے ساتھ گفتگو)

پھلوں میں سیب سب سے اعلیٰ پھل ہے۔ مگر جب اس کو کیڑا لگ جائے اور داغدار ہو جائے تو اس کا کوئی خریدار نہیں ہوتا۔ اور اس کو مارکیٹ سے اٹھا کر کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے۔ بعینہٖ انسان اگرچہ اشرف المخلوقات ہے۔ مگر جب اس کو گناہ کا کیڑا لگ جائے تو اس مقام سے گر کر اسفل السافلین کے درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ اب اس انسان کی قیمت بازار حشر میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے اپنے اندر اپنے ہی ہاتھوں سے ایسا نقص پیدا کر دیا ہے جس نے اس کی قیمت ختم کر دی۔ ذکر، فکر اور درویشوں کے ساتھ تعلق اسی لئے رکھا جاتا ہے کہ انسان قبولیت کے درجے پر فائز ہو جائے۔

درویش وہ ہے جو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے اخلاق و کردار کی پابندی کے ساتھ زندہ ہو جو درویش اپنے اسلاف کے نقش قدم کا پابند نہیں وہ شعبدہ باز تو ہو سکتا ہے فقیر نہیں ہو سکتا، درویشی ہر لحہ متوجہ الی اللہ رہنے کا نام ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی محبت اور سنت کی پابندی اصل فقیری ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ وابستگی رہنی چاہیے جن کی زندگی کی ہر ادا پر شریعت کا پہرا ہو، تا کہ انسان اپنے لئے قبولیت اور دوسروں کے لئے راہنمائی کا سامان بنے۔

(دربار شریف نیریاں شریف دسمبر 1996ء)



## سُنّی اور اُمتی

سُنّی ہونا اور بات ہے اُمتی ہونا اور بات ہے۔ سُنّی بننے کے لئے ظاہر کو درست کرنا پڑتا ہے۔ اُمتی ہونے کے لئے اپنا دل و دماغ کا سرورِ دو عالم ﷺ کے قدموں میں نچھاور کرنا پڑتا ہے۔ سُنّی بن کر دھوکا دیا جا سکتا ہے۔ اُمتی بن کر دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ مسجد نبوی شریف سے نکالے جانے والے سب ہی اپنے آپ کو سُنّی کہہ رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ سُنّی بننے سے پہلے اُمتی بننا ضروری ہے۔ سُنّی کے لباس میں بے ادب ہو سکتا ہے۔ اُمتی بننے کے بعد صرف ادب ہی ادب رہ جاتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں اُمتی بننے کے بعد سُنّی بنو گے تو قرب کے درجے پر فائز کئے جاؤ گے۔

(کھائیگلہ راولاکوٹ 1993ء)

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''ایک سوٹ کی بجائے پانچ دس سوٹ سلاؤ۔ مگر پہننے کے بعد نظر عطا کرنے والے پر ہی رہنی چاہیے۔ جو مال بندے اور بندہ نواز کے درمیان حجاب بنے۔ اس سے غربت بدرجہا بہتر ہے جو بھوک دیتی ہے مگر دوزخ کی آگ تو نہیں دیتی۔''

## بیعت کیوں ضروری ہے؟

حضرت صاحب مردان کے علاقے میں ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک پروفیسر صاحب نے سوال کیا کہ نمازی پرہیزگار آدمی کو بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ بیعت ہونے کے بعد بھی تو یہی سکھایا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا اوراد، نوافل و دیگر عبادات لوہے کو گرم کرتے ہیں۔ ہتھیار بنانے کے لئے کسی کاریگر کے پاس ہی جانا پڑتا ہے۔ اسلاف کی زندگیوں کے معمولات پڑھ کر دیکھیں ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی صاحب دل صوفی کے پاس گیا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کون سا مولوی ہے؟ وہ فرماتے ہیں:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شد

ترجمہ: مولانا روم کبھی بھی مولوی نہیں بن سکتا جب تک کہ شمس تبریز کی غلامی نہ اختیار کرے۔

ہمیشہ سے معمول چلا آ رہا ہے کہ علماء صوفیاء کے پاس گئے ہیں۔ تاکہ علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین کے مقام تک رسائی ہو۔ علم کی پہلی قسم کتابوں میں اور دوسری اقسام صاحب دل صوفیاء کی مجلس میں ملتی ہیں۔ صوفیاء کے ساتھ محبت اور محبت کے ساتھ نسبت اور اس کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھنا شریعت پر عمل کو آسان بنا دیتا ہے اور رفتہ رفتہ انسان اس راہ میں اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ قُرب کی منزل نصیب ہو جاتی ہے۔ اور یہی مقصد حیات ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو عزت دے کر ڈھیل دے دے تو یہ خطرہ لازم ہے کہ اگر عزت عطا فرمانے کے بعد حفاظت بھی فرمائے تو اس کا کرم بالائے کرم ہے۔

(مردان)



## صرف ایک ہی اداء انسان کو جہنم کا حقدار بنا دیتی ہے

بعض انسان اپنی زندگی میں اس قدر نیکیاں کرتے ہیں کہ وہ جنت کے دروازے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی کوئی اداء، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہے اور وہ انسان اس ایک ناپسندیدہ اداء کی بنا پر جہنم کا حقدار ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنی زندگی میں اکثر گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کی کوئی ایک اداء اللہ کریم کو پسند آ جاتی ہے اور وہی ایک اداء ان کیلئے دخول جنت کا باعث بنتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ نیکی کرنے والے کو نیکیوں پر تکبر کرنا بے ادبی پر دلیر کرتا ہے اور یہی سبب ان کے جہنم جانے کا باعث بن جاتا ہے اور گناہ گار آدمی کو اگر ادب اور خوف مل جائے تو یہ اس کی نجات اور کامیابی کا باعث بن جاتا ہے۔ ان میں چھ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہیں۔ مسجد، دینی مدرسہ، راستہ، لنگر اور صالح اولاد پہلی چار چیزیں انفرادی طور پر بنائی جائیں یا ان میں تعاون کیا جائے گا ثواب ملتا رہے گا۔ لنگر جب تک جاری رہے۔ اور جس اولاد کو ادب اور دین کی پابندی سکھا دی گئی ہو وہ اولاد انسان کی نجات کا سبب بن سکتی ہے۔

(دربار چک بیلی خاں)

جس آدمی کے دل و دماغ میں بے ادبی آ جائے
اس کو توبہ کے بغیر ادب نصیب نہیں ہوتا

## تقویٰ سامانِ ہدایت ہے

(ایک سکول سٹاف کی خواتین سے گفتگو)

اللہ کریم ہمارے ظاہری لباس اور جسم کو نہیں دیکھتا مرد ہو یا عورت وہ سب کے دل دیکھتا ہے۔ دنیا کی مصروفیات کے باوجود جس شخص کا دل اس کی جانب مائل ہے۔ رحمتیں اس کے ساتھ ہیں۔ لفظ ''اٰمَنُوْا'' میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں ان دونوں میں سے جو اُس کی طرف رجوع کرے گا رحمت کا رُخ اسی کی طرف رہے گا اور وہی اس کا مقبول ہوگا۔ مرد کی نسبت عورت کی مصروفیات زیادہ ہیں ان مصروفیات سے وقت نکال کر اللہ کے ذکر میں وقت گزارنا مقبول عمل ہے ایسی عورت صرف اپنے گھر کے لئے نہیں۔ بلکہ پورے محلے کے لئے باعثِ رحمت ہے کوشش کریں کہ دل کا چراغ روشن ہو۔ اس کے لئے ذکر پر استقامت ضروری ہے ایک دفعہ چراغ روشن ہوجائے تو اس کی روشنی کو روکا نہیں جاسکتا۔ اس کی زد میں آنے والے تمام اندھیرے خود بخود کافور ہوجائیں گے۔ جس طرح روشنی صریح الحرکت ہے رحمتِ خداوندی اس سے بدرجہا صریح الحرکت ہے۔

ذکر وفکر اور نمازوں کی پابندی رکھو ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ایسی خاتون کے تقویٰ کا نور پورے علاقے کے لئے راہنمائی کا سبب بن جائے گا۔ تقویٰ بڑی نعمت ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

عنداللہ عزت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ اس میں مرد عورت کی تخصیص نہیں



ہے۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک خاتون ہیں جب اذان کا وقت آتا ان کے جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی پوچھا گیا آپ پر خوف کی یہ کیفیت کیوں طاری ہوتی ہے؟ فرمایا اذان کے بعد لوگوں کا تصور نماز تک جاتا ہے۔ میرا تصور میدان حشر تک جاتا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ میدان حشر قائم ہے اور آواز دی جارہی ہے کہ رابعہ! رب کے حضور پیش ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اپنے نامۂ اعمال سمیت حاضر ہوجاؤ۔ اس تصور کی بدولت مجھ پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

اللہ کی یاد میں زندگی گزارنے والوں کی سوچ ہی جدا ہوتی ہے۔ کوشش کریں کہ ان ہی لوگوں کے نقش قدم پر زندگی گزرے اور ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

(سورت نمبر 3۔ آیت 192-193)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں معاف فرما دے، اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ کردے۔''

اللہ کے ہاں سامانِ عزت صرف تقویٰ ہے۔

(دربار نیریاں شریف 1994ء)

## سر ڈھانپنے کے عنوان پر

ایک ساتھی جن کا تعلق وکالت کے شعبے سے ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ مجھے سر ڈھانپنے کے بارے میں ایسی دلیل چاہیے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔ حضرت صاحب نے فرمایا بیرسٹر صاحب! حج کے موقعہ پر سر ننگا رکھنے کا حکم دیا جانا دلیل ہے اس بات کی کہ اس سے پہلے سر ڈھانپنے کا حکم تھا ورنہ جس کا سر پہلے ہی ننگا ہو اُس کو سر ننگا کرنے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے جو عندالمناطقہ باطل ہے۔

عام طور پر نمازوں میں سر ننگا رکھنے والے آدمی کو سختی سے منع کیا جاتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے دیگر آئمہ میں سے بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک اگرچہ جواز عندالکراہت ہے۔ تاہم دیکھنا یہ ہے کہ ان کا اپنا معمول کیا رہا ہے؟ سر ننگا رکھنا اور بالخصوص نماز میں کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ عمل نہیں رہا۔ اس سے بچنا چاہیے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ مانچسٹر سے لندن بذریعہ ٹرین سفر کے دوران دو انگریز میرے ساتھ بیٹھ گئے وہ دونوں آپس میں دوست تھے۔ راستے میں ان سے ایک نے ڈبل روٹی کے کچھ پیس نکالے اور دوسرے ساتھی کو دعوت دیئے بغیر بڑے اطمینان سے کھانے لگا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے پھلوں کی ٹوکری کھولی اور ان کے سامنے رکھ دی انہوں نے تھوڑے انکار کے بعد پھل لے لئے اور سوال و جواب کی مجلس شروع ہوگئی۔ انہوں نے کہا اسلام اور دیگر مذاہب میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا بس یہی جو آپ کے اور میرے عمل سے عیاں ہے۔ اسلام بلاتخصیص مذہب پوری



انسانیت کے لئے سوچتا ہے دیگر تمام مذاہب اپنے لئے سوچتے ہیں۔

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہ

کے تصورات اسلام نے ہی دیئے ہیں۔

مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''گیارہ سو سال سے صوفیاء کرام ذکر اسم ذات (سانس کے ساتھ اللہ ہو) کرتے چلے آرہے ہیں اس لئے کہ اس میں تین چیزوں کو یکجا کیا جاتا ہے۔ خیال سانس اور توجہ، خیالات کو قابو کرنا اور ارتفاع حجابات اور عنداللہ قبولیت کے لئے سب سے مؤثر ذریعہ اسم ذات ہی ہے۔''

(دربار شریف)
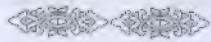
## خلوص کی کمی نیکیوں کو بے اثر کر دیتی ہے

(انتظامیہ کے اعلیٰ افسران کے ساتھ گفتگو)

**سوال:** بعض لوگ حج وغیرہ کرنے کے بعد بھی اپنی عادات نہیں بدلتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

**جواب:** ایسا خلوص کی کمی کے باعث ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا مہمان پوری کوشش کرتا ہے کہ گھر والے میری کسی حرکت پر ناراض نہ ہوں۔ جو مہمان پوری طرح اپنا آپ میزبان کے حوالے کر دے وہ باعزت رہتا ہے۔ حج یا عمرہ کی نیت سے جانے والا اگر مکہ مکرمہ میں اپنا آپ اللہ کے حوالے اور مدینہ طیبہ میں نبی کریم ﷺ کی اداؤں کے حوالے کر دے اس شخص کو ضرور صاف کر کے بھیجا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنا شرط ہے۔ یہاں رہ کر بھی اپنا آپ ان کے حوالے کرنا بڑی خوش نصیبی ہے۔

شہیدی ایک معروف عاشق رسول شاعر گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے قافلے میں شامل ہو گئے۔ اُدھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے ایک غلام (بادشاہ وقت) کو خواب میں بتا دیا کہ فلاں قافلے میں شہیدی نام کا ایک شخص ہے اس کو واپس بھیج دو حاضری کی اجازت نہیں ہے۔ قافلے کو راستے میں روک کر نام پکارا گیا شہیدی کون ہے؟ اس کو حاضری کی اجازت نہیں ہے۔ شہیدی تڑپنے پھڑکنے لگا کہا مجھے نام لے کر یاد کیا گیا میرے لئے یہی کافی ہے۔

کون کہتا شہیدی دل سے دل کو گوارہ نہیں



سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگہ میں عرض کیا گیا کہ اس کے روکنے میں کیا حکمت ہے فرمایا عاشق زار ہے مر جائے گا۔

جو لوگ اپنا آپ ان کے حوالے کرتے ہیں۔ وہ یہاں رہیں یا وہاں جائیں کرم ان پر ہی ہوتا ہے۔ جو لوگ وہاں جا کر بھی اپنی مرضی نہ چھوڑیں ان کا وہاں جانا اور یہاں رہنا دونوں برابر ہیں۔ روح و جسم جہاں بھی ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اصل اعزاز تو ان کی غلامی ہے۔

# اصل لباس تقویٰ ہے

کپڑوں کے ساتھ وجود کی قیمت نہیں بنتی بلکہ عزت بنتی ہے۔تقویٰ انسان کا لباس ہے۔تقویٰ کی روح ایمان اور ایمان جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا نام ہے۔محبت گئی تو ایمان گیا۔ایمان گیا تو تقویٰ بیکار۔گویا تقویٰ گیا تو لباس گیا اور لباس گیا تو عزت ختم معلوم ہوا کہ اصل چیز سرکار دو عالم ﷺ کی محبت ہے جس کے گرد یہ سب چیزیں گھومتی ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

اَلْاِسْلَامُ یَدُوْرُ حَوْلَ مُحَمَّدٍ ﷺ

(بمقام پلندری ریسٹ ہاؤس 1994ء)



# دین میں سختی

ایک دفعہ ضلع کوٹلی کے مضافات میں ایک گھر میں حضرت صاحب کا قیام تھا نماز کے لئے اذان ہوئی ایک ساتھی نے کہا سب لوگ نماز کی تیاری کریں۔ حضرت صاحب کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے بڑے متکبرانہ انداز میں کہا کہ جس نے نماز پڑھنی ہے وہ تیاری کرے اور جس نے نہیں پڑھنی وہ بیٹھا رہے۔ اس میں جبر کی کونسی بات ہے دین میں سختی نہیں ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (سورت نمبر 2، آیت 256)

ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

اس پر حضرت صاحب نے فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ اس آیت مقدسہ میں سختی سے مراد کون سی سختی ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ جبراً کسی کو کلمہ نہیں پڑھا سکتے جب ایک آدمی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکا ہے۔ اس کے لئے سختی کیوں نہیں ہے اس پر آپ نے آیت پڑھی۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

(سورت نمبر 24، آیت 2)

ترجمہ: جو عورت اور مرد بدکار ہوں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔

جس میں زانی اور زانیہ کی سزا کا حکم ہے۔ فرمایا یہ سختی نہیں تو کیا ہے؟ اکثر لوگوں کی یہ عادت بن گئی ہے کہ آیات قرآنی کے سیاق وسباق تفسیر وحکمت سے بے خبر صرف ظاہری ترجمہ پر ہی انحصار کر کے فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ یہ بڑی خطاء اور خطرناک روش ہے۔

## لوازماتِ حیات اور مقاصدِ حیات

لوازماتِ حیات اور مقاصدِ حیات کے درمیان فرق ہے۔ مکان، بیوی، بچے، کاروبار، مال و دولت، عزت و شہرت، جاہ و حشمت یہ سب لوازماتِ حیات ہیں اور ایک ہیں مقاصدِ حیات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

ترجمہ: اور میں نے جنّ اور آدمی اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

(سورت نمبر 70، آیت 56)

دونوں جدا جدا چیزیں ہیں۔ لوگوں نے لوازماتِ حیات کو مقاصد حیات سمجھ لیا ہے۔ جو اِن دونوں کے درمیان فرق نہیں کرتا وہ کامیاب انسان نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کرام اور اولیائے عظام نے ہمیشہ اپنی توجہ مقاصدِ حیات پر مرکوز رکھی۔ لوازماتِ حیات کے لئے حکم ہے کہ انسان اتنا کمائے جس سے ضروریات پوری ہوتی رہیں اور محتاجی قریب نہ آئے۔ صبر شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ صبر شکر کا اس مقام پر مطلب یہ ہے کہ جو مل گیا اُس پر شکر کرو اور جس کے پانے کی تمنا ہے اس کے ملنے تک صبر کرو اور یہ مسئلہ وعظ و تقاریر سے حل نہیں ہوتا۔ جس کا دل اللہ کریم اپنی توفیق سے اس طرف پھیر دے یا وہ شخص کسی صاحب نظر کے نشانے میں آجائے۔



## ذکر بالجہر کی برکات

شرعی مسئلہ ہے کہ جب اذان ہو تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس لئے کہ بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اگر یہی اذان خفی ہو تو شیطان بھاگے گا۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر ضروری ہے تاکہ شیطان دور بھاگے اور اس کے بعد ذکر اسم ذات یعنی ذکر خفی اس کثرت سے کیا جائے کہ لفظِ اللہ دل پر نقش ہو جائے اور شیطان جب واپس دل کی طرف آئے تو دل میں اس کے داخلے کے تمام راستے بند ہو چکے ہوں۔ اس لئے صوفیائے کرام دونوں قسم کے ذکر پر پابندی کراتے ہیں۔ تاکہ ایک ذکر شیطان کو بھگائے اور دوسرا ذکر اس کی واپسی کے امکانات کو ختم کرے۔

(دربار شریف)

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

عطاء پر شکر کرو خطاء پر استغفار کرو۔ عطاء کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ منسوب کرو کہ یہ اس کی عطا کردہ توفیق سے نصیب ہوئی۔ خطاء کو اپنے ساتھ منسوب کرو کہ یہ نفس کی شرارت سے سرزد ہوئی ہے۔
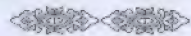
## قبر پر تختے کس طرف سے رکھنا شروع کریں

**سوال:** قبر پر تختے کس طرف سے رکھنا شروع کریں؟

**جواب:** پاؤں کی طرف سے رکھنا شروع کریں۔

**سوال:** قبر پر اذان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**جواب:** استحبابی امر ہے اس سے مُردے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ فقہ کی عام کتب میں اس پر تفصیلی بیانات موجود ہیں۔ اذان ضرور پڑھیں اس سے سوال جواب میں آسانی ہوتی ہے۔ اور ذکر کے باعث مُردے کو سکون ملتا ہے۔

**سوال:** کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟ اگر بند ہے تو کیوں؟

**جواب:** اجتہاد کا دروازہ بند تو نہیں مگر مجتہد کی جو صفات فقہاء نے لکھی ہیں اس مقام کے لوگ اب ناپید ہیں۔ مجتہد کیلئے فقہاء نے جو صفات لکھی ہیں ان میں جمیع علوم قدیم و جدید پر عبور حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ مؤید بانوار اللہ ہونا لازمی ہے۔ یعنی جس مسئلے کا حل کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس مسئلے کا حل بذریعہ مراقبہ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا رابطہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ اتنا قوی ہونا چاہیے کہ رات کے پچھلے پہر مراقبے میں اس کی راہنمائی کر دی جائے۔



## ایمان کا امتحان

مومن کے ایمان امتحان اس وقت ہوتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم اور انسان کی اپنی خواہش آمنے سامنے ہوں۔ اس وقت جو شخص اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر قربان کر دے وہ کامل ایمان والا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی پر عمل کرے اس کو بے ایمان تو نہیں کہہ سکتے البتہ دعویٰ محبت میں ناقص ضرور کہیں گے۔ کون ہے جو مجلس میں کسی کو شراب کی ترغیب دے گا؟ مجلس کی زندگی اور بات معتبر نہیں تنہائی کی زندگی اور فیصلہ معتبر ہے۔

**سوال:** مارکیٹ کی چھت پر مسجد بنانے کا کیا حکم ہے؟

**جواب:** مسجد جس کو اللہ کا گھر کہتے ہیں وہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش عظیم تک کی حدود کا نام ہے۔ کسی امام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے اور جہاں تک مسجد کا تعلق ہے (ج کے نیچے زیر) یعنی صرف سجدے کی جگہ۔ وہ کوئی بھی جگہ ہو سکتی ہے۔ جہاں جہاں بھی ایسی مسجدیں ہیں۔ انہیں مصلیٰ کہا جائے گا۔ یعنی صرف نماز کی جگہ۔ اس کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دینا علماء کا کام ہے میں نے آئمہ کرام کی جو تحقیق پڑھی ہے۔ اس کی روشنی میں مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ مسجد کے لئے لازم ہے کہ اس کے اوپر اور اس کے نیچے کوئی ایسی چیز نہ بنائی جائے جس کا تعلق صرف اور صرف بندگی سے نہ ہو۔
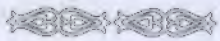
# عبادات کا اثر اور جنت و دوزخ کا تخیلاتی ہونے کا نظریہ

(ایک پروفیسر صاحب کے ساتھ گفتگو)

**سوال:** کیا عبادت صرف روح کو ہی متاثر کرتی ہے یا جسم بھی متاثر ہوتا ہے؟

**جواب:** جس طرح عبادت جسم و روح دونوں پر فرض ہے اسی طرح یہ متاثر بھی دونوں کو کرتی ہیں جو لوگ صرف روح کے لئے سب کچھ مانتے ہیں ان کا یہ نظریہ غلط ہے اور جو لوگ صرف جسم کے لئے ہی سب کچھ مانتے ہیں ان کا عقیدہ بھی باطل ہے۔ اسلام ان دونوں نظریات کے درمیانی راستے کا نام ہے۔

**سوال:** علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے لکھا ہے کہ جنت و دوزخ ایک تخیلاتی چیز ہے؟(Six Lectures of Iqbal)

**جواب:** یہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا خیال نہیں ہوسکتا یہ بالکل لغویات ہے۔ یہ سید احمد خان کا نظریہ ہے۔ اس طرح قرآن وحدیث کے تمام ارشادات پر زد پڑتی ہے۔ دار العمل اور مکافات عمل کے قانون کو ذہن میں رکھیں دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء (مکافاتِ عمل) مکافاتِ عمل یہ ہے کہ جو کرو گے اس کا بدلہ پاؤ گے۔ مکافاتِ عمل کے بعد دو ہی ٹھکانے ہیں۔ جنت یا دوزخ۔ اگر مکافاتِ عمل کا تعین نہ کرو گے تو دار العمل کا سارا نظام بیکار ہو جائے گا۔ اگر یہ یقین نہ کرو گے تو انبیاء کی بعثت کا مقصد، اللہ اور نبی پاک ﷺ کے فرمودات کی کیا حقیقت رہ جائے گی؟ اگر یہ تصور ہی پختہ کر لیا



جائے کہ جو کچھ یہاں ہے سب کچھ یہی ہے تو حشر کا سارا نظام اور فلسفہ ختم ہو جاتا ہے۔

اگر کیفیت نیکی اور کیفیت برائی کا اچھا بُرا ہونا درست ہے تو پھر اس کے بعد ان کے نتائج کا یقینی ہونا تخیلاتی کیوں ہے؟

**سوال:** کیا اعمال سے روح قوت پکڑتی ہے؟

**جواب:** اعمال سے روح اثر پکڑتی ہے۔ اعمال میں نیکیاں بھی اور برائیاں بھی ہیں نیکی سے روح قوت پکڑتی ہے اور برائی سے حجابات بڑھتے ہیں تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ روح اثر پکڑتی ہے اچھا بھی اور بُرا بھی۔ اس کے لئے ایک مثال ذہن میں رکھیں مٹی کی بنی ہوئی کچی اینٹ پانی میں رکھیں تو مٹی بکھر جائے گی (فنا ہو جائیگی) اسی اینٹ کو آگ میں رکھ کر پکائیں تو صدیوں پانی میں رہنے کے بعد بھی باقی رہے گی۔ کیونکہ اس کے اندر سے فناء کے تمام اجزاء جل گئے ہیں۔ اب اس کے اندر بقاء ہی بقاء ہے۔ نیکی طہارت ہے گناہ کثافت ہے۔ فناء کثافت کے باعث ہوتی ہے اس لئے کہ یہ طہارت قبول نہیں کرتی اور بقاء طہارت کے بعد ملتی ہے اس لئے کہ اس کے اندر کثافت کے اجزاء ختم ہو چکے ہیں۔ جب تک گناہ کے اثرات موجود ہیں کثافت موجود ہے۔ جب تک کثافت ختم نہیں ہوتی روح شفافت نہیں ہوتی اور یہ سب اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔

(نیریاں شریف 2005 7/6ء)

## مدینہ شریف بار بار حاضری کی دعا

بعد نمازِ عصر دربار شریف میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے مدینے شریف میں مستقل قیام نصیب فرمائے اس پر آپ نے فرمایا۔ مدینے شریف میں مستقل قیام کی خواہش کبھی بھی نہیں رکھنی چاہیے ۔ ہمیشہ یہ دعا کریں کہ بار بار حاضری نصیب ہوتی رہے ۔ اس لیے کہ پانی کی قدر اس کو زیادہ ہوتی ہے جو پانی سے دور صحرا میں ہو بہ نسبت اس شخص کے جو دریا میں بیٹھا ہو۔ ادب، احترام، تڑپ، طلب دور رہنے میں زیادہ ہے۔ انسان دور ہو یا نزدیک سرکارِ دو عالم ﷺ کسی کو اپنی یاد میں جینا دے دیں تو یہ نعمت کم ہے کیا؟
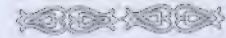
مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''انسان نیکوکار ہو یا گناہ گار استغفار سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ نیکی کے بعد استغفار اس لئے تاکہ تکبر پیدا نہ ہو اور گناہ کے بعد استغفار اس لئے کہ عذاب سے نجات ملے''



## قبر چومنے کا مسئلہ

**سوال:** قبر چومنے کا کوئی شرعی ثبوت ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔

**جواب:** اگر کوئی آدمی یہ قسم کھائے کہ میں جنت کے دروازے کو چوموں گا تو وہ اپنی قسم کس طرح پوری کرے گا؟ فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے قدم اور والد کی پیشانی چومے اس طرح وہ حانث نہیں ہوگا مگر سوال یہ ہے کہ اگر ایک شخص کے والدین زندہ نہ ہوں تو وہ کیا کرے؟ فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ وہ والدین کی قبر چومے اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔ قبر چومنے کا ثبوت مل گیا۔

اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت بلال ؓ، حضور سیّد العالمین ﷺ کے وصال شریف کے بعد ملک شام تشریف لے گئے اور مدینے شریف واپس نہ آنے کا فیصلہ کر لیا۔ فیصلہ تو انہوں نے اپنے دل میں کیا تھا لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ دلوں کے اندر اُٹھنے والے خیالات سے بھی باخبر ہیں ایک دن خواب میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا لَكَ اَنْ لَا تَزُوْرَنَا يَا بِلَالُ

ترجمہ: (اے بلال آپ ہماری زیارت کے لیے کیوں نہیں آتے؟)

حضرت بلال ؓ اسی وقت تیار ہو گئے اور مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ۔ حضرت بلال ؓ مدینے شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو پورے شہر میں ہلچل مچ گئی گلی کوچوں میں شور برپا ہو گیا۔ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے چاروں صحابہ کرام بھی تشریف لے آئے ۔ حضرت بلال ؓ مزار پُر انوار پر پہنچتے ہی قبر انور کے ساتھ لپٹ

کر رونا شروع ہو گئے ہر طرف ایک عجیب کیفیت طاری تھی آپ نے قبر انور کی مٹی سر اور جسم پر ڈالی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنا منہ قبر اطہر کے ساتھ رگڑ رہے تھے تو یقیناً ان کے ہونٹ مبارک قبر شریف کے ساتھ مَس ہوئے ہوں گے۔ اس وقت پاس کھڑے جلیل القدر صحابہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، وہاں موجود تھے۔ کسی کو شرک کا فتویٰ یاد نہ آیا۔ یہ صرف اس دور کا المیہ ہے۔ حق یہ ہے کہ بلا تحقیق شرک کا فتویٰ دینا خطرناک جسارت ہے۔ اہلِ علم یہ جسارت نہیں کرتے۔
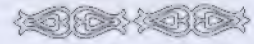
بڑوں کا احترام کریں اس لئے کہ انہوں نے آپ سے پہلے نبی پاک ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اپنا نام سرکار دو عالم ﷺ کے غلاموں کی فہرست میں لکھوایا ہے۔

''نظام زندگی جو اندر سے تعمیر ہوتا ہے سب نظاموں سے مختلف ہوتا ہے۔''



## انگوٹھے چومنا

**سوال:** ایک دفعہ اذان کے دوران حضرت صاحب نے انگوٹھے چومے، ایک آدمی نے سوال کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر انگوٹھے نہیں چومے اور نبی پاک ﷺ کے اسم پاک پر انگوٹھے چوم لئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کا احترام نبی ﷺ سے کم ہے؟

**جواب:** اس پر آپ نے فرمایا کہ چومنے کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت کریں ہم ضرور چومیں گے۔ نبی کریم ﷺ کا جسم شریف ثابت ہے اس لئے ہم چوم لیتے ہیں۔ دراصل یہ ایک استحبابی امر ہے ثواب ہے اس کے جواز پر علماء کی تصریحات موجود ہیں غور سے پڑھ لیں۔ یہ محبت کی بات ہے محبت والے فتوؤں سے کب رُکتے ہیں اور جن کو یہ نعمت نہیں ملی ان کے حصے میں تنقید ہی آئی ہے ہم کسی کا منہ تو بند نہیں کر سکتے۔
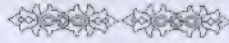
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''وحدت کے فیض میں کثرت ہے جہاں کثرت ہے وہیں وحدت ہے اور جہاں وحدت ہے اس کے جلوؤں میں کثرت ہے اس کثرت میں پیار کی شدت ہے اس شدت میں محبّ کی دوڑ محبوب کی طرف ہوتی ہے ہر چیز چونکہ اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے اور روح کی اصل اِدھر نہیں اُدھر ہے اس لیے اس دوڑ میں جب انتہا ہو تو وصل ہے جب وصل ہو جائے تو یہی مقصد زیست ہے۔''

(دسمبر 1990ء)

## انتظامیہ کے اعلیٰ افسران سے گفتگو

دنیا کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ انسان کا دائم الفکر ہونا نہایت ضروری ہے۔ فکر کی یہ دولت کسی کو نصیب ہو جائے تو بڑی سعادت ہے۔ ہمارے ہاں فکر کا ترجمہ اور ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک فکر کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان ہر لحہ خیال رکھے کہ میری کوئی ادا میرے مالک کی مرضی کے خلاف سرزد نہ ہونے پائے اپنی رفتار، گفتار، کردار، حال، چال، قال پر گہری نظر رکھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہونے دے۔ انسان کو اپنی ذات کا محاسبہ کرنے میں پختگی نصیب ہو جائے تو یہی شخص دائم الفکر ہے۔ اور اس فکر کے بغیر ذکر قبول نہیں۔ معمول یہی ہے کہ انسان پہلے ان کوتاہیوں سے بچے اس کے بعد جو ذکر ہوگا وہ عنداللہ مقبول ہوگا۔ اس میں نورانیت بھی ہوگی، کمالیت بھی ہوگی اور یہ ضروری نہیں کہ جب ذکر ہو اسی وقت نور برسنا شروع ہو جائے البتہ اسباب بننا شروع ہو جاتے ہیں اور مالک جب چاہے پردہ اٹھا دیتا ہے۔ ایسے لوگ اس جہان میں موجود ہیں جو کاروبار دنیا میں مصروف ہیں اور دائم الذکر ہونے کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بطور مثال ان لوگوں کو بھی سامنے کرے گا جو کاروبار دنیا میں مصروف ہیں اور دائم الذکر ہونے کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بطور مثال ان لوگوں کو بھی سامنے کرے گا جو کاروبار دنیا کے ساتھ ساتھ اپنے سینوں میں ذکر کا چراغ بھی فروزاں کئے ہوئے ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(سورت نمبر 18، آیت 37)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا۔ کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔
دعا ہے رب کریم اپنا بنا کر جینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(پلندری ریسٹ ہاؤس 1997-9-30ء)



## ہائی سکول کے سٹاف کی خواتین سے گفتگو

اللہ تعالیٰ کسی بندے کو چاہے وہ عورت ہو یا مرد جب نوازنا چاہے تو اس کے دل میں اپنا پیار اور اپنی یاد کا نُور ڈال دیتا ہے۔ جس طرح وہ خود غیر فانی ہے۔ اسی طرح اس کا پیار جس دل میں ہو وہ بھی غیر فانی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ گننا چاہو تو گن نہ سکو، ہر نعمت واجب الشکر ہے۔ مگر ہر نعمت قابل فخر نہیں۔ صرف اللہ کی یاد اور اس کی محبت ایسی نعمت ہے جو واجب الشکر ہونے کے ساتھ ساتھ لائق فخر بھی ہے۔ ہمیشہ اللہ کے ذکر کی پابندی کریں یہی علامت ہے اس بات کی کہ جس دل میں وہ اپنے نور کے جلوے اتارنا چاہے وہاں پہلے ذکر بھیجتا ہے۔ اس کے بعد اس کے نور کے جلوے دل میں اترتے ہیں۔ کوشش کریں نماز میں سُستی نہ ہو۔ یہی وہ نعمت ہے جس سے انسان دو جہاں میں سرخرو رہتا ہے۔

آپ لوگوں کے کندھوں پر دو گنا بوجھ ہے اپنے بچوں کی پرورش بھی قوم کے نونہالوں کی تربیت بھی۔ بچے ہمیشہ استاد کی نقل کرتے ہیں۔ یہ آپ کے پاس قوم کی امانت ہے خیال رکھنا کہیں اس امانت میں خیانت نہ ہو۔ درود شریف، یا حی یا قیوم، تیسرا کلمہ ان میں سے جو آپ کو یاد ہے اس کو ہمیشہ بطور وظیفہ پڑھتی رہیں۔ درود شریف ضرور پڑھیں اس میں سرکار دو عالم ﷺ کی رضا پوشیدہ ہے۔ اور یہی سب سعادتوں سے بڑی سعادت ہے۔ دعا ہے اللہ کریم ہم سب کو اپنی یاد اور یاد نبی ﷺ میں جینے کی توفیق عطا فرمائے۔

(جون 1994ء نیریاں شریف)

## حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے بارے میں کیا رائے ہے؟

(اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس کے دوران چیف جسٹس صاحب
کا سوال اور حضرت صاحب کا جواب)

آزاد کشمیر اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں چائے کے وقفہ کے دوران چیف جسٹس سپریم کورٹ آزاد کشمیر نے جو اُن دنوں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین بھی تھے۔ حضرت صاحب سے سوال کیا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟

حضرت صاحب نے فرمایا ہم حاجی صاحب قبلہ کو بزرگ شخصیت مانتے ہیں ان کا احترام کرتے ہیں۔ اس پر جسٹس صاحب نے کہا کہ اگر آپ قبلہ حاجی صاحب کا احترام کرتے ہیں اور ان کی ہر بات کو مانتے ہیں تو آپ میں اور ان میں اختلاف کیوں ہے؟ (سامنے بیٹھے ہوئے دیوبندی علماء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا)۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہم قبلہ حاجی صاحب کی بات کو مانتے ہیں یہ ان سے پوچھیں کہ یہ اپنے پیر و مرشد کی بات کو کیوں نہیں مانتے؟ اختلاف ہماری طرف سے نہیں ان کی طرف سے ہے اس پر علماء کچھ کہنا چاہتے تھے مگر جسٹس صاحب نے انہیں تفصیل میں جانے سے روک دیا اور کہا پیر صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔

## طلب دنیا کا حکم

دنیا اگر بندے اور مالک کے درمیان حجاب نہ بنے تو وہ دنیا بُری نہیں۔ آپ نے کبھی غور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کو ایک دعا تعلیم فرمائی اور اس کی ترتیب یوں رکھی۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورت نمبر 2، آیت 201)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے، اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

پہلے طلب دنیا اس کے بعد طلب آخرت اس کے متصل دوزخ سے چھٹکارے کی دعا۔ معلوم ہوا انسان دنیا مانگے اور کمائے تا کہ محتاجی کی حد تک پہنچ کر مایوسی کا شکار نہ ہو اور فرمایا دنیا ہی کو سب کچھ نہ سمجھ لینا بلکہ اس دنیا کے بدلے میں دین بھی کمانا اگر ایسا نہ کیا تو دوزخ کی آگ تمہارے انتظار میں ہے۔ دوزخ سے بچنے کے لئے دین اور دین کی حفاظت کے لئے فکر معاش سے آزادی ضروری ہے۔

نمی گویم کہ از عالم جدا باش

ولے ہر جا کہ باشی با خدا باش

بر کف جام شریعت بر کف سندانِ عشق

دنیا کماؤ اور خوب کماؤ مگر اس کے بندے بن کر نبی اکرم ﷺ کے غلاموں کی طرح۔ ایک ہاتھ میں دنیا رکھو اور ایک ہاتھ میں دین کا دامن رکھو۔ نہ دنیا سے رابطہ

کٹے نہ دین کا دامن چھوٹے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(سورت نمبر 2، آیت: 37)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا سودا اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے۔

مصروفیات کے بہانے سے غفلت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایک ایسی جماعت کو سامنے لائے گا۔ جن کی تجارت و دیگر مصروفیاتِ دنیا ان کے ذکر میں رکاوٹ کا باعث نہیں ہوئی۔ اللہ کریم ان لوگوں جیسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(14-12-1996ء دربار شریف)
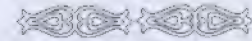
''اگر چاہتے ہو کہ شکر کی توفیق ملے تو اپنے سے کمزور طبقے پر نظر رکھو۔ جھونپڑی میں رہنے والوں پر نظر رکھو گے تو شکر کی توفیق نصیب ہوگی۔ اور پھر
لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ''نعمتوں میں اضافہ بھی ہوجائے گا۔
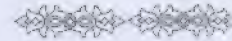
## محبت شفاف دلوں کی تلاش میں ہے

ضرورت اور پیار دونوں اگر کسی وجود میں اکٹھے ہو جائیں تو خیال شفاف ہوتا ہے اور جب خیالات شفاف ہو جائیں تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ضرورت انسان کو پیچھے نہیں ہٹنے دیتی اور پیار غافل نہیں رہنے دیتا۔ عشق کے سفر میں غفلت حرام ہے اس لئے کہ غفلت حجاب پیدا کرتی ہے اور جب حجاب آجائے تو منزل غائب ہو جاتی ہے۔

قہر ہے تھوڑی سی غفلت طریق عشق میں
آنکھ جھپکی قیسؔ نے تو سامنے محمل نہ تھا

محبوب کو ہر لمحہ سامنے رکھو اگر دیکھ نہ بھی سکو تو کم از کم اپنے آپ کو ہی اس کے سامنے کر دو یہ بھی کیا کم ہے؟

یاد فرماتے نہیں اس کا تو کوئی غم نہیں
یاد رہتے ہیں اکثر یہی بندہ نوازی کم نہیں

پیار، لگن یا ذکر فکر عشق و مستی والی زندگی گزاریں۔ آپ نے کسی پیاسے کو دیکھا ہوگا۔ صحراء ہو ہر طرف ریت ہی ریت ہو قہر کی گرمی پڑ رہی ہو۔ پیاس کی شدت میں دو ہی باتیں ہیں پانی کا نام ہے یا پانی کا تصور ہے۔ معلوم ہوا کہ دل و دماغ پر جس چیز کا غلبہ ہو زبان پر بھی اسی کا نام ہوتا ہے۔ اور تصور میں بھی وہی ہوگا اور جب مل جائے تو اس کا ذکر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر طریق عشق کا دستور مختلف ہے۔ یہاں جتنا پیئو گے پیاس میں اضافہ تڑپ، جلن میں شدت آئے گی۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ شکاری کبھی کوّے، چیل وغیرہ کو نہیں مارتا جنگل اس قسم کے پرندوں سے بھرا ہوا ہو شکاری اپنے شکار کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

اس کی نگاہ انتخاب کسی ایک وجود پر اٹکی ہوئی ہے۔ جب تک وہ نہیں ملتا شکاری اپنا تیر نہیں چلاتا۔ اسی طرح سارا جہان ہر قسم کی چیزوں سے آباد ہے۔ مگر محبت صاف شفاف دلوں کی تلاش میں ہے۔ دنیا کی مثال انسان کے اپنے سائے کی طرح ہے۔ انسان اس کو پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اس کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان ختم ہوجائے گا مگر سایہ اس کے قابو میں نہیں آتا جوں ہی انسان اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر اپنی حقیقی منزل کی طرف چلنا شروع کرے گا۔ سایہ اس کے پیچھے پیچھے چلنا شروع ہوجائے گا۔ معلوم ہوا منزل کی طرف پیٹھ پھیر کر ساری زندگی سفر میں گزار دی جائے۔ تب بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ منزل کی طرف منہ کر کے اپنا سفر شروع کرو گے تو ہر لمحہ منزل قریب ہوتی جائے گی۔ دنیا آپ کے پیچھے پیچھے آئے گی۔ مومن کی منزل دہلیز رسول ﷺ ہے۔ ان ہی کے پیار میں جئیں۔ ان ہی کی یاد میں اپنی زندگی گزاریں ان ہی کی اداؤں کو اپنا رہنما بنا کر اپنا سفر جاری رکھیں۔ ان کی اداؤں کا نام ہی شریعت ہے۔ ان کی رضا ہی رب کی رضا ہے۔ رضا اور اداء دونوں ملیں تو اطاعت بنتی ہے اور اسی اطاعت کو رب کریم اپنی اطاعت مانتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

(سورت نمبر 4، آیت 80)

ترجمہ: جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی۔
جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

(دربار شریف 1997ء)

## محافل ذکر کا انعقاد کیوں ہوتا ہے

تعمیر باطن، تسخیر نفس، تطہیر قلب اور قرب حق کے لئے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ ایمان سے دُھلے حوصلے میسر آئیں اور راستے میں جو مشکلات رکاوٹیں پریشانیاں اور المناک واقعات سدّ راہ بنیں ایمانی قوت اور ذکر کی برکت سے انہیں ہٹا کر در محبوب تک بآسانی رسائی حاصل کر سکیں۔ یہ احساس غالب رکھنا چاہیے کہ۔

انسان نے اس جہاں سے اپنے مقررہ وقت پر جانا ہی ہے نہ اُس وقت کے آنے میں کمی اور نہ انسان کے جانے میں شک۔ ہم مسافر ہیں مسافر ہوشیار بیدار باخبر اور منزل سے آشنا ہوتا ہے نہ سامان سے بے خبر اور نہ وقت رحیل سے چشم پوشی کرتا ہے مسافر ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے انتظار کے دوران تھوڑی دیر طبیعت بہلانے کے لئے اِدھر اُدھر ٹہلنا شروع کر دے تو یہ جدا بات ہے لیکن اپنے سفر اور اس کے لوازمات کی تکمیل سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ ہمیں اپنے سفر سے پہلے اپنی تیاری مکمل کر لینی چاہیے تا کہ در محبوب پر حاضری کے وقت رسوائیاں قریب نہ آئیں۔

(بمقام نامنوٹہ کھائی گلہ)

## ذکر قُربِ حق اور ارتفاع حجابات کا ذریعہ ہے

ذکر، اللہ کے نزدیک پہنچنے کا ایک خوبصورت سبب اور رب کی رحمتوں کا دروازہ کھولنے کا سامان ہے ذکر وہ چابی ہے جس سے رحمت کے بند دروازے جلد کھلتے ہیں۔ ذکر توبہ قبول ہونے کا مستحکم ذریعہ ہے۔ اللہ کے دَر سے مانگ کر خالی نہ لوٹنے کا ایک خوبصورت طریقہ ہے۔ ذکر کی کثرت رب کی رحمتوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ ذکر اس کی رحمتوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ذکر ہماری فریادوں کو اس کی بارگاہ تک اور اس کی رحمتوں کو ہمارے دلوں کی گہرائیوں تک پہنچانے میں تاخیر نہیں ہونے دیتا۔ ذکر قُربِ حق اور ارتفاع حجابات کا بہترین اور مؤثر ذریعہ ہے۔

مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''ایمان کے بعد انسان کی پہچان اس کا خُلق اور اس کی وفاء ہے۔ اخلاق، اخلاص ووفاء سے ہی انسان ساری کائنات میں ممتاز ہوتا ہے اور یہ تین صفات ادب عشق وعبادت کے بدلے میں ملتی ہیں۔ لہٰذا جس درویش کے اندر یہ صفات موجود ہوں اُس درویش کی مجلس دوسروں کو فائدہ دے سکتی ہے۔''

## اصل انسان کس چیز کا نام ہے؟

چیونٹی اور اس سے کمتر مخلوق جس کے اندر محسوس اور غیر محسوس زندگی موجود ہے اس سے لے کر پہاڑ تک کوئی ایسی شے نہیں جس کے اندر اللہ رب العٰلمین نے بیشمار قدرتیں اور حکمتیں نہ رکھی ہوں۔

انسان کو ہی ملاحظہ کریں۔

قرآن عظیم نے اس کی ترتیب قائم کی ہے اس میں آگ کا جوہر بھی ہے۔ پانی اور ہوا کا جوہر بھی ہے۔ اور مٹی کا جوہر بھی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ چار عناصر کے ساتھ انسان کی تخلیق ہوئی ہے۔ اہلِ تحقیق یہ کہتے ہیں کہ ان چار عناصر کے ساتھ انسان کا وجود تعمیر ہوا ہے۔ اصل انسان جس کے ساتھ ان چار عناصر کی قیمت بنتی ہے۔ وہ ابھی اس وجود میں داخل نہیں ہوا۔ اس بات کو مزید آسان کرنے کے لئے ایک مثال ذہن میں رکھیں مثلاً ایک آدمی کا نام نور محمد ہے اس کی ملکیت میں جتنی چیزیں اور جائیداد ہے اس کے ساتھ منسوب ہوتی جائیں گی۔ جب کسی سے پوچھا جائے یہ گاڑی، یہ مکان، یہ درخت، زمین، بیوی، بچے، والدین کس کے ہیں وہ کہے گا یہ نور محمد کے ہیں۔ جب نور محمد اس دنیا سے رخصت ہو تو اس کی لاش کے بارے میں پوچھا جائے کہ یہ لاش کس کی ہے تو کہا جائے گا۔ یہ لاش نور محمد کی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصل نور محمد کہاں ہے؟ اس کو تلاش کرو یہ جنازہ اُٹھ گیا اس کے باوجود اُس پر اُس کی ملکیت باقی ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ آگ، ہوا، پانی اور مٹی کا بنا ہوا نہیں۔ ان چار چیزوں کا مجموعہ تو اب بھی آپ کے سامنے چارپائی پر پڑا ہے۔ دراصل یہ ایک مکان ہے۔

مکان اور اس کے اندر رہائش پذیر ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ مکان اور ہے اور مالک مکان اور ہے۔ مکان کی جنس جدا ہے، مکان جب تک مالک کی طرف منسوب نہ ہو اس کی قیمت کا پتہ نہیں چلتا۔ آدمی مکان کے لئے نہیں بلکہ مکان آدمی کے لئے ہے۔ اگر آدمی مکان کے لئے ہوتا تو جہاں مکان ہوتے آدمی اس جگہ سے ہل نہ سکتا۔ مگر ایسا نہیں ہے آدمی جس طرف بدلتا جائے گا مکان بدلتے جائیں اور اس کے نام کے ساتھ منسوب ہوتے جائیں گے۔ معلوم ہوا آگ، ہوا، مٹی اور پانی کے ساتھ جو انسان بن گیا تھوڑی دیر کے لئے تصور کیا جائے کہ اگر یہی انسان ہے تو اس کی لاش اُٹھ جانے کے بعد اس کا نام بھی ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک کمرہ ہے لباس بشریت ہے لوازمات بشریت، تکمیل بشریت، ترتیب بشریت، تخلیق بشریت، تزئین بشریت ہے اور جو اصل چیز ہے جس کے ساتھ اس کو بولنا، دیکھنا، چلنا، سوچنا، سمجھنا ملا، جس کے ساتھ اس کو فصاحت ملی اس کو وجاہت ملی اس کو سعادت ملی اس کو شجاعت ملی اس کو مروت وعلمیت ملی وہ آگ، ہوا، مٹی اور پانی کے جوہر کے ساتھ بنا ہوا انسان نہیں بلکہ وہ عالم امر کی چیز ہے۔ جس کو قرآن عظیم نے روح کے نام سے بلایا ہے۔ تو گویا انسان کی بیک وقت دو جہتیں ہوگئیں ایک جہت عالم بالا کی طرف اور دوسری جہت عالم اسفل کی طرف۔ ایک جہت ناسوت کی طرف ایک جہت لاہوت کی طرف، ایک جہت عالم فانی کی طرف ایک جہت عالم باقی کی طرف۔ بالفاظ دیگر ایک جنس کثافت ایک جوہر لطیف انسان لطافت اور کثافت کا مجموعہ بن گیا۔ اس کے اندر لطافت بھی ہے اور اس کے اندر کثافت بھی ہے اسی لئے اس کی توجہ ناسوت کی طرف بھی ہے اور اس کی نسبت لاہوت کی طرف بھی ہے۔ گویا



اس کے اندر صلاحیت بلندی کی طرف پرواز کرنے کی بھی ہے اور غفلت کی صورت میں اس کے اندر پستی کا سامان بھی ہے۔ انسان چاہے تو بلندی کی طرف بھی جا سکتا ہے۔ چاہے تو پستی کی طرف بھی جا سکتا ہے۔ اور انحطاط، لوازمات عروج وکمالات سب جدا جدا قسموں کے ساتھ تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔

انسان ساری کائنات کا جامع ہے فناء و بقاء ناسوت و لاہوت۔ اس کے دامن میں اگر فناء ہے تو اس کے دل میں بقاء بھی ہے۔ اس کی نظر میں اگر ناسوت ہے تو اس کے دل و دماغ میں لاہوت کے جذبات بھی ہیں۔ اس کے جسم میں اگر کثافت ہے تو اس کی روح کے اندر لطافت بھی موجود ہے۔ اس کی جسمانی حرکات اگر پستی پر مرکوز ہیں تو اس کی روحانی قوت کے ساتھ بلندی بھی منسلک ہے۔ تو گویا بلندیاں اور پستیاں دونوں انسان میں موجود ہیں۔ بلندی کی انتہاء قرب حق ہے اور پستی کی انتہاء جہنم کی گہرائی ہے۔ انسان نے اپنی توجہ بلندی کی طرف کر کے اس کے تقاضے پورے کرنے شروع کر دیئے تو قرب حق کی منزل مل جائے گی اور غفلت کی راہ پر چل پڑا تو جہنم کی جو ذلت کی انتہا ہے اس کا مقدر ٹھہرے گی۔ جس انسان نے عزت کا راستہ اختیار کیا تو قرب حق پا گیا اور جس نے پستی کا راستہ اختیار کیا اس نے رب کے غضب کو دعوت دی۔ رحمت اطاعت میں ہے اور غضب بغاوت میں جوہر انسانی آگ، ہوا، مٹی اور پانی یہ نفس کو بغاوت پر مائل کرتے ہیں۔ نفس کے اندر اگرچہ بغاوت، شرارت اور کثافت رکھی گئی ہے مگر اس کے مقابلے میں رب العالمین نے روح کو نور کی طاقت وقرب کی صلاحیت دے کر نفس کے اندھیرے پر بھی مسلط کیا ہوا ہے۔ جس شخص نے روح کی طرف توجہ کی اور اپنی پیشانی کو اپنے مالک کے سامنے

جھکا دیا وہ دل قرب حق کی منزل پر فائز ہو گیا وہ اس اندھیرے میں رہتے ہوئے بھی نور کے سامان اختیار کر گیا اور جس نے رب کی طرف سے اپنی توجہ ہٹالی وہ ظلمات، وحشت اور حیرت کے اندر گھر گیا اور بعض لوگ بیداری کے اتنے عادی ہوتے ہیں کہ غفلت انْ کے قریب نہیں جاسکتی ۔ جن لوگوں کو روحانی ذوق مل گیا یا محبت خداوندی کی تپش نے غفلت کے جال کو تار تار کر دیا ان کی روحانیت جسمانیت پر غالب آ گئی وہاں نور سرور وسکون واطمینان کا غلبہ ہو گیا اور جہاں غفلت ہے وہاں معصیت ہے کوتاہی ہے فرار ہے بغاوت ہے شرارت ہے رعونت ہے تکبر ہے جسمانیت حیوانیت، بہیمیت غفلت اور نفس کی شرارت اور فتور روحانیت پر پردہ بن جاتا ہے۔ جس وقت روحانیت پر پردہ بن گیا تو روحانیت قید ہو گئی۔ انسان مائل بہ فناء اور غفلت کا شکار ہو کر عادی مجرم و باغی بن جاتا ہے۔ اب آواز حق بڑی دیر کے بعد اس کے دل کی گہرائی تک جائے گی۔ اس مقام پر اہل طلب کے لئے جناب رومی علیہ الرحمہ نے بڑی دلکش حسین وجمیل دل آویز بات ارشاد فرمائی ہے۔ آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز ہی اس شعر سے فرمایا:

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

ترجمہ: بانسری کی حکایت سنو جب وہ جدائی کی شکایت بیان کرے۔

بانسری منہ میں رکھ کر کسی نے پھونک ماری اس میں سے بڑی دل آویز سُریلی دلکش آواز نکلی جناب رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا اس میں اس قدر سریلی آواز نکلنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کا اندر پاک ہے۔



بانسری پکار کر کہہ رہی ہے کہ اے بندے تو بھی ذکر حق کا برما چلا کر اپنے اندر کو پاک کر۔ تیرے بال بال سے درد بھری آواز نکلے گی اور اس آواز کے درد بھرا ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ بانسری ہاتھ اور منہ میں مضبوطی سے پکڑی گئی ۔ بانسری کہہ رہی ہے مجھے مضبوط پکڑ کر قید کرنے والے مجھے تیری قید سے رہائی ملے اور میں جلد اپنے اصل سے ملوں۔ درد بھری آواز ہجر کی شکایت ہے۔ یہی انسانی جسم کے اندر قید روح کی فریاد ہے۔ روح کی اس فریاد کو جناب رومی علیہ الرحمہ نے بانسری کی آواز کے ساتھ مثال دے کر فرمایا اے انسان تیرے جسم کے اندر روح کا تعلق عالم بالا سے ہے اور یہ لطیف و پاک چیز ہے اللہ رب العالمین کے رازوں میں ایک راز ہے۔ اس کے جلوؤں کی ایک کرن ہے اور

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهٖ

ترجمہ: ہر چیز، شے، اپنے اصل کی طرف رجوع رکھتی ہے۔

جنس اپنی جنس سے جدا نہیں ہوتی ۔ بلکہ اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ عناصر اربعہ یہ پستی کی اشیاء ہیں ان کا رجحان بھی پستی کی طرف ہے۔ روح عالم بالا کی چیز ہے اس کا رجحان بلندی کی طرف ہے وہ لطیف چیز ہے۔ جسم کثیف ہے۔ لطیف کثیف میں آ کر بے چین و بے سکون ہے اس کی فریاد ہے کہ کثافت سے چھٹکارا ملے تا کہ میں اپنے اصل سے ملوں۔ لہٰذا جن لوگوں نے ذکر، فکر، ادب واحترام، محبت، تسبیح، ذکر، عبادت، بندگی، تلاوت، نیکی، ذکر، حق کی مستی اور عشق حقیقی کی تپش کے ساتھ غفلت کے تمام اندھیرے دور کئے ان کی روح کو آزادی ملی وہ اپنی منزل کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جسم

سے نکلنا روح کی آزادی نہیں اپنے اور اپنے محبوب کے درمیان حجابات کا ہٹ جانا روح کی آزادی ہے۔

انسانیت کا ارفع و اعلیٰ مقام یہ ہے کہ جو اِس کا مالک ہے انسان اسی کے قرب کی منزل حاصل کر لے اور یہ جان لے کہ میرے مالک کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں۔ اس اعتراف و پہچان کے بعد انسان اپنے مالک کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ مالک کے قریب ہونے کے لئے عرفان نے بتایا ہے کہ دنیا کی کوئی چیز تلاش کریں تو آنکھیں کھول کر تلاش کریں لیکن اگر مالک حقیقی کو تلاش کرنا ہو تو پچھلی رات آنکھیں بند کر کے سر سجدے میں رکھ کر تلاش کریں۔ دنیا کی چیز گم ہو جائے تو آنکھیں کھول کر تلاش کریں۔ محبوب حقیقی کی تلاش ہو تو سب سے علیحدہ خاموش ہو کر آنکھیں بند کر کے سر سجدے میں رکھ کر تلاش کریں۔

هُوَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

ترجمہ: اس کے جلوے تمہاری روح کا اندر ہیں کیا تم اتنی بصیرت نہیں رکھتے۔

جینے کا یہ ڈھنگ ان لوگوں سے سیکھو جنہوں نے اپنے رب کو پالیا اس سے توبہ کرنی چاہیے جو وقت گزر گیا اس کی تلافی کرنی چاہیے دنیا کماؤ چند روز کے لئے اپنے محبوب کو مناؤ عمر بھر کے لئے۔

(والحمدللہ رب العٰلمین)

بمقام ڈسکہ 1997ء

## صاحب منزل اولیائے کرام کا اندرونی رابطہ

(جج اور وکلاء حضرات کے ساتھ آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا)

3 اکتوبر 1996ء دربار شریف

یہ غالباً 1969ء کی بات ہے میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا تھا میرے ساتھ کراچی کے ایک ساتھی بھی تھے۔ ہمارے سامنے ایک قد آور نوجوان جن کی چھوٹی داڑھی تھی ہمارے پاس تشریف لائے اور مجھے اشارہ کیا کہ قلم کاغذ لاؤ میں نے قلم کاغذ پیش کیا تو انہوں نے لکھا:

هَلْ اسْمُكَ عَلَاؤُ الدِّيْنِ صِدِّيْقِيْ؟

کیا آپ کا نام علاؤالدین صدیقی ہے؟

میں نے جواب دیا جی ہاں، انہوں نے دوسرا سوال لکھا کہ کیا آپ لندن سے ہو کر آرہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کاغذ پر لکھا کل آپ مکہ شریف چلے جائیں گے۔ حالانکہ مجھے مدینہ شریف گئے ہوئے صرف دو ہی دن گزرے تھے اور میں نے اپنے کفیل سے پندرہ دن کا اجازت نامہ لے کر اپنی جیب میں رکھا ہوا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس نوجوان نے یہ باتیں میرے ساتھیوں سے معلوم کی ہونگی۔ میرے اس خیال کے ساتھ ہی انہوں نے کاغذ پر لکھا۔

وَاللّٰهِ هٰذَا بَاطِلٌ صَرِيْحًا

اللہ کی قسم یہ صاف جھوٹ ہے میں نے اس نوجوان کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا تو یوں لگ رہا تھا کہ اس کے چہرے سے نور کی کرنیں نکل رہی ہیں وہ

کاغذ قلم مجھے دے کر چلے گئے۔

دوسرے دن میں صبح صبح حرم شریف میں داخل ہوا تو دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی یوں لگ رہا تھا کہ میرے لئے دن گزارنا مشکل ہوجائے گا میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں مکے شریف جانا چاہتا ہوں انہوں نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں تیاری کریں۔ ہم فوراً مکہ شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ مکہ شریف پہنچنے کے بعد ہم حرم شریف میں داخل ہوئے تو نماز مغرب کا وقت ہو رہا تھا تمام لوگ اپنے لئے جگہ تلاش کر رہے تھے ہمارے سامنے ایک سفید ریش بزرگ اپنی جائے نماز بچھائے بیٹھے تھے انہوں نے اشارے سے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ فرمایا میں جب ان کے پاس بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کا نام علاؤ الدین صدیقی ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں، فرمانے لگے کل مدینے شریف آپ کی ملاقات جس نوجوان سے ہوئی ہے وہ حاضر ڈیوٹی ابدال ہے اس کی باتوں پر سختی سے عمل کرنا اور کل شام کا کھانا ہم اکٹھے کھائیں گے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں آپ کو نہیں پہچانتا آپ کو بلا وجہ انتظار کی زحمت اٹھانی پڑے گی۔ کل میں آپ کو کیسے کہاں تلاش کرونگا؟ فرمایا ہم پہچانتے ہیں آپ جہاں بھی ہوئے میرا آدمی وقت پر آکر آپ کو لے جائے گا۔ کسی ایک جگہ ہمارا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہم خود تلاش کر لیں گے۔

دوسرے روز نماز عصر کے بعد میں مقام ابراہیم کے پاس کھڑا تھا۔ کسی نے آکر میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ حضرت نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ اس شخص کو بھی میں نے پہلی بار دیکھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ کمال لوگ ہیں نام بھی نہیں



پوچھتے اور پورے اعتماد سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو حضرت نے یاد فرمایا ہے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا حرم پاک میں اس قدر ہجوم کے باوجود وہ جس طرف جاتے لوگ خود بخود راستہ خالی کر دیتے۔ حرم شریف کے سامنے کے پہاڑ پر ان کی رہائش تھی میں ان کے پیچھے پیچھے ان کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ ایک کمرے میں دستر خوان بچھا تھا تقریباً بیس پچیس آدمی اور وہ بزرگ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے پاس ایک کپڑا بچھایا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور سب کو کھانا شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر حضور قبلہ عالم کی کرامات قبلہ بابا جی صاحب موہڑی علیہ الرحمہ کی سوانح حیات بیان کرنا شروع کر دی۔ گفتگو کے آخر میں فرمایا کہ آپ یہاں سے دو دن کے بعد مدینے شریف چلے جائیں گے۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں واپس حرم شریف میں چلا گیا۔ یہ بزرگ تین زبانوں میں بات کر رہے تھے۔ سندھی، اُردو اور عربی۔ تیس سال قبل سندھ سے مکہ شریف گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

میں نے یہ دو دن اس قدر بوجھل کیفیت میں گزارے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

دوسری رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے اس پر نہایت نورانی صورت والے ایک بزرگ رجسٹر کھولے تشریف فرما ہیں۔ سامنے لاکھوں کا اجتماع ہے آپ رجسٹر پر نام پکار رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں جس کا نام پکاروں وہ میرے قریب آجائے۔ ان لوگوں کی کل مدینے شریف حاضری ہے۔ آپ نے دوسرے یا تیسرے نمبر پر میرا نام پکارا میں اگلی صفوں کی طرف بڑھا اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میری طبیعت میں اس قدر خوشی تھی کہ مجھے فرط مسرت میں یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اب کیا کرنا ہے۔ میں نے وضو کیا اور سیدھا حرم شریف میں چلا آیا نماز فجر

کے بعد میں اس جگہ پر آ گیا جو جگہ میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ ملاقات کے لئے مقرر کی تھی ۔ تھوڑی دیر تک وہ بھی تشریف لے آئے ۔ کہنے لگے، پیر صاحب مدینے شریف کی تیاری کریں میں پوچھا کیوں؟ کہنے لگے جب آپ کا نام پکارا گیا تھا اس کے بعد میرا نام بھی پکارا گیا ۔ بعینہٖ وہی خواب انہوں نے بھی بیان کیا ہم نے وہاں سے گاڑی لی اور مدینے شریف کے لئے روانہ ہو گئے ۔ مدینے شریف پہنچ کر جب ہم حرم شریف میں گئے تو وہی نوجوان حرم شریف کے دروازے پر موجود تھے مجھے کاغذ اور قلم کا اشارہ کیا میں نے قلم کاغذ پیش کیا تو انہوں نے اس پر لکھا کہ آپ نے صرف دو دن یہاں رہنا ہے اور بہت احتیاط سے رہنا ان دونوں میں زندگی بھر کی کمائی ہو گی ۔ اور جب جاؤ گے تو پھر ملاقات ہو گی ٹھیک دو دن بعد میری کیفیت پہلے کی طرح پریشان ہو گئی آخری حاضری دے کر ہم حرم شریف سے باہر نکل رہے تھے کہ سامنے سے وہ نوجوان ہماری طرف آ رہے ہیں ۔ مجھے پکڑ کر راستے سے ایک طرف لے گئے کچھ نصیحتیں کیں جن میں دو باتیں یہ تھیں کہ تکبر نہ کرنا عجز و انکساری کو اپنا لباس بنانا اور وظیفہ بتایا کہ یہ ساری زندگی اپنا معمول رکھنا ۔ اس سارے سفر میں ایک عجیب کیفیت کا غلبہ رہا، جب واپس دربار شریف پہنچا تو حضور قبلہ عالم نے فرمایا ۔ بیٹے!

اس سفر میں آپ کو دو آدمی ملے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی حضور! ملے ہیں ۔ فرمایا جس نوجوان سے مدینے شریف میں آپ کی ملاقات ہوئی وہ حاضر ڈیوٹی ابدال ہیں اس کی باتوں پر سختی سے عمل کرنا اور پورا قصہ بیان فرما دیا ۔



## پیارے دوستو

مرشد کریم حضرت قبلہ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

کہ بعض لوگ عملیات سے بھی کام لے کر اپنے اردگرد لوگوں کا ہجوم جمع کر لیتے ہیں ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کلام کو اپنے معمول میں رکھ کر اس کے نورانی موکلات کو اپنے ماتحت کر لیتے ہیں اور اس کے ذریعے لوگوں کو کھینچتے ہیں ۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان کی طبیعت میں ہر وقت چڑچڑا پن رہتا ہے ۔ ایسے لوگوں کو عمر کے آخری حصہ میں ہو سکتا ہے ولایت مل جائے مگر یہ لوگ کاملین کی صف میں شامل نہیں ہوتے ۔ دوسری قسم کے لوگ روحانی فیض کے لئے اپنے شیخ سے مضبوط رابطہ رکھتے ہیں ۔ شہرت کے طالب نہیں ہوتے ۔ ذکر کی کثرت معمولات کی پابندی اور رابطے میں پختگی پر زور دیتے ہیں ۔ میں نے ایک دفعہ حضور قبلہ سے ایک چلّے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا گوشہ نشینی کے بجائے لوگوں میں رہ کر اللہ سے یاری لگاؤ کہ جہاد میدان میں ہوتا ہے گوشہ نشینی مجاہدوں کا کام نہیں ہے ۔ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا درس دیں اور اپنے نفس کو خواہشات باطلہ سے دور رکھیں یہی سب سے بڑا چلّہ ہے ۔

اس بنا پر یہ یاد رکھیں کہ یہاں صرف اور صرف محبت کا درس دیا جاتا ہے ۔ اور محبت کا سودا تقسیم کیا جاتا ہے ۔ یہی صوفیاء کرام کا معمول ہے اور اسی معمول پر جینے اور اسی پر خاتمہ کی دعا کی جاتی ہے ۔ اللہ ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے ۔ آمین

## اولیائے کرام کے رابطے

حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں طالب علمی کے زمانے میں ایک دربار پر حاضر ہوا وہاں لوگوں نے بتایا کہ اس دربار پر جو شخص ایک مراد کے حصول کے لئے سات بار مسلسل حاضری دے اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ میں نے اس مقصد کے حصول کے لئے اس دربار پر چودہ حاضری دی اس کے بعد چھٹیوں میں گھر گیا تو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ بیٹے آپ نے فلاں دربار پر جس مقصد کے لئے چودہ بار حاضری دی ہے۔ بہت اچھا کام کیا مگر وہ بات تو میں نے پہلے ہی پوری کر دی تھی۔ زمانہ طالب علمی سے لے کر حضور قبلہ عالم کی ظاہری حیات کے آخری ایام مبارکہ تک میں جس مزار پر حاضر ہوا جس شخصیت سے ملا حضور قبلہ عالم نے ایک ایک بات مجھے بتائی کہ فلاں وقت جس شخص سے ملاقات ہوئی ہے وہ اس مرتبے کا آدمی ہے ان کی باتوں پر عمل کرنا یا فلاں صاحب مزار نے آپ پر یہ شفقت فرمائی ہے۔ میں ایک سال عراق، دمشق، شام کے مزارات پر حاضری کے لئے گیا میں جس ترتیب سے مزارات پر حاضر ہوا اور وہاں جو عنایات مجھ پر ہوتیں حضور قبلہ عالم نے بالترتیب مزارات کے نام بتائے اور جو انکشافات حاضری کے وقت ہوئے؟ آپ وہ بھی بیان فرماتے۔ اور کمال شفقت فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ بیٹے میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ اپنے مریدین کی پہرے داری کرتے ہیں مگر میرے شیخ و مربّی کے مجھ پر احسانات عظیم تر ہیں ظاہری حیات مبارکہ میں بھی اور بعد از وصال بھی اتنے واقعات ہیں کہ ان کو ضبط تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم



کتاب تیار ہو جائے مگر یہ کام مشکل ہے۔ ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں یہ بھی غالباً 1970-71ء کا ہے۔

انگلینڈ میں ایک دفعہ کچھ لوگوں نے سازش کر کے مجھے وہاں سے نکالنا چاہا اس کے لئے میرے گھر میں میرے پلنگ کے نیچے چرس وغیرہ لا کر رکھ دی ان کا خیال تھا کہ اس پر پولیس کے ذریعے کیس بنا کر ملک بدر کریں گے۔ میں نے رات کو خواب میں دیکھا حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ چوکیداروں کا لباس پہنے ایک بڑی لاٹھی ہاتھ میں لئے مکان میں داخل ہوئے اور ہر چارپائی کے نیچے غور سے دیکھ رہے ہیں اور لاٹھی سے کسی چیز کو ٹٹول کر تلاش بھی کر رہے ہیں میں نے پوچھا حضور کس چیز کی تلاش ہے فرمایا بیٹے یہاں ایک بڑھیا آئی تھی اور ایک چیز رکھ کر گئی ہے وہ چیز دیکھ رہا ہوں آپ بھی دیکھیں کوئی خطرناک چیز نہ ہو۔ میری آنکھ کھل گئی اور مجھے یاد بھی آیا کہ ایک عورت آئی تھی میں نے دیکھا تو واقعی وہاں ایک چیز رکھی تھی جس کا اگر مجھ پر کیس بنتا تو مجھے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسی طرح حضور قبلہ عالم نے ساری زندگی میری پہرے داری فرمائی اور اب تک مسلسل حفاظت فرما رہے ہیں۔

(راولپنڈی آستانہ عالیہ 1997ء)
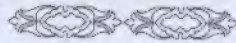
## حضرت صاحب نے ایک موقع پر یہ واقعہ سنایا

میں ایک صاحب نظر بزرگ کی زیارت کے لئے گیا انہوں نے میرے ساتھ ہاتھ ملانے سے پہلے اپنے خادم کو طاق میں رکھی ہوئی قالین اتارنے کا حکم دیا خادم نے فوراً قالین اتار کر بچھائی اس کے بعد انہوں نے مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس وقت وہاں موجود تمام لوگوں کو باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا کچھ ضروری باتیں کرنے کے بعد فرمانے لگے آپ کے آنے سے پہلے یہاں اس حلیے کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے اور کہہ گئے کہ اس آدمی کا خیال رکھنا انہوں نے حلیہ بیان کیا تو پتہ چلا میرے وہاں جانے سے پہلے حضور قبلہ عالم وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اسی طرح بغداد شریف کے سفر میں حضور قبلہ عالم میرے ساتھ ساتھ رہے۔

## چاہ (بمعنی محبت) چاہ ہمیشہ گرم ہوتی ہے

ہری پور کے ساتھ ہی ایک بستی درویش کے نام سے مشہور ہے وہاں کے قاضی صاحب اپنے شیخ خواجہ عبدالرحمٰن ؒ جو صاحب نظر و صاحب کشف و کرامت بزرگ ہیں سے ملنے کے لئے گئے عشاء کا وقت اور گرمی کا موسم تھا۔ خواجہ صاحب ؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ حاضرین کو چائے پلاتے، لوہے چینی کی کیتلی اور چھوٹی پشاوری پیالیوں میں اپنے دست مبارک سے چائے ڈال کر حاضرین کو پلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ ہی نوش فرماتے۔ حسب معمول خواجہ صاحب علیہ الرحمہ نے قاضی صاحب کو چائے دی۔ قاضی صاحب نے حکم سمجھ کر جلدی سے ایک گھونٹ پیا ہونٹ و زبان جل گئے آپ نے چائے کی پیالی رکھ کر اپنے پیر و مُرشد سے ایک سوال کیا حضرت ایک بات سمجھ نہیں آئی کہ ہر چیز ایک مساوی انداز سے استعمال ہوتی ہے مگر یہ چائے لوگ گرم گرم کیوں پیتے ہیں؟ خواجہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ نے یہ بات سنی تو جواباً ارشاد فرمایا قاضی صاحب! چاہ بمعنی محبت چاہ گرم ہی ہوتی ہے۔ آپ بھی دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی چاہ ٹھنڈی نہ کرے وہ چاہ جو اللہ نے روح کے اندر رکھی ہوتی ہے۔ وہ جس شخص کے اندر ختم ہوگئی اس انسان کی قیمت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر روح کے اندر ہر دل و دماغ کے اندر چاہ رکھی ہے وہ گرم رہے تو کبھی کبھی ایسا وقت آ ہی جاتا ہے کہ انسان کی ملاقات چاہ کو پہچانے والے شخص سے ہو جاتی ہے۔ جس طرح چائے کے عادی لوگ دیگچی میں رکھ کر ٹھنڈی چائے گرم کرتے

ہیں اس طرح انسان کے اندر ازل سے رکھی گئی چاہ اگر حالات کے پیش نظر ٹھنڈی ہو گئی ہوتو صاحب نظر دیکھتے ہی اپنی توجہ باطنی سے اس کی چاہ کو گرم کر دیتے ہیں جس کی چاہ میں ابال آجائے وہ فوراً اپنے اصل کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور جس کے اندر چاہ ٹھنڈی ہو گئی اور کوئی صاحب نظر اس کو نہیں مل سکا اس کو کوئی مثال سمجھاؤ نہیں سمجھتا اور جس کی چاہ ٹھنڈی نہیں ہوتی اس کو سمجھانے کی ضرورت نہیں اشارہ ہی کافی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جس آدمی کو پیاس نہیں لگی اس کو جبراً پانی پلانا چاہو تو بھی نہیں پیتا اور پیاس والے کی نظر ہی گواہی دیتی ہے کہ اس کو پانی کی تلاش ہے مل جائے تو بغیر کہے پی لے گا۔ اگر کوئی پلائے تو کیا کہنا۔ سنا ہے جن گھروں میں چولہا جلتا ہے وہاں رونق لگتی ہے۔ جن کمروں میں بتیاں جلتی ہیں وہاں طبیعت خفا نہیں ہوتی بعینہ جن دلوں میں محبت کے چراغ جلتے ہیں وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔

سو اس بنا پر اپنے دلوں کے چراغ نہ بجھنے دینا محبت کے چراغ جلا کر رکھنا اس کے علاوہ اس جہاں میں پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ جس نے اپنے مالک کو پہچان لیا اس کے لئے حکم ہو گیا کہ سارے جہان والے اس کو پہچانو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اعلان کرایا جاتا ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا سب اس کو پہچانو۔ کوئی بھی کاروبار دنیا جو حلال ہو، کیا جائے شرعاً جائز ہے مگر یہ بالکل جائز نہیں کہ چراغ محبت بجھا کر دل کی دنیا اجاڑ دی جائے۔ اس کی بالکل اجازت نہیں کہ جسم کی سلامتی کا سامان کیا جائے اور اندر کی دنیا اجاڑ دی جائے۔

برکف جام شریعت برکف سندان عشق

اپنی زندگی گزارو کہ دنیا ہاتھ سے نہ چھوٹے مگر دل اس کی محبت کے تیر کا زخمی



رہے ہم لوگوں میں اور فقیر لوگوں میں یہی فرق ہے کہ فقیر دنیا میں رہ کر بھی ہر لباس میں اللہ کے ساتھ ہے۔

نمی گویم کہ از عالم جدا باش
دلے ہر جا کہ باشی یاد خدا باش

ترجمہ: میں نہیں کہتا کہ جہاں سے دور ہو اے دل جہاں بھی رہو خدا کی یاد میں رہو۔

اللہ تعالیٰ رزق، عزت، جان، مال، ایمان وعقیدہ کے خسارے سے محفوظ رکھے اور دائمی خوشیوں والی زندگی نصیب فرمائے۔

(نومبر 1996ء بھمبر)

## عزت کی دو اقسام

دنیا کی دوستی صرف صحت وتندرستی کی حد تک ہے۔ انسان محتاج ہو جائے تو دنیا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ بنیاد بہت ہی مضبوط ہو تو قبر سے آگے رفاقت نہیں ہوتی۔ دنیا کی رفاقت عزت ووقار ایسا بے وفا ہے کہ انسان معذور ہو جائے تو یہ تمام چیزیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ لیکن طریقت اور ذکر فکر والے انسان کی معیت ایسی نعمت ہے کہ انسان معذور ہو جائے یا اس دنیا سے چلا جائے عزت ووقار ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ قبر سے لے کر حشر کے میدان تک عزت انسان کے ساتھ رہتی ہے اس کی ایک ہی صورت ہے کہ انسان اپنا دل ودماغ اور سوچ وفکر اپنے مالک سے دور نہ لے جائے۔ ایسے قُرب کی منزل میں رہو کہ مالک سے آشنائی اول اور دنیا سے آشنائی دوم رہے یہ ایک حقیقت ہے انسان کا دل ودماغ آج نہیں تو کل اس حقیقت کو تسلیم کرے گا۔

ایک بادشاہ نے ایک درویش سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کریں۔ درویش نے کہا آپ بادشاہ آدمی ہیں دو تین باتیں سننے کے بعد چلے جاؤ گے شاہی تخت پر بیٹھو گے تو بھول جاؤ گے نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ بادشاہ نے کہا جب تک یاد رہے گی تب تک تو فائدہ ہوگا۔ درویش نے کہا پھر مجھے ایک بات بتائیں آپ خدانخواستہ صحراء میں نکل جائیں پیاس لگ جائے اور دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ ہو پیاس کی شدت موت کی علامت بن جائے ایسے میں کسی آدمی کے پاس پانی کا ایک گلاس موجود ہو جس سے آپ کی زندگی بچ سکتی ہو تو کیا اس شخص سے پانی قیمتاً خرید لو گے؟ بادشاہ نے کہا ضرور خریدوں گا۔ درویش نے کہا اگر وہ اس پانی کے بدلے تیری



نصف حکومت کا مطالبہ کرے تو جان بچانے کے لئے دے دو گے بادشاہ نے کہا ضرور دے دوں گا۔ فرمایا تیری نصف حکومت تو ایک گلاس پانی کے بدلے میں چلی گئی اب وہی پانی حلق سے اتر کر معدے میں اور معدے سے مثانے میں پہنچ کر رُک گیا حکیم کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوتا موت سامنے کھڑی ہے۔ حکیم اس کام کے لئے نصف حکومت کا مطالبہ کرے تو کیا کرو گے حکومت بچاؤ گے یا جان؟ بادشاہ نے کہا جان بچاؤں گا۔ فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا نصیحت کروں؟ تیری ساری حکومت خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک گلاس پانی کے بدلے میں چلی گئی۔ روزانہ صبح سے لے کر شام تک اللہ کی کتنی نعمتیں استعمال کرتے ہو؟ اور اس کے بدلے میں کتنا شکر کرتے ہو؟ ضروری ہے کہ جس مالک الملک کی بارگاہ میں کھڑے ہو اس کی ایک ایک نعمت کی قیمت وقدر پہچانو اور شکر کرو۔ شکر زبان سے نہیں ہوتا شکر اعمال صالحہ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ

(سورت نمبر 34، آیت 13)

ترجمہ: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

میرے بندوں میں میرا شکر کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ شکر گزار بندے کو اللہ جو عزت عطا فرماتا ہے بندہ اس جہاں میں رہے یا اُس جہاں میں چلا جائے عزت ساتھ ساتھ جاتی ہے۔ دنیا داری میں رہ کر دل فقیر رکھنا کمال کی بات ہے۔ دنیا باہر کی چیز ہے اس کو دل سے باہر ہی رہنا چاہیے۔ جس طرح سامان، مال اور سواریوں سے بھری ہوئی کشتی دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے

پر جاتی ہے اور پانی کے سر پر رہتی ہے نہ پانی سے جدا ہے نہ پانی کے اندر اسی طرح زندگی گزاریں۔ نہ دنیا چھوڑیں کہ غربت تمہیں پریشان کرے نہ دنیا میں اس قدر گم ہوجائیں کہ خدا بھول جائے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی غلامی اور پیار میں ایسا وقت گزاریں کہ اللہ کی رحمتیں آپ کے شاہراہ حیات پر پہرہ دیں۔ یہی اصل زندگی ہے کمائی صرف آخرت کی کمائی ہے۔ جناب شفیق بلخی علیہ الرحمہ نے فرمایا: ساتھیو! میری دو باتیں یادرکھو، وہ شخص میرا مرید نہیں جو اللہ کے سامنے حساب دے بلکہ میرا مرید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ سے حساب لے دوسری بات یہ ہے کہ بڑے بڑے محلات میں رہنے والے جن کے دسترخوان پر کئی قسم کے کھانے موجود ہوں اور دنیا کی ہر نعمت ان کے پاس موجود ہو ان کو امیر نہ سمجھنا اور گھاس کی جھونپڑی میں رہنے والے جَو کی خشک روٹی کھا کر رات بسر کرنے والے کو غریب اور حقیر نہ سمجھنا۔ میرے نزدیک امیر وہ ہے جو دنیا چھوڑتے وقت ایمان اپنے ساتھ لے جائے۔ دولت ہم اسی کو کہتے ہیں جو دنیا سے جاتے وقت انسان کے ساتھ جائے۔ دنیا کی دولت بھی فانی اور دنیا بھی فانی ہے۔ آخرت اور آخرت کے لئے جمع کئے گئے سامان کو ہمیشگی ہے۔

خدام نے پوچھا حضرت ایک بات سمجھ سے بالا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب دینا تو سب کے علم میں ہے اللہ سے حساب لینے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر زندگی اپنی مرضی سے گزارو گے اور اپنی ہی خواہشات کی تکمیل میں بسر کرو گے تو حساب دینا پڑے گا۔ جو وقت اس کی نافرمانی میں گزرے گا اس کا حساب آپ نے دینا ہے اور اگر زندگی اپنے مالک کی مرضی کے مطابق گزارو گے اُس کی اطاعت میں گزرو گے تو پھر آپ نے حساب دینا نہیں بلکہ اللہ سے حساب لینا ہے۔



سو اس بناء پر یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے۔ خواہشات کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ زندگی کمزور ہو رہی ہے۔ خواہشات جوان ہو رہی ہیں جسم نحیف ہو رہا ہے۔ خواہش توانا ہو رہی ہے اس کو طول امل کہتے ہیں۔

اور یہ مومن کے لئے نقصان دہ ہے اللہ تعالیٰ رزق کی محتاجی سے بچائے۔

ایک آدمی روزانہ صرف بیس روپے کماتا ہے دوسرا آدمی ایک لاکھ روپیہ روزانہ کماتا ہے۔ کھانے میں دونوں نے روٹی ہی کھائی ہے۔ مگر ان دونوں میں باکمال وہ شخص ہے جس نے کھانے کے بعد رات غفلت میں نہیں گزاری۔ دن کی کمائی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مومن کی اصل دولت رات کا ذکر ہے رات کی بندگی ہے۔ اسی لئے جناب شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا:

شاہی تاج پہنو مگر دل کو فقیر ہی رکھنا
مرد خدا باش کلاہ تتری دار

تھوڑا آگے چل کر فرمایا:

نمی گویم از عالم جدا باش
دل ہر جا کہ باشی با خدا باش

دنیا چھوڑ کر زندگی گزارنا کمال نہیں ہے بلکہ لوگوں کے ساتھ رہ کر اسی کیفیت کو برقرار رکھنا کمال ہے۔ جو کیفیت خانہ خدا میں رہتی ہے اگر ایسا خود نہ کر سکو تو کسی ایسے شخص کے ساتھ دوستی رکھو جو منقطع تاروں کو ایک ہی نگاہ کے ساتھ جوڑنے کا ماہر ہو یہی سفر طریقت ہے۔ طریقت کیا ہے؟ یہ عمل، محبت و ادب کی راہ ہے طریقت سراسر پیار، مستی اور وفا کا سفر ہے۔ اللہ کریم اس رفاقت کو دونوں جہان میں سلامت رکھے۔ آمین

(دربار شریف)

## قدرت احیاء کا عملی مظاہرہ اور اس کی حکمتیں

مندرجہ ذیل آیت مقدسہ پر ایک دفعہ حضرت صاحب نے درس دیا:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

(سورت نمبر 2، آیت 260)

ترجمہ: (اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھا دے تو کس طرح مُردے زندہ کرے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔ فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ملا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا کر کے پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے ہوئے اور جان لے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت پر فائز ہونے کی بشارت دی گئی مُردہ زندہ کرنے کی قوت عطا فرمائی گئی نمرود کو شکست احیاء میت پر ہی دی گئی تھی۔ طمانیت قلب کے لئے آپ کے قلب اطہر کے اندر اس کا عملی نمونہ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی اس کی وجہ قدرت احیاء پر شُبہ نہ تھا بلکہ کیفیت احیاء کو دیکھنے کا شوق غالب ہوا جو ذریعہ طمانیت قلب بنا اس واقعہ کے اندر صوفیانہ تفسیر کے چند نقاط اور انتخاب طیور میں بہت سی حکمتیں ہیں اس واقعہ میں جن پرندوں کا انتخاب عمل میں آیا وہ چار ہیں۔ مور، مُرغ، کوّا اور کبوتر۔



## مور، مُرغ، کوّا اور کبوتر

اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ مور خود بینی اور تکبر کا شکار ہے۔ مُرغ غلاظت کا دلدادہ اور طہارت سے بے نیاز و شہوت پرست ہے۔ کوّا حرص اور کبوتر حبِ دنیا میں محو ہے۔ انسان کے لیے اشارہ یہ ہے کہ ان امراض سے نجات کے بغیر طمانیت کے سامان کا حصول ناممکن ہے جس طرح انسان اپنے اندر کی صفات مذمومہ کو اطاعت نبی ﷺ کی چھری کے ساتھ ذبح کرے تو عجز، طہارت، اطاعت، توکل الی اللہ کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور تمام بُری عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ صوفیائے عظام فرماتے ہیں انسان کے لئے ان ظاہری چار پرندوں کے روپ میں باطنی چار پرندوں کی طرف اشارہ ہے جو انسانی جسم کے پنجرے میں قید ہیں ان کے نام یہ ہیں عقل، قلب، نفس اور روح جب تک ان چار پرندوں کو ایک مقرر ترتیب کے ساتھ ذبح نہ کیا جائے انسان اپنے کمال کی جانب ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکتا یہ بات اگرچہ ہر ایک کی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ مگر اہلِ ذوق کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ عقل کے پرندے کو ملکوت کے دروازے پر محبت کی چھری کے ساتھ ذبح کیا جائے، قلب کے پرندے کو شوق کی چھری کے ساتھ جبروت کے دروازے پر ذبح کیا جائے پرندہ نفس کو عشق کی چھری کے ساتھ فردانیت و وحدانیت کے میدان میں ذبح کیا جائے۔ روح کے پرندے کو عجز کی چھری کے ساتھ اسرار ربانی کی وسعتوں میں ذبح کیا جائے

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ○

ترجمہ: پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دے اور پھر انہیں بلا۔

عقل کو عظمت حق کے پہاڑ پر رکھ دیں تاکہ ذات حق میں فناء کے بعد انوار قدرت و مشاہدات ربوبیت سے فیضیاب ہو قلب کو جبل کبریا پر ڈال دیا جائے تاکہ نور محبت میں فناء کے بعد سارے عالم میں جلوہ حق کا مشاہدہ کرتا رہے نفس کو جبل عزت پر ڈال دیا جائے تاکہ مطمئن رہ کر عبودیت کے معاملہ میں منازعت اور ربوبیت کے متعلق سوالات کا سلسلہ ختم ہو کر روح کو جبل جمال ازل پر ڈال دیا جائے تاکہ سکر، صحو میں ہوش و بے ہوشی میں انبساط و تجلیات میں راسخ رہے جب یہ تمام پہاڑوں پر پھینک دیئے گئے۔

ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ○

ترجمہ: پھر آپ انہیں پکاریں وہ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئیں گے۔

ان کو عشق کے راز سے بھرپور آواز میں بلایا جائے تو عبودیت جمال احدیچ سے لطف اندوز ہو کر واپس لوٹ آئے گی۔

(دربار شریف 1997ء)

# ذکر بالجہر کی ضرورت

جس کو منزل نہیں ملی وہ جدائی میں رہنے والا ہے۔ جدائی والا جب عاشق ہو تو وہ بسمل نیم جان کی طرح پھڑکتا رہتا ہے کہیں سے آواز آجائے ''اللّٰہ'' تو تڑپ جاتا ہے اس کیفیت کو پانے کے لئے اللہ سے عشق کی گرمی مانگیں پھر جدائی کی کیفیت سمجھیں۔ لوگ کہتے ہیں اونچا مت بولو میں کہتا ہوں وہ کیسا معشوق ہوگا جو اپنے عاشق کی اونچی آواز برداشت نہیں کرسکتا۔ ہمارا رب تو وہ ہے جو آہستہ بولو تو خوش ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ نہ بولنے والون کو بھی بولنے کی دعوت دے رہا ہے۔ جن کے دلوں میں غفلت کا غلبہ ہوگیا ہے۔ ان کے دلوں میں جب ''اللّٰہ'' کی آواز کا نشتر لگتا ہے تو پردے اُٹھتے ہیں پھر وہ بھی پکار کر کہتا ہے ''اللّٰہ'' اور جو اس کے جواب میں یہ کہے کہ آہستہ بولو کہ یہ اندر سے مر گیا ہے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں جو ہر وقت کرامات کا اظہار فرماتے۔ مُردوں کو ''قُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰہ قُمۡ بِاِذۡنِیۡ'' کہہ کر جگاتے رہے ہیں یہ وہ زمانہ تو نہیں یہ تقسیم کا دور ہے کون مردہ ہے اور کون زندہ ہمارے نزدیک بولنے والے زندہ ہیں اور نہ بولنے والے مردہ۔

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے۔ مردہ اور زندہ برابر نہیں۔

زندوں کی زندگی پر اس کے ذکر کی بدولت نکھار آنا چاہیے اگر آپ کی زندگی پر نکھار نہیں آیا تو جو لوگ اپنے ہی جسم کی قبر میں مُردہ ہیں ان پر شکوہ کیوں؟

اے انسان تجھے بدلنا چاہیے تیرے بدل جانے میں ہی سب کچھ ہے جس طرح ایک لکڑی مختلف حالتیں بدلتی ہے اور ہر حالت اس کے لئے نئی قیمت و عزت کا باعث بنتی ہے تو بھی اگر اپنا آپ بدلنا چاہتا ہے تو کسی کے حوالے ہو جاؤ وہ تجھے تبدیل کردے گا تیری قیمت بھی بڑھ جائے گی تیری عزت بھی بدل جائے گی۔

## علم وروحانیت

علم کی مثال ایسے ہے جیسے چراغ میں تیل بھرا ہوا اور روحانیت اس طرح ہے جیسے اس تیل کی موجودگی میں بتی جل رہی ہو تیل سے بھرا ہوا چراغ بے فائدہ ہے جب تک اس کی بتی روشن نہیں ہے۔ بعینہٖ علم بغیر روحانیت کے دولت ضرور ہے۔ مگر بے فائدہ دولت ہے اکابرین میں کوئی شخصیت بھی ایسی نہیں ہے جس کی علم کے ساتھ ساتھ روحانیت کے ساتھ وابستگی نہ ہو۔

(دربار شریف 1995ء علما کے وفد سے گفتگو)

**سوال**: بدعقیدہ لوگ ختم شریف وغیرہ کو حرام کہتے ہیں اور مل جائے تو کھا بھی لیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

**جواب**: انہیں سکھایا گیا ہے کہ آپ لوگ مجاہد ہیں اور یہ لوگ (سنّی) مشرک ہیں مشرک کا جو مال مجاہد کے ہاتھ آئے وہ مال غنیمت ہے اس لئے وہ لوگ اس مال کو اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ سُنّیوں کی یہ غلط فہمی ہے۔ بتوں کے بارے میں میں نازل شدہ آیات کو اولیاء پر چسپاں کرنا بڑی بدنصیبی ہے۔ میں پوچھتا ہوں جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا اس دور میں اللہ کی دشمنی اولیاء انبیاء کے ساتھ تھی یا بتوں کے ساتھ جو آیات ''مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ'' والی ہیں ان سے بت مراد ہیں ان آیات کا اللہ کے دوستوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔



## قبولیت اعمال عقیدے کی محتاج ہے

اعمال ایمان اور عقیدے کے محتاج ہیں۔ جنت نمازوں کے بدلے میں نہیں ملتی بلکہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ وفاء محبت ادب کے بعد عمل سے ملتی ہے۔ صرف نماز کوئی معنی نہیں رکھتی صرف نمازیں پڑھنے والوں کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد نبوی شریف سے نکال دیا تھا مگر کوئی ثابت نہیں کرسکتا کے کسی محبت وادب والے کو مسجد سے نکالا گیا ہو، معلوم ہوا ہر نیک عمل اپنی قبولیت کے لئے درست عقیدے کا محتاج ہے۔ نماز کسی صورت میں معاف نہیں ہے مگر قبولیت کے لیے درست عقیدے کی محتاج ہے۔
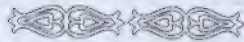
مرشدِ کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

محبتِ حقیقی غفلت کے پردوں میں ہے جس طرح آگ کا انگارا راکھ کے اندر ہوتا ہے راکھ ہٹاؤ تو انگارا سامنے آجاتا ہے اسی طرح غافل دلوں کو جب ذکر حق کی ضربیں لگائی جائیں غفلت کے پردے چاک ہوں تو محبت حقیقی کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں۔

## آستانوں کی اہمیت

آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ دریا بستیوں سے باہر اور بستیاں عموماً دریاؤں سے دور ہوتی ہیں۔ اور چشمے بستیوں کے اندر ہوتے ہیں یا بستیوں کے قریب ہوتے ہیں۔ تاریخ جب ذکر کرے گی تو دریا کا ذکر کرے گی۔ آپ نے آج تک تاریخ کی کتابوں میں چشموں کا ذکر نہیں دیکھا ہوگا۔ اس لئے کہ تاریخ کی افادیت ہمہ گیر ہوتی ہے۔ جتنے بھی سلاسل اولیاء ہیں نقشبندی قادری چشتی سہروردی ان کی مثال دریا کی ہے۔ انہوں نے اپنا فیض مخلوق تک پہنچانے کے لئے چشمے مقرر کر رکھے ہیں کوئی چھوٹا چشمہ ہے کوئی بڑا چشمہ ہے۔ یہ سب مخلوق کی سہولت کے لئے ہے۔ اگرچہ زمینی رابطہ چشمے اور دریا کا ایک ہی ہے۔ مگر گھروں میں پانی چشموں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ آپ اپنے سامنے اس بلب کو روشن دیکھ رہیں۔ اگرچہ اس کا تعلق تربیلہ ڈیم یا منگلا ڈیم سے ہے مگر اس وقت اس کو بجلی آپ کے محلے میں لگے ٹرانسفارمر سے مل رہی ہے۔ اس طرح لاکھوں کروڑوں بلب ایک ہی تار کے ساتھ لگے ہوئے ہوں گے، جب مرکز سے بٹن دبایا جائے گا تمام قمقمے بیک وقت روشن ہو جائیں گے اگر کوئی یہ کہے کہ میں بجلی حاصل کرنے کے لئے تربیلہ ڈیم جاؤنگا یہ اس کی غلطی ہوگی۔ یہ سہولت آپ کے گھروں میں گورنمنٹ نے اسی لئے بھیجتی ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔

بعینہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے مدینے شریف کے سمندر سے نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی دریا بھیجے ان دریاؤں نے لوگوں کی سہولت کے لئے خلفاء کرام کی صورت میں چشمے ان کی بستیوں میں بھیجے تاکہ کوئی پیاسا نہ رہے ان کے ساتھ رابطہ



ضروری ہے۔ آستانوں پر مقرر کی گئی ماہانہ یا ہفتہ وار ذکر کی محافل میں حاضری دینی چاہیے وہی فیض جو ایک مرکز میں جا کر ملے گا وہی ذکر فکر ادب واخلاص آپ کو یہاں مل جائے گا۔ آپ کو اگر ریل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ محکمہ ریلوے نے وقفے وقفے پر ٹکٹ گھر بنائے ہوئے ہیں آپ جس ٹکٹ گھر سے ٹکٹ خرید کر ریل میں بیٹھ جائیں آپ منزل پر پہنچ جائیں گے۔ یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ ٹکٹ جعلی نہ ہو آج کے دور میں جعلی ٹکٹ فروش زیادہ ہیں ان کی پہچان ضروری ہے۔ جس درویش کی مجلس آپ کو غفلت کے اندھیروں سے نکال کر بیداری کا درس نہ دے جان لینا چاہیے کہ وہ درویشی کے لباس میں جعلی ٹکٹ فروش ہے۔ فقیر نبی پاک ﷺ کے دربار کا سفیر ہوتا ہے پیر کے ساتھ محبت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کے دَر تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ نماز اور ذکر کی پابندی ضروری ہے۔ نماز انسان پر ایسا قرض ہے جو ہر حال میں ادا کرنا ہے قرض کی بروقت ادائیگی صرف اعتماد بحال کرتی ہے قرب کا باعث نہیں بنتی۔ قرب کے لئے تہجد، نوافل اور ذکر تلاوت قرآن ضروری ہے۔

قربِ حق کے لئے فرض کی ادائیگی کے بعد نفل عبادات نہایت ضروری ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کے سچے غلاموں میں جینا اور مرنا نصیب فرمائے۔

آپ حضرات جس جس آستانے کے ساتھ وابستہ ہیں اپنے پیر کے سالانہ عرس میں حاضری دیا کریں بلاوجہ عرس کی غیر حاضری بہت سی محرومیوں کا سبب بنتی ہے۔

(دربار مجاہد آباد ناگنی مظفر آباد)

## جب تک گرمی انتہاء پر نہ پہنچے بارش نہیں ہوتی

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھوٹے سستے
وہ آگ لگائی ہے جو آگ بجھا دے گی

سنا ہے گرمی نہ ہوتو بارش نہیں ہوتی اور جب گرمی تیز ہو جائے تو ہر آدمی کہتا ہے کہ بارش ہونے والی ہے۔ بعینہٖ آدمی عشقِ حقیقی کی گرمی میں جل جل کر آخری مرحلے پر پہنچتا ہے تو روح کی آواز آتی ہے گھبراؤ نہیں بارش ہونے والی ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کرم فرماتے ہیں پردہ اٹھاتے ہیں نورِ نبوت کے جلووں کی برسات شروع ہوجاتی ہے۔ معلوم ہوا جب تک گرمی انتہا پر نہ پہنچے بارش کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔

آپ نے دیکھا ہوگا جو انجن نہیں جلتا وہ نہیں چلتا اور جو جلتا ہے وہ ضرور چلتا ہے اور جو چلتا ہے وہ آہستہ چلے یا تیز ضرور منزل پر پہنچتا ہے۔ چلنے کے لئے جلنا ضروری ہے۔ جلنا تو انسان کی قسمت میں ہے یہ ناممکن ہے کہ انسان ہو اور جلے نہ اللہ رب العالمین نے جس طرح انسان بنایا جلنا بھی اس کے متصل کردیا فرق اتنا ہے کہ کسی کو جہنم جلائے گی کسی کو عشقِ رسول ﷺ کی گرمی جلائے گی۔ اپنے دل دماغ سے پوچھو اے قسمت والو تم کس آگ میں جلنا پسند کرو گے اگر جہنم کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ آج سے عشقِ رسول ﷺ کی گرمی میں جلنے کا اہتمام کرلو، عشق کی آگ خود بخود نہیں جلتی، یہ کسی جلتے ہوئے چراغ سے لینا پڑتی ہے۔ یہ نقطہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو کہ انہوں نے کیوں فرمایا؟

مولوی ہرگز نہ شد ملائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(میر پور 1998ء)



## محبت و اطاعت

بلاشبہ محبت ایک کیفیت کا نام ہے جس کا تعلق باطن سے ہے۔ اس کے لئے ظاہری دلیل چاہیے تاکہ اپنے بیگانے، جھوٹے اور سچے کا پتہ چلے۔ رب کریم نے اس محبت کی تصدیق کے لئے اطاعت کو اس کی دلیل بنایا اور نبی ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ مثلاً

نماز پڑھو ایک حکم ہے۔ کیسے پڑھیں؟ نبی ﷺ کی اداؤں کو دیکھو وہ جس طرح قیام فرمائیں اسی طرح قیام کرو، وہ جس طرح رکوع فرمائیں تم بھی اُسی طرح رکوع کرو، وہ جس طرح سجدہ فرمائیں تم بھی اسی طرح سجدہ کرو۔ گویا اللہ کی بندگی کے لئے ادائے نبی ﷺ شرط ہے۔ اعمال کا دارومدار چونکہ نیت پر ہے اس لئے اہل محبت ادائے نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ رضائے نبی ﷺ کو بھی شرط کے طور پر لازم قرار دیتے ہیں۔

اگر صرف ادا ہی کافی ہوتی تو خود سرکارِ دوعالم ﷺ نے جن کو نماز کے دوران مسجد نبوی سے چُن چُن کر باہر نکالا تھا۔ ادا تو وہاں بھی موجود تھی تو ماننا پڑے گا کہ جب تک رضائے نبی ﷺ نہ ہو ادائے نبی ﷺ کا کام نہیں دیتی۔ رضا اور ادا دونوں ملیں تو اطاعت بنتی ہے۔ اطاعت کامل ہو تو محبت کا دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے اور محبت کے لئے ادب لازم ہے۔ ادب کے بغیر شریعت وطریقت کا سارا سفر بیکار ہوتا ہے۔

(جھولا ناڑ راولاکوٹ)
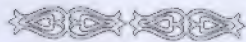
# شیخ کے ساتھ رابطے کی اہمیت

جس طرح جڑ درخت کے تمام اجزاء کو غذا پہنچاتی ہے اور کسی ٹہنی کے ساتھ اس کی نفرت نہیں ہوتی اسی طرح کامل شیخ اپنا فیض بلا تخصیص ہر ایک تک پہنچاتا ہے۔ جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں تو اس میں تمام متعلقین خود بخود شامل ہو جاتے ہیں غریب امیر کی تخصیص نہیں ہوتی۔ البتہ یہ بات متعلقین جانتے ہیں کہ انہوں نے کس حد تک شیخ کے ساتھ قلبی رابطہ رکھا ہوا ہے۔ اُسی حد تک مرید کو فیض بھی پہنچے گا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی کا ایک بازو فالج زدہ ہو، کسی کام کا نہ ہونے کے باوجود اس شخص نے وہ بازو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوتا ہے۔ مرید کے لئے لازم ہے کہ اپنی مرضی ترک کردے اور شیخ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔

''اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ'' مرید اپنی مرضی ترک کر کے شیخ کی مرضی اور حکم کے مطابق زندگی گزارنے کا ہی نام ہے۔ ایک دفعہ بیعت ہو جانے سے ایک تعلق تو قائم ہو جاتا ہے مگر مکمل فیضیاب ہونے کے لئے شیخ کی محبت رابطہ بار بار مجلس میں حاضری اور وظائف کی پابندی کے ساتھ سلسلے کے معمولات کی آگاہی ضروری ہے۔

(چرھوئی 1986ء)

**سوال:** ہمارا ایک ساتھی بدعقیدہ ہو گیا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں اب راہ راست پر آیا ہوں، دلیل اس کی یہ دیتا ہے کہ پہلے مجھے نماز میں وسوسے تنگ کرتے تھے اب وسوسہ آتا ہی نہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

**جواب:** وسوسہ ایک چور ہے جو خزانے کے تعاقب میں جاتا ہے جہاں خزانہ ہی ختم ہو جائے وہاں چور کس لئے جائے گا۔ وہ خزانہ ایمان ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ شکاری اس پرندے کا پیچھا کرتا ہے جو اس کی قید میں نہ ہو، جو پرندے پنجرے میں قید ہیں ان کا پیچھا نہیں کیا جاتا۔ شیطان بھی ایک شکاری ہے اور وہ ہر لمحہ ایمان والوں کا تعاقب کرتا ہے۔ جو لوگ اس کے پنجرے میں آ گئے ہیں وہ ان کے بارے میں مطمئن ہے اس لئے انہیں تنگ نہیں کرتا۔ وساوس سے ڈرنا نہیں بلکہ ان کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دوران نماز اپنے خیال کو الفاظ کے معانی پر مرکوز رکھے اور بیرون نماز ذکر کی کثرت اور تصور شیخ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے۔

(دربار شریف 1996ء)

## مرزائیوں کے ساتھ مباہلے کے عنوان پر

گوجرانوالہ تبلیغی دورے میں ایک سوال میں آپ نے فرمایا:

1۔ مباہلہ مرتد کے ساتھ شرعاً ناجائز ہے۔

اس لئے کہ مباہلہ اُس کافر کے ساتھ ہوتا ہے جو نسل در نسل کافر چلا آرہا ہو اور مرزائی نسل در نسل کافر نہیں بلکہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا ہے اور حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ مرتد کو اتنی مہلت دینا کہ وہ اسلام کے بارے میں کوئی دلیل سوچے شرعاً ناجائز ہے۔

2۔ مباہلہ کافر کی طرف سے ہوتا ہے۔

نبی پاک ﷺ کو کافروں نے مباہلے کا چیلنج کیا تو نبی پاک ﷺ نے قبول فرمایا لہٰذا جس نے مباہلے کا چیلنج کیا تو اس نے اپنے کفر کا اقرار کر لیا تو اب مباہلہ کس چیز کا ہوگا کفر کا اقرار تو اس نے کر ہی دیا۔

3۔ مباہل میں دونوں فریق دعا کریں گے جس کے الفاظ یہ ہوں گے۔

خدایا اگر میں سچا ہوں تو مدمقابل کو تباہ و برباد کر دے۔

اس دعائیہ جملے میں اگر شک پر دلالت کرتا ہے کہ اگر میں سچا ہوں تو گویا دعا کرنے والے کو اپنا سچا ہونا مشکوک کرنا بھی کفر ہے۔

4۔ چیلنج سے لے کر مباہلے کے فیصلے کی درمیانی مدت میں گویا آپ نے مدمقابل کی سچائی کو مان لیا تو مرتد کو اتنی مہلت دینا کس شریعت میں ہے۔

5۔ مرتد کیلئے قتل کا حکم ہے۔ اس کو صرف تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس



پر ایک سوال ہے کہ دنیا میں ہزاروں کافر پھرتے ہیں اُن کو قتل کا حکم کیوں نہیں اور مرتد بھی کافر ہے۔ اس کو قتل کا حکم کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ کہ نسل در نسل کافر نے ابھی اسلام کو تسلیم ہی نہیں کیا اور یہ مطلق انکار کے حکم میں ہے۔ جبکہ مرتد نے اسلام کو قبول کر کے اس کو ٹھکرایا اور یہ تنقیص توحید و رسالت کے جرم میں قتل کیا جائے گا تا کہ باقی مسلمانوں کو اس بات کی جرات نہ رہے۔
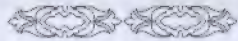
مرشد کریم حضرت علامہ پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''ارکان کی تکمیل شریعت ہے ان کے نور و سرور کی کیفیت تک رسائی تصوف ہے مقام حضور و سرور تصوف کے بغیر ناممکن ہے''
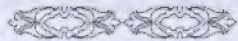
## آزمائش دو حال سے خالی نہیں ہوتی

AFIC ہسپتال میں ڈاکٹروں سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: میں ایک دفعہ فیصل آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی آرہا تھا ائیرپورٹ پر ایک آدمی نے مجھے کشف المحجوب کا نسخہ دیا میں نے جب کتاب کو کھولا تو سب سے پہلے جو واقعہ میرے سامنے آیا وہ یہ تھا کہ سید الطائفہ جناب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیمار ہوگئے جب بیماری نے طول پکڑا تو دل میں خیال آیا کہ اے اللہ صحت تیری عطا کردہ نعمت ہے تو اس کی حفاظت فرما تو فوراً ہاتف غیبی سے آواز آئی جنید! تم میری ملکیت ہو مالک اپنی مِلک کو جہاں چاہے جس حال میں چاہے رکھے تم مجھے مشورہ دینے والے کون ہوتے ہو؟ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوگئے ساتھیوں نے پوچھا حضور! ابھی آپ موت وحیات کی کشمکش میں تھے اچانک اس تبدیلی کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا میں اپنی ساٹھ سالہ صحت کو اس بیماری پر قربان کرتا ہوں جس کی وجہ سے میرے مالک نے مجھے اپنا کہہ دیا ہے میری ساٹھ سالہ بندگی مجھے یہ سند نہ دلوا سکی جو چند روزہ بیماری نے مجھے دلوا دی۔

بات دراصل یہ ہے کہ ایمان والوں کے لئے آزمائش چاہے کسی صورت میں ہو کبھی بھی دو حال سے خالی نہیں ہوتی۔ اس میں درجات کی بلندی یا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ گنہگاروں کے لئے گناہوں کا کفارہ اور کاملین کے لئے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ انسان صبر کا دامن نہ چھوڑے اور شکوے کا الفاظ زبان پر نہ لائے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جسم کی خوشی دی ہوتی ہے ان کی روحیں



پریشان ہوتی ہیں بعض لوگوں کے جسم پریشان اور روح مطمئن ہوتی ہے اس لئے کہ پریشانی میں عموماً انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اس ذکر کی برکت سے اُن کی روح مطمئن ہوتی ہے حق تو یہ ہے کہ انسان خوش ہو یا پریشان ذکر ہر حال میں جاری رہنا چاہیے۔ انسان دنیاوی مصروفیات میں الجھ کر اس کی یاد سے غافل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بیماری یا کوئی اور پریشانی بھیج کر انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ سبب کوئی بھی ہو سامان طمانیت بہر حال ذکر ہی ہے۔ اس لئے کہ روح جہاں سے آئی ہے جب تک اُدھر رابطہ نہ ہو اس وقت تک اطمینان کو بحال کرنے کے لئے کوئی تو چاہیے جو ان ٹوٹی تاروں کو جوڑے اور منقطع رابطوں کو بحال کرے۔ کوئی تو چاہیے جو پردے اٹھائے جب تک روح جسم کے ماتحت ہے پریشانی ہی پریشانی ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے جسم ان کی روحوں کے ماتحت ہیں۔ جس کا جسم روح کے ماتحت ہے وہ مطمئن ہے جسم چونکہ پستی کی چیز ہے اس کو اگر روح کے تقاضوں کے ماتحت نہ کیا جائے تو پستی کی طرف ہی رہنمائی کرتا۔ روح عالم امر کی چیز ہے اس کے تابع رہ کر اس کی خوراک کا انتظام کیا جائے تو چونکہ ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجحان رکھتی ہے اس لئے روح کے ماتحت رہنے والا انسان بھی عروج آشنا رہتا ہے۔

میں ایک دن حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تفسیر پڑھ رہا تھا آپ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اس کا جواب حضور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ آپ وحدۃ الشہود کے قائل ہیں۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ازل میں اللہ تعالیٰ نے جب روحوں کو مخاطب کیا تو فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب میں لفظِ رب کیوں فرمایا یقیناً

کوئی رزق ہے جس کے ساتھ روحوں کی پرورش کی گئی تھی۔ اور وہ ہے اللہ کا ذکر۔ ایسا رنگ پیدا کرو جو اس مستی کو لوٹائے اس کے لئے کسی ایسے قرب آشنا کی ضرورت ہے جس نے اس دولت کو اپنے سینے میں سمیٹ رکھا ہو اور اس کو تقسیم کرنے کی صلاحیت و ڈھنگ بھی رکھتا ہو۔ میرے شیخ ؒ فرمایا کرتے تھے جب تک روح مطمئن نہ ہو جائے اس وقت تک ذکر جاری رکھو اس لئے کہ ہر لمحہ آرام حاصل کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

جب آدمی عہدوں سے سبکدوش ہوتا ہے تو عہدے اپنی گرفت ختم کر دیتے ہیں کیوں نہ اس عہدے کا انتظام کیا جائے جس کی گرفت قبر میں بھی کمزور نہ ہو۔ ایسا عہدہ صرف سرمایہ عشق ہی مہیا کرتا ہے آپ خود اندازہ کرلیں کہ عشق والوں اور عام لوگوں کی سوچ میں کتنا فرق ہے اور یہ کہ عاشقوں کے مزاج کس قدر حقیقت آشنا ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ میرے شیخ میرے والد گرامی ؒ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نماز کی نیت کس طرح کرتے ہیں؟

میں عرض کیا حضور! میں کہتا ہوں چار رکعت نماز فرض بندگی خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ آپ نے فرمایا اس میں غیب کا صیغہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سامنے حاضر و ناظر ہے۔ نیت اس طرح کرو چار رکعت نماز فرض اے اللہ تیرے واسطے اس میں شہود ہے۔ غیب میں حجاب ہے حجاب میں دوری ہے۔ جو نماز دوری کو نہ مٹا سکے اس نماز کا کیا فائدہ؟ اس وقت سے لے کر آج تک میں اسی طرح نیت کرتا ہوں ان باریکیوں پر صرف عاشقین اہل تصوف ہی نظر رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تصوف دین



سے علیحدہ کوئی نظام نہیں ہے بلکہ دین کی روح ہے اہل تصوف کی سوچ کے حوالے سے ایک مثال اور ذہن میں رکھیں تو بات اور بھی واضح ہو جائے گی۔ عام آدمی یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ اہل تصوف یہ کہتے ہیں کہ جنت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ مالکِ مکان ہے آپ مکان کے اندر کمرے کی بکنگ کر رہے ہیں اور مالکِ مکان سے واقفیت ہی نہیں ہے پہلے مالکِ مکان سے رابطہ کریں پھر اس کی مرضی پر چھوڑیں کہ وہ آپ کو جہاں چاہے جگہ دے یہ ہے صوفیائے کرام کی سوچ اور عام لوگوں کی سوچ میں فرق۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تصوف اہل محبت کی راہ ہے جو پڑھنے سے زیادہ توجہ کی محتاج ہے اس کے لئے کسی صاحب مقام ولی اللہ کی معیت میں وقت گزارنا ضروری ہے۔

(دسمبر 2007ء)

## جو اللہ کا پیارا ہے وہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے

آپ حضرات نے حدیث میں مذکورہ ایک واقعہ کو بارہا سنا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ قاسم جنت و کوثر ایک قبرستان کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ ایک قبر میں صاحب قبر کو عذاب ہورہا ہے آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی توڑ کر قبر کے اوپر گاڑھی اور فرمایا کہ اس ٹہنی کے ذکر کی بدولت عذاب قبر میں تخفیف ہوگی۔ حدیث کا خلاصہ یہی ہے یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے ٹہنی فائدہ کیونکر پہنچا سکتی ہے؟ ایک طرف انسان ایک طرف ٹہنی، ایک طرف اشرف مخلوق ایک طرف کمتر مخلوق، ایک طرف اعلیٰ مخلوق ایک طرف ادنیٰ مخلوق! دراصل بات ادنیٰ و اعلیٰ کی نہیں بات صرف ذکر کی ہے۔ اللہ کو صرف اپنے ذکر سے پیار ہے جو اس کا ذکر کرے وہ اس کا پیارا ہے اور جو اس کا پیارا ہے وہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ٹہنی قبر کے اوپر ہے اس کے نیچے مٹی ہے اور اس کے نیچے میت ہے مگر فائدہ پہنچا رہی ہے۔ ٹہنی کے اندر ذکر کی بدولت اتنی صلاحیت موجود ہے کہ جو اس کے قرب میں گیا اس کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ اگر ایک انسان ذاکر ہو اسکے قُرب میں زندہ انسان مردہ دل لے کر جائے تو اس کو فائدہ کیوں نہیں پہنچ سکتا؟ اس لئے غافل و مردہ لوگ جب ذکر والوں کے ساتھ نسبت قائم کر کے ان کی مجلس میں جاتے ہیں تو ان کے ذکر و توجہ کی برکت سے غافل دلوں کو بیداری اور مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ آپ نے غور کیا ہوگا زمین پر پڑی ہوئی ایک عام تار کسی کام کی



نہیں ہوتی لیکن جب اس کو ایسی تار کے ساتھ جوڑ دیا جائے جس کے اندر برقی رو (کرنٹ) موجود ہو تو اب اس تار کو ہاتھ نہیں لگایا جاسکتا وہاں عقلمند لوگ لکھ کر لگا دیتے ہیں خبردار! اس کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا جان کا خطرہ ہے۔ جب تک مرکز کے ساتھ رابطہ نہیں تھا اس تار کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جوں ہی نسبت قائم ہوئی یہی عام تار بڑے بڑوں کے لئے خطرے کا باعث ہوگئی۔ فرق یہ ہے کہ نسبت والی تار کے ساتھ چھیڑ چھاڑ جان کا خطرہ ہے۔ اور اللہ والوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں ایمان کا خطرہ ہوتا ہے معلوم ہوا سب کچھ ذکر والوں کی نسبت میں ہے۔
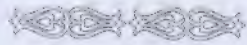
عزت، وقت، اقتدار اور اختیار تینوں ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوتے اگر تینوں کسی ایک وجود میں یکجا ہو جائیں اور ان کی موجودگی میں اس شخص کو اللہ تعالیٰ سجدوں کی توفیق بھی دے دے تو ایسے شخص کو فرشتے بھی سلام کرتے ہیں۔

(AFIC ڈاکٹروں سے گفتگو)
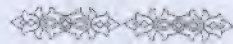
## تڑپنا پھڑکنا محبّ کے لوازمات میں سے ہے

آپ نے دیکھا ہے جب شکاری دریا میں جال پھینکتا ہے تو جو مچھلی اس جال اندر قید ہو کر باہر آتی ہے وہ پھڑکتی ہے۔ مچھلی کی اس ادا پر جال کا مالک خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح محبت کے جال میں قید محبّ کو تڑپتا پھڑکتا دیکھ کر اس کا محبوب خوش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ازل میں محبت کا نشہ پلا کر جن روحوں کو دنیا کے اس سمندر میں ڈال دیا تھا اب اپنے شکاریوں کے ذریعے جال پھینک کر قید کرتا ہے اس جال میں پھنسنا ہر کسی کا مقدر نہیں ہے یہاں صرف وہ مچھلی آئے گی جس کے اندر عشق کی دولت ہوگی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس جہان میں محبت کا راج ہے۔ محبت والوں کی حکمرانی ہے اور یہ کہ عشق و محبت کی انتہا میں بہت سے الفاظ جو قابل گرفت ہوتے ہیں قابل معافی بھی ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں چرواہے کا قصہ اکثر اہل علم حضرات بیان کرتے ہیں؟ آپ نے بھی کئی بار سنا ہوگا وہ اپنے حال میں بیٹھا یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر تو میرے پاس ہوتا تو میں تیرے سر میں تیل لگاتا، بالوں کو کنگھی کرتا، اپنے زانوں کو سرہانہ بنا کر تجھے سلاتا، یہ ساری گفتگو جناب موسیٰ علیہ السلام نے سن لی آپ نے فرمایا تیرا یہ کلام شانِ خداوندی کے خلاف ہے اس پر چرواہے کو بہت دکھ ہوا اس نے سوچا مجھ سے بڑی غلطی ہوگئی اپنی نادانی کی وجہ سے میرا محبوب ناراض ہوگیا اس کی غمزدہ کیفیت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام آپ نے میرے دوست کو ناراض کر دیا آپ کو تو میں نے بچھڑے ہوئے کو ملانے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے کے



ظاہری کلام پر گرفت فرمائی تھی اس لئے کہ اس کا ظاہری کلام قابل گرفت تھا ایسا کلام جو اللہ تعالیٰ کا جسم اور لوازمات جسم ثابت کرے قابل گرفت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام کبھی کبھی فیصلہ کیفیات دل کے مطابق بھی کر دیا کریں کہ انتہائی محبت میں ایسی غلطیاں معاف ہوتی ہیں بلکہ روایات میں یہ بات بھی آئی ہے کہ ایک شخص کا اونٹ گم ہوگیا وہ اسی پریشانی میں سو گیا اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا اونٹ اس کے پاس ہے فوراً اس کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو سامنے اس کا اونٹ کھڑا ہے اس کے منہ سے یہ جملہ نکلا اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب۔ وقت کے نبی کو وحی آئی کہ جب عقل مغلوب اور محبت غالب آجائے تو اس قسم کا کلام معاف ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ محبت والوں کی دنیا ہی الگ ہے۔

**سوال:** سلطان العارفین جناب سلطان باہو علیہ الرحمہ نے دین اور دنیا کو سگی بہنیں قرار دیا ہے جو ایک آدمی کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر درست ہے تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ دونوں ایک آدمی کے پاس رہ سکیں؟

**جواب:** جناب سلطان العارفین علیہ الرحمہ نے بالکل درست فرمایا ہے اس کے باوجود ایک آدمی کے پاس بھی رہ سکتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کے ساتھ نکاح کر لیا جائے دوسری کو غلام رکھ لیا جائے دونوں کے احکام بھی جدا جدا ہونگے دونوں کی حیثیت بھی واضح ہو جائے گی۔ دین کے ساتھ نکاح کر لو دنیا کو غلام رکھ لو تا کہ گھر میں حکمرانی دین کی رہے اور جدا دنیا بھی نہ رہے۔

برکف جام شریعت برکف سندان عشق

ترجمہ: ایک ہاتھ پہ شریعت کا جام ہو ایک ہاتھ پر عشق کی سان ہو۔

یہی آپ کے فرمان میں حکمت ہے کسی صوفی نے دنیا سے کنارہ کشی کا درس نہیں دیا ہر ایک نے فرمان خداوندی کے عین مطابق ہے خلق خدا یا مخلوق کی رہنمائی فرمائی ہے۔ دنیا خوب کماؤ مگر اس کو دل پر غالب نہ کرنا جس طرح کشتی پانی کے اوپر تیرتی ہے نہ پانی کو اندر آنے دے نہ پانی سے جدا ہوتی ہے۔

آپ نے غور کیا ہے کہ

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: اے ہمارے رب دنیا اور آخرت کی اچھائی عطا فرما اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

اس دعا میں طلب دنیا کی تعلیم اول نمبر پر طلب آخرت کی تعلیم دوسرے نمبر پر اور اس کے ساتھ دوزخ سے بچنے کی دعا۔

انسان جب تک فکر معاش سے آزاد نہ ہو وہ کسی طرف توجہ ہی نہیں دے سکتا اس لئے اس دعا میں ترتیب اس طرح سکھائی گئی پہلے رزق تلاش کرو اور جب رزق مل جائے تو غافل نہ ہو جانا غفلت تمہیں آگ میں لے جائے گی۔ صوفیائے کرام نے قرآن کی منشاء کے عین مطابق خلق کی راہنمائی فرمائی ہے۔ بعض دفعہ صوفیائے کرام کا کلام سمجھ میں نہیں آتا ایسا ہمارے علم کی کمزوری کے باعث ہوتا ہے۔ ان کے بیان میں غلطی نہیں ہوتی۔



## چکر لگانا اور ہے، حاضری دینا اور ہے

(محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران قبلہ عالم کے وفد سے گفتگو)

ایک دفعہ محکمہ تعلیم کے کچھ افسران سے ملاقات کے لئے آئے انہوں نے کہا حضرت ہم آپ کی عدم موجودگی میں بھی چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا جن کے تعلق کمزور ہوں وہ چکر لگاتے ہیں اور جن کے تعلق عقیدت و محبت کی بنیاد پر استوار ہوں وہ چکر نہیں لگاتے بلکہ حاضری دیتے ہیں۔ پنجابی کا مشہور مقولہ ہے۔

''کھوہ وگدیاں دے'' یعنی کنواں اس کو کہتے ہیں جس میں پانی جاری ہو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جاری کنویں سے پانی نکلتا ہے اور اس کے بعد تازہ صحت بخش پانی زمین کے اندر سے آتا رہتا ہے اگر پانی کھڑا ہی رہے تو اس میں تعفن کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعینہ جب ملاقاتوں کا سلسلہ کمزور ہو جائے تو دلوں کے شیشے گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ میں نے آج سے کئی سال قبل ایک شعر پڑھا تھا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی تو دیکھ لی

اصل چیز محبت ہے جو دلوں کو جوڑ کر رکھتی ہے۔ اس کا مرکز دل ہے۔ صوفیائے کرام کے ہاں جو مراقبے کا رواج ہے اس کا مقصد یہی ہے گردن کو دل کی طرف جھکا کر دل کے آئینے میں تصویر یار دیکھتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں اور جو اس منزل تک نہ پہنچے ہوں وہ پہلے آرزو کرتے ہیں پھر جستجو کرتے ہیں جب حجاب اٹھ جائے تو گفتگو کا مرحلہ آتا ہے اصل زندگی یہی ہے جس کو صوفیاء کی زندگی کہتے ہیں اس

میں شک نہیں کہ آج اس لباس میں بہت سے جعلی لوگ آ گئے ہیں مگر ان کو بنیاد بنا کر اصل صوفی کو ہدف تنقید نہیں بنایا جا سکتا اور یہ مرض بہت پرانا ہے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا ان کی تعداد بارہ ہزار تھی ان کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''اعتزل عنا'' اسی لئے ان کو معتزلہ کہتے ہیں ۔آپ خود اندازہ لگائیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی بے مثال ہستیوں کو دیکھ کر بھی جنہیں ایمان نصیب نہیں ہوا آج کے دور میں کون ہوگا جس کی کوشش سے ان کو ایمان نصیب ہو؟ یہ لوگ اس وقت عرب سے ہندوستان اور ساری دنیا میں پھیل گئے ان کی پشت پناہی اس وقت سے لے کر آج تک اور صبح قیامت تک کافر کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ۔تصوف چونکہ دین کی روح ہے اس لئے کافر ہمیشہ روح کو کمزور کرنے کے درپے رہتا ہے ۔میں کہتا ہوں تصوف کے منکرین کی مردم شماری کریں سب مل کر زور لگائیں اور بتائیں کہ انہوں نے کتنے لوگوں کو کلمہ پڑھایا ہے؟ اس کے مقابلے میں ہم درجنوں صوفیاء کے نام بتائیں گے جن کی ایک ہی نگاہ نے لاکھوں انسانوں کو کلمہ پڑھایا ہے ۔ بلکہ ہمارے تو ایک ہی صوفی نے مٹی کے ٹیلے پر بیٹھ کر کئی لاکھ کو کلمہ پڑھا دیا ۔آخر کوئی قوت تو ہے ناں آپ خوش نصیب لوگ ہیں بلکہ میں کہتا ہوں صبح قیامت تک وہی لوگ خوش نصیب ہونگے جن کا تعلق سلاسل طریقت کے ساتھ ہے آپ حضرات نماز اور ذکر میں کمی نہ ہونے دینا ۔ بے مرشد نہ رہنا اور اپنے پیر کے ساتھ ادب ومحبت والا تعلق مضبوط رکھنا، دربار کی حاضری کو اپنا معمول بنائے رکھنا برکتیں آپ کے ساتھ رہیں گی ۔



## وظائف کے متعلق مختلف مواقع پر آپ کے ارشادات

حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ مدینہ شریف حرم پاک میں بیٹھے بیٹھے میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوئی کہ کاش مدینہ شریف میں ہی میری موت واقع ہو جائے میرا معمول یہ ہے کہ میں ہمیشہ قدمین شریف کی طرف بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوں وہیں بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ گئی میں نے دیکھا کہ میرے چاروں طرف آگ ہی آگ ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اس اثناء میں ایک بزرگ سفید ریش آسمان سے اتر کر سیدھے میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اَیُّھَا الْوَلَدُ لَا تَخَفْ پھر دوسرے ہی لمحے فرمایا: وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا پڑھو ۔میں نے پڑھنا شروع کیا تو آگ میرے قریب سے دور ہونے لگی اور چند ہی لمحوں میں ختم ہو گئی ۔ وہ بزرگ وہیں سے سیدھے اور اوپر اٹھے اور آسمان کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے مجھے اشارہ کیا کہ میرے ساتھ چلو میں بھی تھوڑا اوپر گیا مگر رفتار اپنی اپنی تھی تھوڑا اور جا کر میں واپس آ گیا وہ بزرگ اوپر جا کر غائب ہو گئے اس وقت سے لے کر آج تک مشکلات سے نجات اور حفاظت کے لئے یہ وظیفہ اپنے معمول میں رکھتا ہوں اور مخصوص ساتھیوں کو اس کی اجازت بھی دیتا ہوں ۔اسی طرح کا دوسرا واقعہ بھی حرم پاک کا ہی ہے اس جگہ قدمین شریفین کی طرف مراقبے کی حالت میں روضہ اقدس کے اندر سے نور کی کرن نمودار ہوئی پھر جالیوں پر ایک ٹی وی سلائڈ کی طرح اس نورانی کرن کے حروف بن کر چلنا شروع ہو گئے اور روضہ اقدس کے اندر سے نہایت دلکش آواز میں یہی حروف پڑھے جا رہے تھے ۔

سَلَامٌ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْمُرْسَلِیْنَ

میں نے یہ سلام کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں دیکھا مگر میں اپنے لئے ایک عطا سمجھتا ہوں اس وقت سے لے کر یہ میرے معمول میں ہے میں نے اس میں بہت برکات دیکھی ہیں ۔

(ہسپتال کے ڈاکٹروں کے ساتھ گفتگو)

## وظائف کا اثر محسوس نہ ہونا

ایک موقع پر کسی نے شکایت کی کہ میں بہت عرصہ سے وظائف پڑھ رہا ہوں مگر اثر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا وظائف کی مثال اس طرح ہے جس طرح انسان خط لکھ کر لیٹر بکس میں ڈالتا ہے۔ اور دوسرے دن لیٹر بکس کھول کر نہیں دیکھتا کہ خط چلا گیا یا نہیں۔ اسی طرح انسان ذکر کرے اور مالک کے حوالے کر دے اور اپنی مرضی کے مطابق نتیجے کا انتظار نہ کرے انسان ذکر کرتا ہے تو فرشتہ اس کلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاتا ہے۔ اتنا تیزی سے کلام اوپر جاتا ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے مثلاً آپ اللہ اللہ کے وظیفہ پڑھ رہے ہیں ایک دفعہ لفظ اللہ مکمل ہوا دوسری دفعہ لفظ اللہ ادا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو جاتی ہے۔ وظائف کے دوران انسان کو جو سکون محسوس ہوتا ہے یہ اُسی نزول رحمت کی وجہ سے ہوتا ہے اگر وظیفہ پڑھتے ہوئے سکون محسوس نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تلفظ کی ادائیگی صحیح نہیں کر رہے یا تعداد میں کمی ہے۔ تعداد بڑھائیں اور تلفظ درست کریں۔

آج کل ایک رواج عام ہے انگوٹھے کے ناخن پر سیاہی لگا کر اس کے اندر کچھ تصاویر دیکھ کر حساب لگاتے ہیں اس عمل کو حاضرات کا عمل کہا جاتا ہے۔ حضرت صاحب اس عمل سے منع فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی کو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا: پردے اٹھانا درویشوں کا کام نہیں ہے۔ درویش پردہ پوشی کرتے ہیں پردے اٹھانا درویشوں کی شان کے خلاف ہے۔

## كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

(اہمیت تبلیغ کے عنوان سے ایک لیکچر کا خلاصہ)

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو۔

میرے محبوب کا صدقِ دل سے اقرار و اظہار کرنے والے غلامو!

### كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ

اولین و آخرین میں تم ہی سب سے بہترین امت ہو۔ نبی اکرم ﷺ کی نسبت عظیم کی وجہ سے اس امت کو جو اعزاز ملا ہے۔ یہ کسی امت کو نہیں ملا۔ اس عظمت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں جو عظمت و نعمت ملی ہے اس کا شکر مختلف صورتوں میں کرنا ہے۔ نیکی پر قائم رہنا، گناہ چھوڑنا اور اپنے مالک کا ہی ہو کر رہنا۔ اس سے بڑھ کر ایک خصوصیت یہ جو حکم شرعی ہے وہ یہ کہ تم نے گھروں سے نکل کر اللہ اور اس کے رسول کا پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچانا ہے۔

### كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

اس میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ "اُمۃ اور الناس" آپ امت ہیں اور جن کے لئے آپ نے نکلنا ہے وہ امت نہیں وہ الناس ہیں۔ امت اور ہے الناس اور

ہیں ۔ یہ نہیں فرمایا کہ امت ، امت کی طرف جائے بلکہ فرمایا امت، الناس کی طرف جائے امت صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کے غلاموں کا نام ہے۔ امت صاحبان ایمان، حاملین قرآن، ذکر وفکر اور شکر کے دائرے میں زندگی گزارنے، رات کے پچھلے پہر، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ذکر کی کیفیت اپنے اوپر وارد کرنے والوں کا نام ہے اور پھر اس کو وسعت دی اور فرمایا جس نے بھی دل سے کلمہ پڑھا وہ امت ہے سجدہ کرنے والا بھی اور نہ کرنے والا بھی۔ سب کو مخاطب کر کے فرمایا: ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ'' كُنْتُمْ جمع کا صیغہ ہے کیا سب ہی تبلیغ کے لئے نکلیں؟

اصول یہ ہے کہ جب حکم عام ہو جائے تو افراد چُنے جاتے ہیں جیسے حکم ہے کہ جنازے میں اگر ایک گاؤں کے دو چار افراد شامل ہو جائیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

یہاں ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ

ترجمہ: اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے۔

تم میں سے ایک جماعت جو الناس کی طرف نکلے جن کے پاس علم، عمل، زبان، قلم اور نظر ہو ایسے اشخاص دو آدمی، چار آدمی، سو آدمی جب نکلیں گے پوری امت کی قیادت کا حق ادا ہو جائے گا۔ دین کی تبلیغ ایک نازک مسئلہ ہے اس کے لئے علم و عمل شرط ہے۔ امت تو نبی کریم ﷺ کے غلاموں کا نام ہے اور الناس منکرین خدا، منکرین حبیب کبریا، منافقین، قرآن و مساجد سے بھاگنے اور



فیضان نبوت سے خود کو محروم کرنے والوں کا نام ہے۔ آپ کو جس انعام سے نوازا گیا ہے اس فیضان اور احسان کی خوشبو ان دلوں میں پہنچاؤ جہاں کفر وارد ہو گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ امت ایک عظیم نعمت والی مخلوق ہے اور الناس محروم اور مجرم لوگ ہیں الامۃ اپنائیت والے اور الناس اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے باغی لوگ ہیں۔ ان کو راہ راست پر لانے کے لئے عمل کرنا ہو گا عمل کے کئی طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ زبان اور قلم سے اور جہاں دونوں ناکام ہو جائیں وہاں نظر سے۔ زبان سے بولنے میں دقت آ رہی ہو تو قلم استعمال کرو۔ قلم سے کام نہ بنے تو قدم کو حرکت دو اور یہ تینوں ناکام ہو جائیں تو نظر اٹھاؤ۔ ہم نے ایسے صوفی بھی دیکھے ہیں کہ صرف نظر اٹھائی اور لاکھوں کو کلمہ پڑھا دیا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے اور خلیفہ جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: بیٹا وعظ کیا کرو۔ آپ نے جواباً عرض کیا ماموں جان میں اپنے اندر اس کی قوت صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ نے دوسرے دن بھی اس طرح فرمایا مگر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عدم صلاحیت کا عذر پیش کیا۔ تیسرے دن سرکارِ دو عالم ﷺ نے خواب مین زیارت سے نوازا اور فرمایا جنید! آپ وعظ کریں آپ نے عرض کیا حضور! تقریر میری ہو گی اور تاثیر آپ کی ہو گی۔ صبح ہوئی تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے ماموں جان کیا میں وعظ نہ شروع کروں؟ آپ نے فرمایا جب سرکارِ دو عالم ﷺ آپ کو حکم دے رہے تھے اس وقت میں بھی وہیں تھا۔

ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے اسی اجتماع میں موجود ایک شخص خوبصورت داڑھی والا پگڑی و جبہ پہنے ہوئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا حضرت اس

حدیث پاک کی وضاحت فرمائیں۔

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

آپ نے فرمایا میرے قریب آؤ جب بالکل قریب فرمایا یہ جُبّہ اتارو اور کفر کی زنار جو پہن رکھی ہے یہ بھی اتارو تمہارے کلمہ پڑھنے کا وقت آ گیا ہے مجھے امید ہے اب تم پر فرمان رسول ﷺ کی صداقت واضح ہو گئی ہو گی۔ وہ شخص اسی وقت قدموں میں گرا اور کلمہ پڑھا جب کھڑا ہوا تو اس کا سینہ ایمان کے نور سے منور ہو چکا تھا یہ وہ لوگ جو "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کا حق ادا کرتے ہیں اہل نظر صاحب تصوف لوگوں کا طریقہ تبلیغ ہی دلوں کی تقدیر بدل سکتا ہے اب اس درجے کے لوگ نہ سہی ان ہی کی راہ پر چلنے والے یہ کام کر سکتے ہیں۔ وہ تبلیغ جو دلوں کی تقدیر بدلے اس کے لئے علم اور اس علم پر عمل چاہیے۔ بے علم آدمی خود اندھیرے میں ہے۔ جو خود اندھیرے میں ہے وہ دوسرے کو روشنی کی راہ پر کیسے لا سکتا ہے۔ البتہ ایسا شخص نور سے ظلمت کی طرف لے جا سکتا ہے جس کے لئے علم کی ضرورت نہیں طاغوت کا ساتھی ہونا ہی کافی ہے اور اگر علم ہو اس پر عمل نہ ہو ایسے لوگوں کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے ایسے لوگ جو دوسروں کو شریعت کی پابندی کا درس دیں اور خود پابندِ شریعت نہ ہوں ایسے لوگ مجھے اچھے نہیں لگتے۔ وعظ و نصیحت کا حق ان لوگوں کو ہے جن کا دل اور زبان ایک ہو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ



فرماتے ہیں کہ سجدہ کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ پیشانی کے سجدہ کرنے سے پہلے اس کا دل سجدہ میں جائے۔ یہی کیفیت ملے گی تو "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کے گیت مقبول ہوں گے۔ اس کیفیت کے لوگوں کو حکم ہے۔ "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" لوگوں کے لئے نکلو۔ دین کی تبلیغ بہت نازک ذمہ داری ہے آج کل بے علم، بے تاثیر لوگ اٹھ کر تبلیغ کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن کا علم نہیں حدیث کا علم نہیں چند ٹوٹکے یاد کر کے صرف ایک مولوی کی کتاب سامنے رکھ کر پڑھتے ہیں قرآن کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ یہ لوگ صرف عوام میں الجھنیں پیدا کرنے کے لئے پھرتے ہیں لوگوں کو نور سے نکال کر دوزخ کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ صرف نماز بخشش کی علامت نہیں پہلے نبی پاک ﷺ کی محبت پھر نماز تا کہ قبولیت و نجات کی ضمانت ملے واعظ کا ظاہر و باطن دین کے عین مطابق ہونا ضروری ہے تا کہ اس کے وعظ کے نتیجے میں مومن کا دل جھکے تو مصطفیٰ ﷺ کی گلی اور سر جھکے تو کعبہ نظر آئے ایسے لوگوں کی تبلیغ سننے والوں کو نئی زندگی دیتی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

دشمنانِ اسلام یہ تحقیق کر چکے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ روس میں کم و بیش ستر سال کافرانہ نظام رائج رہنے کے باوجود اسلام کو ختم نہ کیا جا سکا اور اُندلس میں

آٹھ سو سال تک مسلمانوں کی حکمرانی کے باوجود اسلام ختم ہو گیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جہاں جہاں تصوف گیا وہاں سے اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ روس میں صوفیائے کرام کا فیضان موجود تھا اسلام کو ختم نہ کیا جاسکا۔ اُندلس میں کسی صوفی کا مزار نہیں اسلام آسانی سے ختم ہو گیا۔ صوفی کا وجود اسلام کی بقاء کا ضامن ہے۔ تصوف کے خلاف منظم تحریکیں ہمیشہ جنم لیتی رہی ہیں۔ اس لئے کہ ان کی پشت پناہی یہود و ہنود کرتے ہیں جن لوگوں کی وابستگی تصوف اور اہل تصوف کے ساتھ ہے وہ خوش نصیب لوگ ہیں یہی لوگ تبلیغ کریں گے تو "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کا مقصد پورا ہوگا۔

(بمقام آستانہ عالیہ صدیق آباد شریف تربیلہ 1998ء)
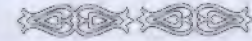
## فقیرِ بے نوا کی صدا

(مرشد کریم نے یہ کلام علالتِ طبع میں ہسپتال کے اندر لکھا)

اے حبیبِ کرد گار اپنا بنا
ہو گیا ہوں دل فگار اپنا بنا

جان و دل تاریک ہیں عصیاں کثیر
اے کریم و غمگسار اپنا بنا

قرب کی لذت سے کیوں محروم ہیں
جان و دل ہیں اشکبار اپنا بنا

کٹ گئے دن زندگی کے لہو میں
روح کی سن لے پکار اپنا بنا

غیر کے قبضہ سے دل آزاد کر
اے دلوں کے تاجدار اپنا بنا

اپنی چاہت جستجو اور آرزو
اے بہارِ حسن یار اپنا بنا

معتکف ہوں شاہ کی دہلیز پر
جان و دل تجھ پر نثار اپنا بنا

کچھ نہیں صدیقی نسبت کے بغیر
بس یہی دارالقرار اپنا بنا

## ختمِ خواجگان نقشبندیہ

ختم خواجگان ہر قسم کی حاجات، شفائے امراض اور مشکل کشائی کے لئے اپنے معمول میں رکھیں اور اگر مشکل حل نہ ہو تو چند ساتھی جمع ہو کر ایک ہی دن میں ختم خواجگان شریف (7) مرتبہ پڑھیں اور دعا کریں۔ ختم شریف حسب ذیل ہے:

| | |
|---|---|
| بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | 100 مرتبہ |
| درود شریف | 100 مرتبہ |
| سورۃ الفاتحہ | 100 مرتبہ |
| سُورۃ الم نشرح | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا قَاضِیَ الۡحَاجَات | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا کَافِیَ الۡمُھِمَّاتِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا دَافِعَ الۡبَلِیَّاتِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا حَلَّ الۡمُشۡکِلَاتِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا شَافِیَ الۡاَمۡرَاضِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا دَلِیۡلَ الۡمُتَحَیِّرِیۡنَ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا مُسَبِّبَ الۡاَسۡبَابِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا غِیَاثَ الۡمُسۡتَغِیۡثِیۡنَ اَغِثۡنَا | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا مُنَزِّلَ الۡبَرَکَاتِ | 100 مرتبہ |



| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ یَا مُفَتِّحَ الۡاَبۡوَابِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا مُجِیۡبَ الدَّعَوَاتِ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ | 100 مرتبہ |
| اَللّٰھُمَّ اٰمِیۡنَ | 100 مرتبہ |
| درود شریف | 100 مرتبہ |

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكۡ وَسَلِّمۡ
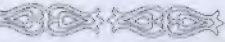
## ختمِ شریف کے بعد

- ☆ درود شریف بلند آواز سے — طاق تعداد
- ☆ کلمہ شریف — نفی اثبات کا ذکر
- ☆ نفی اثبات — اثبات کے تکرار کے ساتھ
- ☆ اللہ ھو
- ☆ اللہ اللہ
- ☆ چند منٹ سانس کے ساتھ اسمِ ذات کا ذکر
- ☆ درود تاج — ایک مرتبہ
- ☆ شجرہ شریف — اور
- ☆ دعائے حاجات

# شجرہ طیبہ

## سلسلہ نقشبندیہ، صدیقیہ

اے خداوند تو ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم فرما ہادی ہر دوسرا کے واسطے

حامد و حماد احمد اور محمود و حمید
مرکز و محور محمد مصطفی ﷺ کے واسطے

تیرے در پہ آ پڑا ہوں بخش دے میرے گناہ
سید کونین و شاہ انبیاء کے واسطے

صدق دے صدیق کا اور روشنی سلمان کی
قاسم و جعفر امام اصدقا کے واسطے

بایزید و بوالحسن و بو علی یوسف جمیل
خالق عارف محمود الثناء کے واسطے

عشق و الفت ہو عطا بحرِ عزیزان علی
اور سماسی شاہ کلال ذوالعطا کے واسطے

نقش اللہ اور مشام عطرِ وحدت ہو عطاء
شاہ بہاؤ الدین علاؤ الدین سخا کے واسطے

نارِ دوزخ ذلتِ دنیا و عقبیٰ سے بچا
خواجہ یعقوب عبیداللہ شاہ کے واسطے

زہد وتقویٰ ہو عنایت خواجہ زاھد کے طفیل
محمد درویش اور محمد مقتدا کے واسطے

صدقہ باقی باللہ مجھ کو دے بقا میرے خدا
اور مجدد شیخ احمد مقتدا کے واسطے

شاہ حسین عبد باسط عبدالقادر ذوالکرم
خواجہ محمود اور عبداللہ شاہ کے واسطے

شاہ عنایت حافظ احمد خواجہ عبدالصبور
گل محمد پیشوائے اولیاء کے واسطے

خواجہ عبدالغفور عبدالمجید عبدالعزیز
استقامت ہو عطاء ان بے ریا کے واسطے

معرفت کی منزلیں سب کے لیے آسان کر
خواجہ سلطان الملوک اولیاء کے واسطے

شاہ نظام الدین نظام معرفت کے تاجدار
خواجہ محمد قاسم ہادی و راہنما کے واسطے



ہو عطا رحمت ہدایت حب محبوب خدا
کیاں موہڑے والے ہر دو پیشوا کے واسطے

قلب نورانی ہو، حاصل ہوں مفاتیح غیوب
خواجہ محمد زاہد مقبول الدعاء کے واسطے

پیر مخدوم جہاں مرشد امام قلب و روح
غلام محی الدین صاحب بالقا کے واسطے

دین کو دی زندگی روحانیت کو روح دی
مرد کامل محی الدین صاحب عطا کے واسطے

پیر ثانی پُر معانی اور لاثانی ولی
باشریعت باطریقت با صفا کے واسطے

رفعتِ دیں ہو عطا بحر علاؤ الدین ولی
جانشینِ اعلیٰ حضرت باخدا کے واسطے

حاملِ مفتاحِ مرشد قاسم فیضانِ حق
پیر صدیقی مہ صدق و صفا کے واسطے

خواجگانِ نقشبندی کا وسیلہ ہو قبول
دین و دنیا کے ہمارے مدعا کے واسطے

ان کے نقشِ قدم پر ثابت قدم فرما ہمیں
اپنی ذات پاک و فخر انبیاء کے واسطے

یاالٰہی عبدالمالک و جملہ خلفا و مرید
اپنے مرشد پہ فدا تیری رضا کے واسطے

## ضروری باتیں

ختمِ خواجگان اور محفلِ ذکر کی پابندی کے علاوہ درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

☆ بار بار دربار شریف میں حاضری دینی چاہیے تاکہ سلسلے کے معمولات سے آگاہی ہو اور دربار شریف میں موجودگی کے دوران صرف ذکر نماز اور شیخ کے معمولات پر توجہ رکھنی چاہیے۔

☆ آداب کا خاص خیال رکھا جائے۔ باوضو رہنا اور پیر کی محفل میں ننگے سر نہ بیٹھنا، درگزر کرنا، لڑائی جھگڑا اور تلخ کلامی سے گریز کرنا، دربار شریف کی حدود میں جھگڑنا محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

☆ پیر خانے کے ہر فرد کا احترام کرنا۔

☆ نماز، تلاوت، ذکر، اسم ذات کی پابندی کرنا۔

☆ فقہ، تصوف، مشائخین کے ملفوظات کے مطالعے کو لازم کرنا۔

☆ نماز باجماعت کی پابندی کرنا۔

☆ شیخ کی موجودگی میں خاموش بیٹھنا اور ارشادات کو یاد کرنا اور پیر کی غیر موجودگی میں اسمِ ذات پر پابندی کرنا۔

☆ خلفاء کے لیے ختمِ خواجگان کی پابندی کرنا۔

☆ پرانے ساتھی نئے ساتھیوں کو آداب سکھائیں۔

☆ انگلینڈ جانے سے قبل حضرت صاحب نے فرمایا:

100 دانے والی تسبیح ہمیشہ جیب میں رکھیں اور معمولات کی پابندی کریں۔



☆ کم از کم ایک پارہ تلاوت قرآن پاک کی پابندی کرنی چاہیے اگر اتنا نہ پڑھ سکیں تو ایک رکوع ضرور پڑھیں۔

☆ ختمِ خواجگان ہر حال میں پڑھیں اگر پورا نہ پڑھ سکیں تو تعداد میں کمی کر دیں

☆ تمام خلفاء اپنے ساتھیوں کو دربار کے آداب سکھائیں۔

☆ تمام خلفاء تہجد کی پابندی کریں ہمارے مشائخ کے معمول میں 12 رکعت نفل ہیں اور کم از کم دو نفل ضرور پڑھیں۔ ہر رکعت میں کم از کم 3 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھیں۔

☆ دربار شریف میں شیخ کے سامنے تسبیح نہیں پڑھنی چاہیے۔ ایسا کرنے سے فیض رُک جاتا ہے۔ یہاں صرف شیخ کے ملفوظات اور اسمِ ذات اور تصورِ شیخ پر توجہ دی جائے۔

آفتابِ علم وحکمت واقفِ رموزِ حقیقت

حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کے ملفوظات کا مجموعہ

ان شاء اللہ

جلد دوم جلد شائع ہو رہی ہے۔

# مفتاح الکنز

مرتب

خلیفہ محمد انیس صدیقی

خادم دربارِ عالیہ نیریاں شریف

صدیقیہ پبلیکیشنز فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی پاک ﷺ کی محبّت ہمارا ایمان ہے

اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت ہماری جان ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت ہماری شان ہے

ہم نہ ایمان چھوڑ سکتے ہیں نہ جان

اور نہ شان چھوڑ سکتے ہیں

یہ ہے سُنّی کا عقیدہ اِس کو یاد کرلو

حضرت پیر محمد علاؤ الدّین صدیقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ